لطیفہ ۶

شیخ ہونے کی اہلیت' اقتداء کی شرائط، مرشد و مرید کے آداب

(دربیان اہلیت شیخ وشرائط اقتداء وآداب مرشد ومسترشد)

قال الاشرف : ان یّکون الشیخ عارفاً بِاحوال المرید و عالماً بعلوم التّجرید و التّفرید الخ

حضرت سید اشرف قدس سرہ' نے فرمایا کہ ضروری ہے کہ شیخ مرید کے احوال سے واقف ہو۔ ترک دنیا اور تنہائی کے علوم کا عالم ہو، (عالماً بعلوم التجرید والتفرید) تاکہ اس کی خیر خواہی کر سکے اور مرید کو راہِ راست دکھا سکے اس کے حال کے مناسب اس کو اس راہ کے خطرات اور فسادات سے آگاہ کر سکے۔ اگر شیخ ان اوصاف مذکورہ سے متصّف نہیں ہوگا تو اس کی پیروی کرنا کس طرح جائز ہوسکتا ہے اور ان سے کلاہ حاصل کرنا کس طرح روا ہوسکتا ہے''۔

اے عزیز! (اللہ تعالےٰ تیرے باطن میں حقیقتِ وصال کو ثابت کرے اور تجھے اپنی محبت کی شراب صبح و شام پینے والوں میں شامل فرمائے) اس راہ (طریقت) کے طالب اور اس گروہ کے محب اس راہ پر تیز قدم رکھنے والے اور میدانِ تحقیق میں اپنے گھوڑوں کو تیز دوڑانے والے ''اللہ تعالےٰ روزِ قیامت تک ان کی کثرت فرمائے اور ان کو مقامِ رفیع پر پہنچائے'' اولیاء اللہ فنا فی اللہ اور بقا باللہ کے بلند مقام پر بزرگوں کے قافلوں کے پیشوا اور اولیا کے طائفوں کے مقتدا یعنی حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی شریعت کی ظاہری اور باطنی، قولی، فعلی، اعتقادی اور حالی پیروی کے بغیر نہیں پہنچے ہیں (اور نہ پہنچ سکتے ہیں) اور جو کوئی گمراہ کرنے والے نفس کی تاریکیوں میں پھنسا ہوا ہے اور باطل کے پھندوں میں گرفتار ہے اور طبیعت کے سب سے نچلے درجہ کی خواہشات میں مقید ہے اور گمراہی وضلالت میں اَسیر ہے اور اخلاق ناپسندیدہ میں مبتلا ہے تو اگر ایسا شخص صاحب علم ہے اور وہ اپنے علم کے مقتضا کے مطابق عمل نہیں کرتا ہے اور بشرط علم جمیع اوقات و احوال میں شریعت کی پیروی نہیں کرتا ہے تو وہ کبھی بھی بلند درجہ اور معارف ربانی کے اعلیٰ مقامات اور عرفان کی صداقت تک نہیں پہنچ سکتا اور معرفتِ الٰہی کے شیریں پانی کو جو ظلماتِ طبیعت انسانی میں آبحیات کی طرح ہے نہیں پی سکتا اور اس کی شیرینی سے لطف اندوز نہیں ہوسکتا اور اپنے ایقان و ایمان کو شراب وجدان کا شیریں جام نہیں پلا سکتا ہے (ایقان و ایمان ووجدان سے کوئی حصہ نہیں مل سکتا) جیسا کہ اللہ تعالےٰ کا اِرشاد ہے وَسَقٰهُمْ رَبُّهُمْ شَرَاباً طَهُوْرًا [۱] (اور ان کا پروردگار انہیں پاکیزہ شراب پلائیگا) وہ اس ارشاد کا مصداق نہیں بن سکتے ان کو یہ شراب میسّر نہیں آسکتی اور جنّت کے باغات کی ہواؤں

---

[۱] ۲۹پ الدھر۲۱۔

http://Ashrafi.org

سے وہ خوشبو نہیں حاصل کر سکتے۔ جس کے بارے میں ارشاد ہے مِنْ تَسْنِيْمٍ ○ۙ عَيْنًا يَّشْرَبُ بِهَا الْمُقَرَّبُوْنَ ○ط (تسنیم سے جو ایک چشمہ ہے مقرب بندے پییں گے) ان کے مشام جاں محروم رہیں گے۔ یہ لوگ گلشن مراد میں پہنچ کر گلِ مقصود نہیں چن سکیں گے اور ضلالت، گمراہی اور جہالت کے میدان میں یونہی سرگرداں پھرتے رہیں گے۔ پس اس طریق کے طالب (صوفی وسالک) کو چاہیئے کہ اپنی پوری ہمت اور توجہ اس طرف (متابعت شریعت پر) مبذول رکھے۔ جان ودل کے ساتھ اتباع شریعت میں کوشاں رہے ایک لمحہ کے لیے بھی اس راہ میں آرام نہ کرے اور شریعت کی راہ میں درست ایمان اور یقین کامل کے ساتھ صدق وصفا کا قدم رکھے اگر ایسا نہیں کرے گا تو نتیجہ یہ ہوگا کہ صحرائے گمراہی میں مارا مارا پھرتا رہے گا قطعہ

خلافِ پیغمبر کسی رہ گزید	چلا راستہ جو خلاف نبی
کہ ہرگز بمنزل نخواہد رسید	تو ہرگز نہ پہنچا وہ منزل کبھی
کسانیکہ زین راہ برگشتہ اند	نبی کی اطاعت سے جو ہیں پھرے
برفتند و بسیار سرگشتہ اند	پریشان و برگشتہ آخر رہے

مُراد اور مُرید کے معانی

حضرت درّ یتیم نے بصد تکریم قدوۃ الکبرا کی خدمت میں عرض کیا کہ اربابِ تصوف لفظ مراد ومرید کے کیا معنی مراد لیتے ہیں (تصوف کی اصطلاح میں ان الفاظ کے کیا معنی ہیں) حضرت نے فرمایا کہ ان الفاظ کا اطلاق دو معانی پر کیا گیا ہے اولاً مقتدی ومتقدا دوم محبّ ومحبوب پھر مرید کے معنی حسبِ موقع ان شاء اللہ بیان کیے جائینگے۔ البتہ مراد کے معنی بیان کیے جاتے ہیں ان کو سمع اعتقاد سے سُننا چاہیے معنی اول تو یہ ہیں کہ قوتِ ولایت الٰہی اور اس کی نامتناہی عنایت کا جذبہ اس کے تصرّف میں اس درجہ پر ہو (وہ اس پر اس قدر تصرف رکھتا ہو) کہ بستر ضلالت کے مریضوں اور جہالت میں گرفتار بیماروں کا علاج کر سکے اور ایسے لوگوں کو استعداد اور قبول ہدایت کی اہلیت کا اختلاف اس کی نظر میں ہو اور ارشاد و معاملات کے تمام راستوں پر گہری نظر رکھتا ہو۔ (مریدوں کے اختلاف استعداد اور راہِ ہدایت پر رہنمائی کے متعدّد طریقوں سے کماحقہ، اس کو واقفیت ہو) ایسا شخص ''سالک مجذوب'' ہوتا ہے یعنی پہلے تو اس نے صفات نفسانی کے تمام ہلاکت خیز مقامات کو قدم سلوک سے طے کر لیا ہو اور پاکیزہ جذبات کی مدد سے اور واردات وکیفیات ربّانی کے مدّت مدید تک جاری رکھنے کے نتیجہ میں (واردات وکیفیات کی مداومت سے) وہ مدارجِ قلبی وروحانی کی بلندیوں کو عبور کر کے کشف ویقین کے عالم میں پہنچ گیا ہو۔ انوارِ حقائق کا مشاہدہ اور اسرارِ دقائق کا معائینہ اس کی منزل بن گیا ہو (اس کی نظر انوارِ حقائق کا مشاہدہ کر رہی ہو اور اسرار الٰہی کے دقائق اس کے معائنہ میں ہوں یہی سالک مجذوب ہے) اور مجذوب سالک وہ ہے کہ اولاً امداد الٰہی کی قوت اور جذبات کی اعانت سے اس نے مقامات کی بساط کو طے کر لیا ہو اور عالمِ کشف وعیان میں پہنچ گیا ہو۔ اس مقام پر پہنچ

۱؎ پ ۳۰ التّطفیف ۲۷ – ۲۸

http://Ashrafi.org

جانے کے بعد (معرفت اور قربت کے) ان تمام منازل اور مراحل کو قدم سلوک سے (سلوک کے طریقہ سے ان مراحل سے گزرا ہو) اور حقیقت حال کی صورت عالم میں دوبارہ پایا ہو (یہ مجذوب سالک ہے) پیروی و پیشوائی کا مرتبہ بس انہی دو اصحاب کیلئے مسلّم ہے۔ (سالک مجذوب یا مجذاب سالک) اور بس۔

ابیات

سالک مجذوب و مجذوب سلوک	سالکِ مجذوب و مجذوبِ سلوک
برسریر مقتدائی دو ملوک	اقتدا کے تخت پر ہیں دو سلوک
آنکہ باشد سالک و مجذوب بس	جو کہ سالک یا فقط مجذوب ہو
رہنمائی رانگفتہ ہیچ کس	رہنما اس کو کبھی تم مت کہو
لیک ز انفاس شریف این دو شیر	پشت پر ہو ذات پاک ہر دو شیر
میشود روباہ بر ضیغم دلیر	لومڑی ہوجائے شیروں پہ دلیر

سالک ابتر و مجذوب ابتر

(یہ خیال رہے کہ سالک ابتر اور مجذوب ابتر بھی ہوتے ہیں) سالک ابتر وہ ہے کہ جو ابھی تک مجاہدہ کی تنگیوں سے نکل کر مشاہدہ کی صفائی تک نہیں پہنچا ہو اور مجذوب ابتر وہ ہے کہ جس نے ابھی سیر وسلوک کی باریکیوں اور درجات و مقاماتِ درویشی کی حقیقتوں و خطرات و تدابیر دفاع سے آگاہی نہیں پائی ہو ان دو شخصوں میں سے کوئی بھی اقتدائی اور شیوخت کا استحقاق نہیں رکھتا (شیخ نہیں بن سکتا) اس کا سبب یہ ہے کہ مرید کی استعداد و قابلیت میں تصرف کا اختیار قانونِ طریقت کے موافق ان کے سپرد نہیں ہوا وہ جو تصرف کرتے ہیں در حقیقت اس کی خرابیاں اس کی خوبیوں سے زیادہ ہوتی ہیں۔

بیت

ہر تدادی راکہ ایشان می کنند	کرتے رہتے ہیں وہ جس دل کی دوا
آن عمارت نیست ویران می کنند	ہوگیا ویراں نہیں کچھ بھی بسا

مرید میں استعداد کمال

مرید میں استعداد کمال کی مثال انڈے کی سی ہے کہ اس میں اڑنے کی استعداد موجود ہوتی ہے اور اگر ایسا انڈہ ایک بالغ مرغ کی حمایت و تاثیر ہمت اور تصرف میں آجائے کہ جس میں قوت توالد و تفریخ کا ہیجان موجود ہو اور ایک عرصہ تک اس کے روحانی تصرّفات اور کمال پرواز کے خواص اس کے اندر نفوذ کر جائیں تو آخر کار اس بیضہ سے بیضگی کا لباس اتار لیا جاتا ہے (بیضہ میں پرندہ پرورش پانے لگتا ہے) اور پھر وہی مرغِ بالغ اس کو کمال استعداد تک پہنچا دیتا ہے یعنی بیضۂ مرغ میں پرورش پانے والے پرندہ میں اُڑان کی جس قدر استعداد ہوتی ہے یہ صیانت اس کمال تک اس کو پہنچا دیتی ہے۔ اگر ایک بیضہ کو کسی ایسے مرغ کے تصرّف و صیانت میں دے دیا جائے جو ابھی تک بلوغ و تفریخ کے مرتبہ تک نہیں پہنچا ہے اور صیانت کی یہ مدت پوری بھی ہوجائے پھر بھی اس بیضہ میں اڑان

کی جو استعداد تھی وہ فاسد ہو جائے گی اور پھر اس کی اصلاح نہیں ہو سکے گی۔

اسی طرح اگر ایک مرید اپنے وجود کو ایسے شیخ کے تصرّف میں دے دیتا ہے جو مرتبۂ تکمیل کو پہنچ چکا ہے اور سیر وطیر وسلوک وجذبہ کے مراتب حاصل کر چکا ہے (یہ سب مراتب واوصاف اس کی ذات میں موجود ہیں) تو پھر اس کے وجود کے بیضہ سے مرغِ حقیقت (جس کے بارے میں ارشاد ہوا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے انسان کو اپنی صورت پر پیدا کیا ہے) باہر نکل کر ہُوِیّتِ ذات کی فضا میں اڑنے لگتا ہے اور فیض رسانی کا مرتبہ بھی اس کو حاصل ہو جاتا ہے۔

اگر مرید کسی سالک ابتر یا مجذوب ابتر کے تصرف میں ہو گیا (اس کو اپنا شیخ بنالیا) تو پھر کمالِ انسانیت کی جو استعداد اس کے اندر موجود تھی وہ فاسد ہو جاتی ہے۔ وہ انسانیت کے مقام اور کمال کی بلندی پر نہیں پہنچ سکتا جس طرح کہ دنیا میں حکمت بالغہ اور خداوندی سنت جاریہ کا مقتضیٰ ہے کہ توالد وتناسل اور طرح طرح کی صورت کا بقا پایا نہیں جاتا مگر بعد مرد وعورت کے تعلقِ زوجیت کے ذریعہ اور ان کے درمیان تاثیر واثر پذیری بواسطۂ شہوت قائم ہے۔ اسی طرح عالم معنے میں بھی حقیقت آدمی جو عبودیت محض کا نام ہے مرید ومراد کے رابطۂ محبت اور مراد (شیخ) کے تصرفات کو قبول کرنے کی ہی صورت میں وجود میں آسکتی ہے۔ اسی کا نام طریقت میں ولادت ثانیہ ہے کہ اکابر صوفیہ اور اہل مکاشفہ کے ارشادات اس سلسلہ میں موجود ہیں۔ فرماتے ہیں۔ من لّم یولد مرّتین لم یلج ملکوت السّمٰوٰت و الارض (جو دوبارہ پیدا نہیں ہوا وہ آسمانوں اور زمین کی حکومت میں داخل نہ ہوا۔)

رباعی

چون دوبار است شرط زائیدان	جب ولادت کو چاہیئے دو بار
یک زما در دگر زصلب پدر	ماں سے اپنے بدن سے اے ہشیار
یک بزادن درین جہان غرور	ایک کا گھر یہی جہان غرور
یک شدن زین ظلام تن سوئے نور	دوسرے کا محل ہے عالم نور

ہر چند کہ بغیر باپ کے بھی فرزند کا وجود قدرت الٰہی میں ممکن ہے جیسے حضرت عیسیٰ علیہ السّلام (کہ بغیر باپ کے پیدا ہوئے) لیکن حکمت ظاہر کے اعتبار سے ناممکن ہے۔ اسی طرح بے پدر (بے شیخ) مجذوبوں کی ولادت بھی آفات کا سبب ہے بالکل اسی طرح جیسے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السّلام کی ولادت (بے پدر) عالمِ ناسوت وملکوت میں بعض نصاریٰ کی ضلالت اور گمراہی کا سبب بنی تھی کہ انہوں نے حضرت عیسیٰ علیہ السّلام کو ابن اللہ کہا اور گمراہ ہوئے اسی طرح ایک ایسا مجذوب جو شیوخت اور ارشاد کی راہ میں کامل ومکمل نہیں ہے صاحبِ کشف بن جائے تو دوسرے اس کے سبب سے آفات کی توقع سے محفوظ ومامون نہیں ہو سکتے۔

حضرت قدوۃ الکبرا فرماتے تھے کہ سلسلہ اویسیہ والوں کے احوال کا قیاس ان بے پیر مجذوبوں

پر نہیں کرنا چاہیے کہ ان (اویسی حضرات) کی روحانی تربیت کے مزکّی حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم ہوتے ہیں یا کوئی اور بزرگِ دین روحانی طور پر ان کی تربیت فرماتا ہے۔ ان حضرات کے مقامات کا بیان انشاءاللہ حسبِ موقع آئندہ کیا جائے گا۔

حضرت قدوۃ الکبرا نے فرمایا کہ جب کسی طالبِ سالک کے دل میں جذبۂ طلب پیدا ہوتو اس کے لیے سب سے اہم بات یہ ہے کہ ان دو بزرگواروں یعنی سالک مجذوب یا مجذوب سالک میں سے کسی ایک کا دامن پکڑے اور اس کی متابعت دل و جان کے ساتھ قولاً، فعلاً اور حالاً بجالائے۔ اگر سلوک کی راہ میں اس کو کسی فکرِ عظیم اور کسی بلند مقام سے گزرنا پڑے کوئی مقامِ بلند اس کے سامنے آئے تو ضرور ضرور اپنا نگران رہے، اور کوئی ایسی بات نہ کہے جس سے بڑائی اور انانیت کا اظہار ہوتا ہے اس لیے کہ بہت سے اہل اللہ اور طریقت کی راہ پر چلنے والے محض اسی کی بدولت قربِ الٰہی اور وصول الی اللہ کی منزل سے دور رہ گئے ہیں۔ خواہ سالک نے اس راہ کی کتنی ہی منزلیں کیوں نہ طے کرلی ہوں۔ اور بارگاہِ الٰہی کے راستہ کے منازل سے گزر گیا ہو لیکن وہ شیخ (کی رہبری) کا پھر بھی محتاج ہے اور کسی حال میں بھی اس سے مستغنی اور بے نیاز نہیں ہوتا۔

شیخ مجدالدین کی محرومی

حضرت قدوۃ الکبرا نے تقریباً ان الفاظ میں یہ واقعہ بیان کیا کہ شیخ مجد الدین بغدادی چند درویشوں کے ساتھ بیٹھے ہوئے تھے۔ سکر کی کیفیت ان پر طاری ہوئی اسی عالمِ سکر میں انہوں نے کہا کہ ہم بیضۂ بَط تھے اور ہمارے مرشد شیخ نجم الدین کبریٰ ایک مرغ تھے انہوں نے اپنی تربیت کے پر و بال کے نیچے ہم کو لے لیا (ہماری صیانت کی) ہم پھر اس انڈہ سے نکل آئے چونکہ ہم بیضۂ بَط تھے انڈہ سے نکل کر دریا میں پہنچ کر تیرنے لگے اور ہمارے شیخ اسی طرح دریا کے کنارے کھڑے رہے (ان میں ہماری طرح تیرنے کی استعداد نہیں تھی) شیخ نجم الدین کبریٰ قدس سرہٗ اپنے اس مرید کے قول سے اپنی فراست کے نور سے آگاہ ہوگئے (ان پر یہ قول کشف ہوگیا) اسی وقت ان کی زبان سے یہ بددُعا نکلی کہ الٰہی! اس کی موت دریا میں واقع ہو۔ شیخ مجدالدین کے کانوں تک یہ آواز پہنچ گئی۔ لرز گئے اور روتے پیٹتے شیخ سعدالدین حموی کے پاس پہنچے۔ شیخ سعدالدین حموی ۔ شیخ نجم الدین کبریٰ کے خلفائے اعظم میں سے تھے۔ شیخ مجدالدین بغدادی ان کے پاس پہنچ کر بہت روئے پیٹے اور کہا کہ آپ شیخ سے میری خطا معاف کرادیں انہوں نے کہا کہ اچھا جس روز شیخ خوش حال ہوں اس وقت تم مجھے خبر کرنا میں تمہارے قصور کی معافی کے لیے کوشش کروں گا۔ ایک دن سماع میں شیخ خوش حال تھے اس وقت شیخ مجدالدین بغدادی نے شیخ سعدالدین کو خبر کی کہ اس وقت موقع ہے۔ شیخ مجدالدین برہنہ پا ایک طشت آگ سے بھرا ہوا سر پر رکھ کر ان کی جوتیوں کے پاس آکر بیٹھ گئے۔ شیخ نجم الدین کبریٰ نے ان کو دیکھ کر فرمایا کہ چونکہ تم درویشوں کے طریقہ پر اپنی پریشان گوئی کی عذر خواہی کے لیے آئے ہو لہٰذا تمہارا ایمان اور دین تو سلامت رہے گا لیکن تمہارا سر ضرور جائے گا (تم نے اپنا دین اور ایمان تو بچالیا) اور تمہاری موت دریا میں واقع ہوگی۔ ہمارا بھی سر جائے گا اور ملک خوارزم کے بہت سے سرداروں

کے سر تمہارے سر کے ساتھ قلم ہوں گے دنیا تہہ و بالا ہو جائے گی۔ یہ سن کر شیخ مجدالدین بغدادی شیخ نجم الدین کبریٰ کے پاؤں پر گر پڑے اور دین و ایمان کی سلامتی کے مژدہ کے باعث اپنی موت کا غم بھول گئے۔

مثنوی

ازان مژدہ شیخ عالی قدر — سنا مژدہ شیخ عالی قدر
نبودش همانا غم جان و سر — نہیں رہ گیا پھر غم جان و سر
کہ گر دین و ایمان سلامت بود — اگر دین و ایمان رہے با امان
اگر جان رود از عزامت بود — تو پرواہ کیا ہے نکل جائے جان

تھوڑے زمانہ کے بعد شیخ کی بات ظہور میں آئی ۔ شیخ مجدالدین خوارزم میں وعظ فرمایا کرتے تھے اور سلطان کی ماں بڑی خوبصورت عورت تھی

مصرعہ

جمالی گرو برداز آفتاب — مقابل نہ تھا حسن میں آفتاب

شیخ مجد دین کے وعظ میں آیا کرتی تھی اور کبھی شیخ کی زیارت کے لیئے جایا کرتی تھی دشمن لوگ موقع کی تلاش میں تھے یہاں تک کہ ایک رات جب بادشاہ بے حد مست تھا سب نے عرض کیا کہ تیری ماں نے مذہب امام ابو حنیفہ کے موافق شیخ مجدالدین سے نکاح کر لیا ہے۔ سلطان اس بات کو سن کر رنجیدہ ہوا حکم دیا کہ شیخ کو دریائے دجلہ میں ڈال دو سب نے ڈال دیا۔

مثنوی

زہی نا خدا ترس سر باختہ — عجب ہے نڈر اور خبطی مثال
کہ گوهر بدریا در انداختہ — کہ موتی دیا جا کے دریا میں ڈال
دری کان بود صد جہا نرا خراج — وہ موتی جو سو دنیا کا تھا خراج
بہ بحر افگند میرود تخت و تاج — ڈبویا الٰہی مٹے تخت و تاج

یہ خبر شیخ نجم الدین کو پہنچی تو حالت غیر ہوگئی اور فرمایا اِنّـا لِـلّٰـهِ وَاِنَّا اِلَیْهِ رَاجِعُوْنَ ۞ لوگوں نے فرزند مجدالدین کو پانی میں ڈال دیا اور وہ انتقال کر گئے۔

ابیات

دُری را کہ پروردہ بودم بجان — وہ دُر تھا جو پروردۂ روح و جان
شدہ گوش آرائ اہل جہان — جو تھا زینت گوش اہلِ جہان
چہ بودہ کہ در اب اندا ختند — ہوا کیا جو ڈالا اُسے زیرِ آب
گران گوہری را سبک سا ختند — بھلا قیمتی دُر کیا کیوں خراب

و لیکن چہ افسوس از رفتۂ کار | گذشتہ کا صدمہ ہے لیکن جنوں
گناہ من آمد نہ از روزگار | خطا میری ہے شکوہ کس کا کروں

پھر سر کو سجدہ میں رکھدیا اور ایک عرصہ تک سجدے میں رہے پھر سر کو سجدے سے اٹھایا اور فرمایا حضرت عزت جل جلالہ میں میں نے عرض کیا تا کہ فرزند کے بدلہ میں سلطان محمود سے ملک لے لیا جائے اس کو اللہ تعالیٰ نے قبول فرما لیا لوگوں نے سلطان کو اس واقعہ کی خبر دی وہ اپنے فعل پر بہت نادم ہوا اور پیادہ حضرت شیخ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ سونے سے بھرا ہوا ایک طشت جس پر کفن اور ایک تلوار رکھی ہوئی تھی، لے کر شیخ کے سامنے آیا اور ننگے سر جوتا اتارنے کی جگہ پر کھڑے ہو کر اس نے عرض کیا کہ اگر آپ خون بہا چاہتے ہیں تو یہ سونا موجود ہے اور اگر آپ کو قصاص درکار ہے تو یہ تلوار ہے اور میرا سر موجود ہے شیخ نے جواب میں فرمایا۔

كَانَ ذٰلِكَ فِي الْكِتَابِ مَسْطُوْرًا ۝[1] یہ کتاب میں لکھا ہوا ہے۔

شیخ مجد الدین کا خونبہا تمہارا سارا ملک ہوگا۔ تمہارا سر بھی جائے گا اور میرا سر بھی اس کے علاوہ بہت سے مخلوق کے سر بھی کاٹے جائیں گے۔ یہ سن کر سلطان محمود مایوس ہو کر لوٹ آیا۔ کچھ عرصہ کے بعد ہی چنگیز خاں نے خروج کیا اور پھر جو کچھ گزرنا تھا وہ گزرا۔

حضرت قدوۃ الکبرا نے فرمایا کہ ایک دن قوال نے شیخ نجم الدین کی مجلس میں یہ بیت پڑھی۔

بیت

خوش یافتہ اند درازل جامۂ عشق | پایا ہے ازل میں خوب یہ جامۂ عشق
گر یک خط سبز بر کنا رش بودی | گر اک خط سبز اس کے کنارے ہوتا

یہ شعر سن کر شیخ نے اپنی داڑھی پکڑ کر اوپر اٹھائی اور ہاتھ تلوار کی طرح اپنی گردن پر رکھ کر یہ مصرعہ پڑھا ع

گر یک خط سبز بر کنا رش بودی

گر اک خط سبز اس کے کنارے ہوتا

گویا یہ اپنی شہادت کی طرف ان کا اشارہ تھا اس کے بعد شیخ نے یہ رباعی پڑھی۔

رباعی

در بحر محیط غوطہ خواہم خور دن | ہوں گا میں سمندر میں بھی اب غوطہ زن
یا غرق شدن یا گہری آوردن | یا ڈوبوں گا یا لاؤں گا موتی روشن
کاری تو مخاطرہ است خواہم کردن | خطرہ ہے ترا کام کروں گا لیکن
یا سرخ کنم روئے زتو یا گردن | ہوں سرخرد یا لال کروں گا گردن

---

[1] پ۱۵ بنی اسرائیل ۵۸

http://Ashrafi.org

تربیتِ سالک کی مثال

حضرت قدوۃ الکبرا نے فرمایا کہ اکابرِ صوفیہ نے فرمایا ہے کہ سالک کی تربیت مثل اس انڈے کی طرح ہے جو مرشد کی تربیت و ارشاد کے تحت پرورش پا رہا ہے۔ اگر خدانخواستہ اس تربیت کے زمانہ میں مرید کے دل میں شیخ کی نسبت کسی قسم کا انکار پیدا ہو جائے تو پھر وہ انڈہ گندا ہو جاتا ہے اس گندے انڈہ کو خواہ دنیا کے کسی سالک یا مشائخ عالم میں سے کسی شیخ کی تربیت کے پروں کے نیچے (صیانت) میں رکھ دیا جائے اس کی پرورش نہیں ہو سکتی۔ (اور نتیجہ برآمد نہیں ہو سکتا)۔

اس موقع پر حضرت شیخ اصیل الدین سپیدؒ باز نے کہا کہ حضرت قدوۃ الکبرا کا پیر علی نامی ایک مرید تھا (یہ شخص ہزارہ کا رہنے والا تھا) اور منازل سلوک طے کرنے میں مصروف تھا۔ بہت سے عالی مقامات اور بلند منزلوں کو عبور کر چکا تھا۔ لیکن ابھی تک اپنی منزل (بسر حد اعیان ثابتہ) مقصود تک نہیں پہنچا تھا اور نور الانوار تک اس کا انجام کار نہیں ہوا تھا (نور الانوار کے مرکز تک رسائی نہیں ہوئی تھی) ایک دن حضرت قدوۃ الکبرا کی نسبت اس کے دل میں کچھ تردد پیدا ہوا جس سے اس کے اعتقاد میں کچھ تنزّل اور اطاعت و انقیاد میں کچھ کمی واقع ہوئی اور بعض بے ادبانہ امور اس سے ظہور میں آئے۔ ایک شخص نے حضرت قدوۃ الکبرا کی خدمت میں حاضر ہو کر اس کی بے ادبیوں کا ذکر کیا۔ حضرت شیخ نے سُن کر فرمایا کہ وہ ہمارے بزرگ خانوادہ اور قدیم سلسلہ سے راندہ ہے بس اتنا کرو کہ اس کو اس دائرہ سے نکال دو۔ چنانچہ ایسا ہی کیا گیا۔ حضرت قدوۃ الکبرا جب کبھی جلال کے عالم میں ہوتے تھے تو آپ میں رنج و ملال کے آثار پیدا ہوتے تھے تو اس وقت کسی کی مجال نہیں ہوتی تھی کہ آپ کے حضور میں حاضر ہو سکے۔

شعر

چو شمع جلالش زند شعلۂ   اگر شعلہ زن ہو چراغ جلال
بسوزد چو پروانہ صد قلۂ   پہاڑوں کی چوٹی ہوں آتش مثال

جب پیر علی ہزاروی کو یہ حال معلوم ہوا تو آپ کے بعض مریدوں سے یہ التجا کی کہ اس پناہ عالم کی درگاہ میں میری سفارش کر کے قصور معاف کرا دیں۔ احباب نے ہر چند کوشش کی لیکن آپ کی کدورت دور نہیں ہوئی۔ آخر کار مجبور ہو کر اس نے سفر کا اِرادہ کیا اور ہمدان کی طرف روانہ ہو گیا۔ جب ہمدان میں پیر علی حضرت میر علی ہمدانیؒ کی خدمت میں پہنچا اور تمام حال بیان کیا تو انہوں نے فرمایا کہ جو دروازہ فرزند عزیز سیّد اشرف جہانگیر نے بند کر دیا ہے اس کو ہم نہیں کھول سکتے جب پیر علی کو یہاں بھی کامیابی نہیں ہوئی تو ہمدان سے مکّہ معظّمہ کا رُخ کیا۔ بہت سی منزلیں طے کرنے کے بعد حضرت شیخ نجم الدین اصفہانی کی خدمت میں پہنچا (جو مکّہ معظّمہ میں مقیم تھے)۔ یہاں بہت کوشش کے بعد شیخ نجم الدین اصفہانی سے مقصد بر آری کا طالب ہوا۔ انہوں نے فرمایا کہ اے مردود جس دروازے کو میرے بھائی سید اشرف جہانگیر نے بند کر دیا ہے میں اسے نہیں کھول سکتا بلکہ آج روئے زمین پر کوئی نہیں ہے جو ان کے سامنے کھڑا ہو سکے۔

http://Ashrafi.org

کسی امروز در روئ زمین نیست | نہیں روئے زمیں پر آج کوئی
که پہلو بر زند باوی بتوقیر | جو ہو ان کے مقابل یہ ہے توقیر
نیار دسر بر آدر دن بہمت | نہیں ہمت نکالے سر کو اس سے
کس از زیر کمند آن جہانگیر | کوئی ہے یہ کمند شہ جہانگیر

حضرت قدوۃ الکبرا غلبۂ حال و مستی و صدمہ و وجد و تحیّر میں اس قسم کے اشعار اپنے اور دوسروں کے پڑھا کرتے تھے۔

رباعی

ہر دو عالم را بہ ہیچم سر نہد در پائ من | دونوں عالم گر لپیٹوں سب ہیں میرے زیر پا
عرش و کرسی قطرہ با شد دردلِ دریائ من | عرش و کرسی قطرہ ہے اور بحر ہے یہ دل مرا
بلکہ از غیب و شہادت غیر ذات مطلقش | ذات مطلق کے سوا غیب وشہادت سب کا سب
قطرۂ نم آمدہ بر سبزۂ صحرائ من | سبزۂ صحرا پہ میرے قطرۂ تر ہوگیا

اور حضرت شیخ روز بھان کی رباعی بھی اکثر اوقات پڑھا کرتے تھے اور فرماتے تھے کہ کیا خوب فرمایا ہے۔

رباعی

آنم کہ جہان چو حقہ مشت منست | وہ ہوں کہ جہان ہے حقہ مشت مرا
این قوت حق نہ قوت پشت منست | ہے قوت حق نہ دبدبۂ پشت مرا
این کون و مکان ہرچہ درین عالم ہست | یہ کون و مکاں جو بھی ہے عالم میں وہ ہے
در قبضۂ قدرت دو انگشت منست | مقبوضۂ قدرتِ دو انگشت مرا

جس وقت کہ شیخ روز بھان بقلی کا ذکر ہوتا تھا تو عجیب وغریب حالتِ وجد حضرت قدوۃ الکبرا پر ہوجاتا اور فرماتے تھے کہ سبحان اللہ مرد ایسا ہونا چاہیئے جس طرح کہ روز بھان کوہ قاف وحدت کے عنقا اور ہوائے احدیت کے ہما تھے۔ ہم انہیں کی بدولت سر بلند ہوئے اور ان کی مذکورہ رباعی کے پڑھنے میں چہرہ مبارک و پیشانی مقدس میں پورا تغیر پایا جاتا تھا اور ان کے اس قطعہ کو بھی پڑھتے تھے۔

قطعہ

درین زمانہ منم قائد صراط اللہ | میں اس زمانہ میں ہوں ہادئ صراط خدا
زحد خاور تا آستانۂ اقصیٰ | حدود شرق سے لے تا بمغرب اقصیٰ
روندگان معارف مرا کجا بینند | کہاں سے دیکھ سکے مجھکو رہر وعرفاں
کہ ہست منزل جانم بہ ماورائ ورا | کہ ہے مقام مرا ان کی منزلوں سے جدا

اور حضرت قدوۃ الکبرا اور دوسرے مشائخ کے شطحیات کا ترجمہ اپنے موقع پر انشاء اللہ تعالیٰ آئے گا۔

چند مشائخ کے توسّط سے تکمیل سلوک

حضرت کبیر نے تختِ سلطنت ولایت ومملکت و ہدایت کے حضور عرض کیا کہ متعدّد بزرگوں سے سلوک کی تکمیل کسطرح

ہوتی ہے فرمایا اگر طالب صادق و سالک واثق کا مرغ استعداد و طائر قابلیت بلند پرواز واقع ہوا ہو تو اس کے پیر کو چاہیئے کہ اس کو دوسرے شیخ کے سپرد کردے جو حصول مقامات و وصول مرادات میں اس سے زیادہ بلند پایہ و مقرب ہو۔ اگر ایسا نہیں کرتا تو معلوم ہوا کہ اس نے رہنمائی کا منصب امر الٰہی کے سبب اختیار نہیں کیا ہوا ہے بلکہ اپنی جاہ طلبی کے لئے اس کام کو اختیار کیا ہے اور جناب شیخ کی ملازمت ترک کردینی نہایت برا ہے لیکن اگر حضرت شیخ اس کے گھر سے بہت دور ہوں یا کاروانسرائے آخرت کو کوچ کر چکے ہوں تو ہوسکتا ہے کہ کسی دوسرے بزرگ کے دامن کو چنگل سے تھامے جس کا سلوک ختم ہو چکا ہو اور وہ مرید کو انتہا تک پہنچا دے اور یہ مقصد بر آری و خدارسی خواہ ایک شیخ سے حاصل ہو یا دو تین شیخ سے میسر آوے لیکن جو ایک ہی شیخ سے سلوک ختم کئے ہو وہ دوسری لطافت و پاکیزگی رکھتا ہے۔

شعر

غلام ہمستم آن سالکی را — میں اس سالک کی ہمت کا ہوں خادم
کہ در ہر دو جہان گیردیکی را — کہ جس کا ہے جہاں میں ایک منعم

ایک کتاب ایک استاد کہنے سے اسی مرتبہ کی طرف اشارہ ہے۔

قریب قریب فرماتے تھے کہ حضرت شیخ علاؤالدولہ سمنانی بیان کرتے تھے کہ جب شیخ نجم الدین کبریٰ ہمدان گئے اور حدیث کی سند حاصل کی اور سنا کہ اسکندریہ میں ایک بڑے محدّث بافیض ہیں وہاں سے بھی اسکندریہ روانہ ہو گئے اور اُن سے بھی سند حاصل کی لوٹتے وقت ایک رات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو خواب میں دیکھا اور حضرت رسالت سے عرض کیا یا رسولؐ اللہ مجھکو کوئی کنیت عطا فرمایئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ابوالجناب عرض کیا کہ نون کو تشدید یا تخفیف؟ فرمایا تخفیف نہیں بلکہ تشدید۔ جب خواب سے بیدار ہوئے تو اجتناب کے معنی ان پر روشن ہوئے کہ دنیا سے پرہیز کرنا چاہیئے مجرّد ہو گئے اور پیر کی تلاش اختیار کی جہاں پہنچتے تھے ارادت درست نہ کرتے، کیونکہ عالم تھے، کسی کے سامنے اپنا سر نہیں جھکاتے تھے جب ملک خراسان میں قصبہ اتویل میں آئے تو بیمار ہو گئے کوئی انہیں جگہ نہیں دیتا تھا جہاں اتریں آخر تنگ آ گئے کسی سے پوچھا کہ اس شہر میں کوئی مسلمان ایسا ہے کہ مسافر و بیمار لوگوں کو ٹھکانا دے تاکہ میں کچھ دن وہاں آرام کروں۔ اس نے کہا کہ یہاں ایک خانقاہ ہے اور ایک پیر صاحب ہیں اگر وہاں جاؤ تو تمھاری خدمت کریں گے پوچھا کہ ان کا نام کیا ہے اس نے کہا شیخ اسمٰعیل قصری۔ شیخ نجم الدین وہاں گئے ان کو شیخ نے جگہ دی۔ درویشوں کے سامنے والے دالان میں وہ ٹھہرے اور ان کی بیماری نے طول کھینچا اور وہ کہتے تھے کہ ان تمام بیماریوں کے باوجود مجھے کوئی تکلیف ایسی نہ تھی جیسی ان لوگوں کی محفل سماع کی آواز سے تھی کیونکہ میں سماع کا سخت منکر تھا اور اپنی جگہ سے ہلنے کی بھی قوت نہ تھی ایک رات کو سماع کر رہے تھے۔ شیخ اسماعیل سماع کی گرمی سے میرے سرہانے آئے اور کہا کہ اٹھنا چاہتے ہو میں نے کہا ہاں، انہوں نے میرا ہاتھ پکڑا اور مجھے گود میں لیا اور محفل کے درمیان لے گئے اور دیر تک چکر دیتے رہے اور

دیوار سے لگا کر کھڑا کر دیا۔ میں نے دل میں کہا کہ بس اب میں گرتا ہوں اور تب گرتا ہوں۔ لیکن جب میں ہوش میں آیا تو میں نے خود کو بالکل تندرست پایا۔ اور بیماری کی کوئی علامت میرے اندر موجود نہیں تھی۔ مجھے شیخ اسماعیل سے بڑی عقیدت ہوگئی۔ دوسرے دن میں ان کی خدمت میں گیا اور میں ان کا مرید ہوگیا اور ان کی خدمت میں سلوک میں مشغول ہوگیا ایک مدّت میں ان کی خدمت میں رہا اور وہاں رہ کر احوال باطن سے مجھے آگاہی حاصل ہوگئی۔ علم ظاہری تو میرے پاس پہلے ہی موجود تھا۔ ایک رات مجھے یہ خیال ہوا کہ نجم الدین علم باطن تجھے حاصل ہوگیا اور تیرا علم ظاہری تیرے شیخ سے زیادہ ہے!! صبح کے وقت شیخ اسماعیل قصری نے مجھے اپنے پاس بلایا اور فرمایا کہ اب تم یہاں سے جاؤ اور شیخ عمار یاسر کی خدمت میں جا کر کچھ اور حاصل کرو۔ میں سمجھ گیا کہ رات کو جو خطرہ میرے دل میں گزرا تھا شیخ کو اس کی خبر ہوگئی لیکن میں نے اس سلسلہ میں شیخ سے کچھ نہیں کہا اور میں وہاں سے روانہ ہوکر شیخ عمار یاسر کی خدمت میں پہنچ گیا۔ اور ایک مدّت تک وہاں ٹھہرا رہا۔ ایک رات وہاں بھی ویسا ہی خیال میرے دل میں پیدا ہوگیا۔ صبح کو شیخ عمار نے مجھ سے فرمایا کہ اے نجم الدین یہاں سے جاؤ اور مصر میں شیخ روز بھان بقلی کی خدمت میں پہنچو کہ وہ اپنے ایک طمانچہ سے تمہارے سر سے یہ انانیت نکال دیں گے یہ حکم پا کر میں مصر کی طرف روانہ ہوگیا جب میں شیخ روز بھان کی خانقاہ میں پہنچا تو شیخ اس وقت موجود نہیں تھے اور ان کے تمام مریدین مراقبہ میں مشغول تھے۔ کسی نے بھی میری طرف توجہ نہیں کی۔ ایک اور شخص سے میں نے دریافت کیا کہ شیخ کہاں تشریف رکھتے ہیں تو اس نے بتایا کہ وہ باہر ہیں اور وضو کر رہے ہیں۔ میں باہر نکلا وہاں میں نے شیخ روز بھان کو دیکھا کہ وہ بہت تھوڑے پانی سے وضو کر رہے ہیں مجھے فوراً یہ خیال پیدا ہوا کہ شیخ کو اتنا بھی نہیں معلوم کہ اتنے کم پانی سے وضو جائز نہیں ہے۔ پھر یہ شیخ کس طرح بن گئے! اس عرصہ میں شیخ وضو سے فارغ ہو چکے تھے انہوں نے اپنے بھیگے ہوئے ہاتھ سے میرے منہ پر چھینٹے مارے جیسے ہی پانی میرے منہ پر پڑا میں بیخود ہوگیا اور شیخ خانقاہ کے اندر چلے گئے۔ کچھ دیر کے بعد میں بھی خانقاہ میں پہنچا۔ شیخ نماز تحیۃ الوضو ادا کر رہے تھے۔ میں وہاں کھڑا رہا اور اس امر کا منتظر تھا کہ شیخ سلام پھیریں تو میں ان کو سلام کروں لیکن میں اسی طرح کھڑے کھڑے ایک دوسرے عالم میں پہنچ گیا۔ کیا دیکھتا ہوں کہ قیامت قائم ہوگئی ہے اور سامنے دوزخ ہے لوگوں کو پکڑ پکڑ کر جہنم میں ڈالا جا رہا ہے۔ اسی جگہ ایک ٹیلا ہے اور ایک شخص اس ٹیلہ پر بیٹھا ہوا ہے۔ جو کوئی یہ کہہ دیتا ہے کہ میرا تعلق تو ان سے ہے اس کو چھوڑ دیتے ہیں اور باقی لوگوں کو آگ میں ڈال دیتے ہیں۔ اتنی ہی دیر میں مجھے بھی پکڑ لیا گیا اور کھینچ کر اس آگ کی طرف لے جانے لگے۔ میں نے کہا میرا تعلق بھی ان سے ہے۔ یہ سنتے ہی مجھے چھوڑ دیا گیا۔ اس کے بعد میں اس بلند ٹیلے پر چڑھا۔ وہاں میں نے دیکھا کہ شیخ روز بھان تشریف رکھتے ہیں۔ ان کے پاس گیا اور ان کے قدموں پر گر پڑا۔ انہوں نے ایک گھونسہ میری گدّی پر لگایا۔ گھونسہ اتنی زور کا تھا کہ میں اس کے صدمے سے ان کے سامنے گر پڑا۔ اس وقت اُنہوں نے فرمایا کہ اب آئندہ اہلِ حق کا انکار نہ کرنا۔ گرنے کے صدمہ کے باعث میری آنکھ کھل گئی میں اُٹھ بیٹھا اور شیخ الاسلام کی خدمت میں پہنچا تو اس وقت وہ نماز ادا کر

http://Ashrafi.org

چکے تھے۔ میں ان کے سامنے پہنچا اور ان کے قدموں پر سر رکھ دیا اس وقت عالمِ بیداری میں اسی طرح انہوں نے میری گردن پر گھونسہ مارا اور وہی الفاظ اَدا کیئے جو خواب کے عالم میں میں نے سنے تھے اور انانیت کی بیماری میرے دل سے بالکل جاتی رہی (خیال فاسد جو پیدا ہوتا تھا بالکل ہٹ گیا) کچھ دیر کے بعد مجھ سے فرمایا کہ شیخ عمار کی خدمت میں واپس جاؤ۔ جب میں واپس روانہ ہونے لگا تو انہوں نے شیخ عمار کو ایک مکتوب لکھا جس میں تحریر تھا ''کہ تمہارے پاس جس قدر تانبہ موجود ہے اس کو میرے پاس بھیج دو تا کہ میں اس کو زرِ خالص بنا کر واپس کردوں'' !۔

قطعہ

اگر داری مسی تو ای کیمیا گر — اگر رکھتے ہو مس اے کیمیا گر
بمن بفرست کورا میکنم زر — تو بھیجو تا بنادوں اس کو میں زر
نہ آن زری کہ اور امی فروشند — نہ وہ زر بکتا جو ہر کو بکو ہے
کہ مردم بہر اورا میخر و شند — وہ زر جسکی جہاں کو جستجو ہے

یہ خط لے کر میں شیخ عمار کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرصہ دراز تک وہاں رہا۔ جب سلوک کی منزلیں طے کرلیں تو مجھے حکم دیا کہ میں خوارزم جاؤں فرمایا کہ وہاں عجب طرح کے لوگ ہیں اور اس طریقہ ومشاہدہ کے خلاف ہیں بلکہ قیامت میں دیدارِ الٰہی ہونے کے بھی منکر ہیں۔ فرمایا جاؤ اور کچھ خوف نہ کرو۔ میں خوارزم چلا آیا۔ شیخ نجم الدین کبریٰ نے اس مسلک طریقت کو خوب پھیلایا اور بکثرت لوگ ان کے حلقۂ ارادت میں داخل ہوئے اور مدتوں تک وہ لوگوں کی رہنمائی فرماتے رہے۔

قطعہ

درینجا آمدہ ازروئ ارشاد — یہاں تشریف لائے بہرِ ارشاد
طریق افگندہ و بنیاد بنہاد — طریقِ حق کی رکھی پاک بنیاد
کہ مردم از صفائ آن رسیدہ — ہوا لوگوں پہ ایسا فیض عرفاں
بنہ در منزل و جدان کشیدہ — کہ سب نے پایا رخت وذوق ووجداں

حضرت قدوۃ الکبرا نے فرمایا کہ مشائخ عظام رضوان اللہ علیہم اجمعین کا اس بات پر اتفاق ہے کہ بعض سالکوں کے سلوک کی تکمیل چند مشائخ کی تربیت سے بھی ہوئی ہے بغیر اسکے کہ وہ اپنے پہلے شیخ سے منکر ہوئے ہوں۔ بہت سے اکابر زمانہ اور بزرگان عصر اس منزل سے گزرے ہیں (چند شیوخ کی خدمت میں رہ کر انہوں نے سلوک کی تکمیل کی ہے) چنانچہ شیخ نجم الدین کبریٰ جو مشائخ کے مقتداء اور اصحابِ کمال کے پیشوا گزرے ہیں انہوں نے بھی اسی طرح منزل سلوک طے کی ہے۔ جیسا کہ ابھی بیان کیا جا چکا ہے اس سلسلہ میں اور چند ایسے مشائخ کا ذکر کیا جاتا ہے جو اصحاب تصوّف کے قبلہ اور اربابِ طریقت کے پیشوا گزرے ہیں۔ سب سے پہلے حضرت شیخ ابوالغیث یمنی (جو صاحب مقامات عالیہ وحالات مبارکہ وانفاس صادقہ وکرامات خارقہ کے مالک تھے) کا ذکر کرتے ہیں۔

http://Ashrafi.org

شیخ ابوالغیث ابتدائی زندگی میں ڈاکو تھے ایک روز ایک قافلہ کو لوٹنے کے لیے گھات میں بیٹھے ہوئے تھے۔ کہ ہاتف غیب نے ندا کی یا صاحب العین علیک العین (اے قافلہ پر نظر رکھنے والے کوئی دوسرا بھی تجھے دیکھ رہا ہے)۔ یہ سنتے ہی ایک عجیب انقلاب ان کے اندر پیدا ہوا۔ فوراً اللہ تعالیٰ کے حضور میں توبہ کی اور دزدی و غارت گری چھوڑ کر شیخ ابن الافلح کی خدمت میں پہنچ گئے۔ ان کی صحبت میں ان کے نفس کو پاکیزگی حاصل ہوئی اور دل نورِ معرفت سے منوّر ہو گیا۔ صدقِ ارادت ان میں پیدا ہو گیا۔ کرامات ان سے ظہور میں آنے لگیں۔

شیخ ابوالغیث کی کرامت

ایک دن شیخ کے گھر والوں نے ان سے عطر کی فرمائش کی۔ یہ عطر خریدنے کے لیے ایک عطر فروش کی دوکان پر گئے اور اس سے عطر طلب کیا۔ دوکاندار نے جواب دیا کہ میری دوکان میں کوئی عطر نہیں ہے۔ یہ سن کر شیخ ابوالغیث نے کہا تمہاری دوکان میں بالکل عطر نہیں رہے گا۔ فوراً جس قدر عطر اس کی دوکان میں تھا غائب ہو گیا۔ عطّار نے ان کی شکایت شیخ ابن الافلح سے کر دی شیخ نے ان کو طلب کیا۔ اور چونکہ انہوں نے کرامت کا اظہار کیا تھا اس خطا پر ان کو سزا دی اور فرمایا کہ دو شیر ایک جنگل میں نہیں ہونے چاہئیں، ہماری صحبت سے دور ہو۔ ہر چند کہ ابوالغیث نے معذرت کی اور باوجود الحاح وزاری کے شیخ نے ان کو اپنی صحبت میں رہنے کی اجازت نہیں دی۔ شیخ ابوالغیث یہاں سے دوسرے شیخ کی طلب میں نکلے تاکہ اس کی صحبت سے نفع اندوزی کر سکیں۔ لیکن جس شیخ کی خدمت میں بھی جاتے وہ انکو اپنی صحبت میں رکھنے سے انکار کر دیتا یہاں تک کہ شیخ کبیر ابدال کی خدمت میں پہنچے۔ انہوں نے اپنی خدمت میں رہنے کی اجازت دے دی ان کی خدمت میں جب شیخ پہنچے تب انہوں نے فرمایا کہ یہاں پہنچ کر مجھے معلوم ہوا میں ایک قطرہ تھا جو یہاں آ کر دریا میں مل گیا۔

حضرت قدوۃ الکبرا نے فرمایا کہ اسی طرح کا معاملہ مولانا فخر الدین گورستانی کے ساتھ پیش آیا جو علوم ظاہری کی تحصیل کر چکے تھے لیکن ہمیشہ ان کے دل میں خیال پیدا ہوتا تھا کہ سلوک کی تعلیم بھی حاصل کرنی چاہیئے مصر کے ایک مدرسہ کے دارالاقامہ میں رہتے تھے اور اپنے مطالعہ میں وقت گزارتے تھے ایک روز پڑھنے سے دل اچاٹ ہو گیا۔ سکون خاطر کے لیے حجرہ سے باہر آئے۔ سلوک اور معرفت کے حصول کی پرانی آرزو دل میں پھر پیدا ہوئی۔ اپنے دل میں کہنے لگے کہ آخر ایک نہ ایک دن تو یہ ہونا ہی تھا۔ پس آج کا دن وہی دن ہے (جو میری آرزو تھی) لہٰذا وہ گھر لوٹ کر نہیں گئے ان کی کتابیں اور دوسرا ساز و سامان اسی طرح کھلے ہوئے گھر میں پڑا رہا اور یہ سیدھے حضرت شیخ شبلی قدس سرہٗ کی خدمت میں پہنچے۔ حضرت شبلی اس زمانہ میں مصر میں مسند ارشاد پر متمکن تھے۔ چنانچہ ان کی خدمت میں پہنچ کر مقاماتِ سلوک کو طے کرنے لگے۔ جب تک حضرت شیخ شبلی بقید حیات رہے ان کی صحبت میں رہے ان کے وصال کے بعد دوسرے شیخ کی تلاش میں مصر سے نکل کھڑے ہوئے۔ اس وقت شیخ محی الدین طوسی کی ہر طرف شہرت تھی۔ یہ طوس میں مقیم تھے اور حضرت امام غزالی قدس سرہٗ کی اولاد کبار سے تھے۔ شیخ فخر الدین طوس پہنچ کر ان کی خدمت میں حاضر ہوئے لیکن یہاں سے بھی ان کو وہ کچھ حاصل نہ ہو سکا جس کی ان کو طلب تھی

http://Ashrafi.org

یہاں سے ناکام ہونے کے بعد ایک ویران گاؤں میں شیخ اخی علی قتلقشاہ کے فرزندوں کے پاس پہنچے یہاں بھی ان کو کچھ نہ حاصل ہوسکا شیخ اخی علی قتلقشاہ کے فرزندوں نے کہا کہ میرے والد کا ایک درویش قریہ اَبردہ میں ہے اگر تم وہاں جاؤ تو تمہاری مطلب آوری ہوسکتی ہے۔ انہوں نے دل میں کہا کہ شیخ جب خود ایسا ہے تو اس کا دوسرا درویش کیا ہوگا؟ پھر بھی بطور احتیاط وہ قریہ آبردہ میں پہنچے۔ وہاں شیخ حافظ کسی ضرورت سے دوسرے گاؤں میں گئے ہوئے تھے، اسی دوسرے گاؤں میں نور ولایت سے ان پر منکشف ہوا کہ مولانا فخر الدین ابردہ آئے ہوئے ہیں تو انہوں نے اپنے ساتھیوں سے کہا کہ ایک مہمان عزیز آیا ہے۔ یہاں کا کام ناتمام چھوڑ کر شیخ حافظ ابردہ واپس آگئے جونہی انہوں نے مولانا فخر الدین کو دیکھا تو یہ مصرع پڑھا۔

ع یار درخانۂ و ماگرد جہان گردیم

یار تو گھر میں ہے میں گرد جہاں پھرتا ہوں

مولانا فخر الدین ان کی خدمت میں رہنے لگے اور جب تک شیخ حافظ زندہ رہے ان کے ساتھ کئی چلّے کئے اور تعلیم پائی۔

تربیت بتدریج کرنا چاہیئے

حضرت قدوۃ الکبرا نے فرمایا کہ شیخ کے لیے ضروری ہے یہ بات کہ اطوار مقامات میں تربیت تدریجاً کرنی چاہیئے۔ جب تک اول مرحلہ میں ادنیٰ مقام پر تربیت نہ کریں اس کو اعلیٰ مقام نہ دیں۔ یعنی مرتبۂ اوّل سے مرتبۂ ثانیہ اور ثانیہ سے مرتبۂ ثالثہ، ثالثہ سے مرتبۂ رابعہ۔ اس طرح بتدریج اس کو اس کے عین ثابتہ تک پہنچائے۔ وہاں سے پھر نزول کرے اور ان مراتب پر بتدریج ترقی کرائے تاکہ مرید تمام مقامات کی یکے بعد دیگرے علی الترتیب سیر کرسکے۔ اس منزل پر جب پہنچ جائے تو اس کے سلوک کو جذب سے بدل دے تاکہ اسکی سیر طیر سے مجاہدہ مشاہدہ سے، مغائبہ معائنہ سے بدل جائے تب خلافت عطا کرے۔ اور ان کو شیوخت کی خلعت پہنا دے اور تصرف کا اذن و اجازت عطا فرمادے۔

اس مرتبہ کو اور منزل کو غیب و شہادت اور خدا و خلق کے درمیان مقامِ توسطّ کہا جاتا ہے۔ اس مرتبہ پر بندہ کا وجود عرشِ الٰہی کی طرح ہوجاتا ہے کہ اس کا رخ عالمِ غیب کی طرف ہوتا ہے اور دوسرا رخ عالمِ شہادت کی طرف تاکہ اس رخ سے وہ عالمِ غیب سے فیض و رحمت حاصل کرے اور اس دوسرے رخ سے اس فیض کو عالمِ شہادت اور خلق تک پہنچائے البتہ جو مجذوب ہیں وہ اپنے حال کی ابتدا ہی میں اپنے جذبہ کی بناء پر اس راہ کو طے کرتے ہیں وہ ایک ہی جذبہ سے اطوارِ مقامات کی بساط کو طے کرلیتے ہیں۔ اور وہ ایک جذبہ ہی محبّانِ خدا کے جملہ اعمال کا حصل ہوتا ہے۔ جذباتِ حق کی ایک کشش دو جہاں کے اعمال کے برابر ہے۔ (حق تعالیٰ کی کششوں میں سے صرف ایک کشش ہی جن وانس کے عمل کے برابر بن جاتی ہے)۔

چونکہ جملہ مقاماتِ طریقت کی صفا ان کے حال میں مندرج ہوتی ہے اس لیے ان کی روحانیت کشف و وجدان کی فضا میں قیودِ مقامات سے آزاد ہوتی ہے۔ عوام کے مقام سے ان کا مقیّد ہونا صرف مجازاً ہوتا ہے۔ حقیقت میں نہیں ہوتا۔ ان کی سیر سے نفوس کے صفات کی ظلمت زائل ہوجاتی ہے (ان میں ظلمتِ نفوس نہیں رہتی) ان

کے ہر مقام سے اس مقام کی مخصوص صفت کی ظلمت زائل ہو جاتی ہے اس وقت ان کے نفوس کا میدان نورِ ربوبیت سے کامل طور پر منوّر ہو جاتا ہے۔ اس کو ایک مثال سے سمجھنا چاہیے کہ گناہ و معصیت کی طرف رغبت ایک ایسی ظلمت ہے جو توبۃ النصوح کے مقام پر پہنچ کر زائل ہو جاتی ہے۔ دنیا سے رغبت بھی ایک ظلمت ہے یہ مقامِ زہد پر پہنچ کر زائل ہو جاتی ہے۔ اسی طرح اس اعتماد میں کمی کہ حق تعالےٰ رزق کا کفیل ہے ایک ظلمت ہے یہ مقام توکل سے زائل ہو جاتی ہے۔

اسی طرح احکام کی اطاعت و بجا آوری میں طبیعت کی کراہت ایک ظلمت ہے جو رضا کے مقام پر پہنچ کر زائل ہو جاتی ہے۔ اسی طرح اور ظلماتِ صفات کا قیاس کرنا چاہیئے (جب مرید ان مقامات پر پہنچ جاتا ہے تو ہر مقام سے متعلق صفت سے اس کی ظلمت زائل ہو جاتی ہے) یہاں تک کہ نفوس کی جمیع ظلمات تمام مقامات کی سیر کے سبب سے زائل ہو جاتی ہیں۔ اور اس وقت چہرۂ یقین کا جمال تاریکیوں کے ہٹ جانے کے باعث اپنی تجلیاں دکھاتا ہے۔ لیکن بارگاہ خداوندی کے محبوب بندوں کو سلوک سے پہلے کشف حاصل ہو جانے کے سبب سے چونکہ قدم سیر سے وریاضت مقامات کے منازل طے کرنے سے پہلے ان کے وجود و باطن کا ہر رخ نورِ یقین سے روشن ہوتا ہے اور صفاتِ نفوس کی تاریکیاں ان سے نابود ہوتی ہیں لہٰذا تمام مقامات کا خلاصہ ان میں موجود ہوتا ہے اور وہ تمام ظلمتوں سے علیٰحدہ ہوتے ہیں رغبت کے ہوتے ہوئے زاہد و تارک ہوتے ہیں اور اسباب پر نظر رکھتے ہوئے متوکل ہوتے ہیں اور طبیعت پر گراں گزرتے ہوئے وہ راضی رہتے ہیں کیونکہ ان کا وجود حق کے ساتھ ہوتا ہے نہ کہ اپنے ساتھ۔ خواجہ ذوالنّون قدس سرہٗ نے حضرت بایزید کے پاس قاصد بھیجا اور کہا اُن سے کہنا کہ کب تک خواب اور راحت ہے قافلہ تو روانہ ہو گیا بایزید نے قاصد سے فرمایا کہ میرے بھائی سے کہنا کہ مرد وہ ہے جو رات بھر سوتا ہے پھر قافلہ سے پہلے منزل میں صبح کرتا ہے۔ خواجہ ذوالنّون نے جب یہ جواب سنا فرمایا ان کو مبارک ہو یہ بات ہماری حالتوں کو نہیں پہنچتی۔

محبوبِ مطلق سے مراد سیّد کائنات صلی اللہ علیہ وسلم ہیں

حضرت قدوۃ الکبرا حضرت خواجہ بہاؤ الدین نقشبند سے نقل کرتے تھے کہ علی الاطلاق مراد و محبوب سرورِ کائنات چارہ گر موجودات صلی اللہ علیہ وسلم ہیں کہ تخلیق کا اصل مقصود حضور کا وجود پاک ہے اور ساری خلق اسی وجود کے صدقہ میں ہے۔

لولاك لما خلقتُ الافلاك — اے محبوب تم نہ ہوتے تو آسمانوں کو نہ پیدا کرتا

کسی مخلوق کو انبیا و اولیا سے محبوبیت کا لباس نہ عطا فرمایا بجز حضور کو اور حضور کے فرمانبرداروں کو کیونکہ محبّ سے ترقی کر کے محبوب ہونا حضور کی پوری اطاعت کے بغیر غیر متصوّر و ناممکن ہے۔

قُلْ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِىْ يُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ [1] — (اے محبوب اہل کتاب سے) فرما دیجئے اگر تم اللہ سے محبت رکھتے ہو تو میری فرمانبرداری کرو اللہ تمہیں اپنا محبوب بنا لیگا۔

---

[1] پ۳ آل عمران ۳۱

http://Ashrafi.org

ناچار حضرت رسالت کا موسیٰ علیہ السلام کے حق میں جو محبّ کا رتبہ رکھتے تھے اور محبوب ہونا چاہتے تھے یہ ارشاد آیا:

لو کان موسیٰ حیًّا لما وسعه' اِلَّا اِتّباعِی — اگر موسیٰ زندہ ہوتے تو گنجائش نہیں تھی اُن کو میری اطاعت کے سوا۔

اور کوئی محبوب خواہشمند محبوبیت خدا رسیدہ نہیں ہوتا مگر کسی محبوب کے وسیلہ سے کیونکہ خدا تک خدا ہی سے پہنچ سکتا ہے۔ جان لو کہ ازلی محبت حقیقت مصطفویہؐ کی کشش میں ایسی ہے جس طرح مقناطیس کی خاصیت لوہے کے جذب کرنے میں اس کی ذات کے ساتھ قائم ہے۔ مقناطیس نے جس طرح اپنی قوت جاذبہ، اپنے مجذوب و محبوب کو بخش دی ہے کہ وہ دوسرے لوہے کو اپنی طرف کھینچ سکے۔ اور جس طرح ہر جاذب کی خاصیت اپنے مجذوب میں سرایت کر جاتی ہے بالکل اسی طرح روح محمدی صلی اللہ علیہ وسلم جو محبوب و مجذوب حق ہے ہزاروں مومنین کی ارواح کی جذب کی خاصیت کو محبت قدیم کے مقناطیس سے اکتساب کر کے ہزاروں اصحاب کی ارواح کو اطراف واکناف عالم سے اپنی طرف کھینچ لیا۔ اور ان میں سے ہر ایک نے اپنی استعداد کے مطابق اس خاصیت جذب سے حصّہ پایا اسی طرح انہوں نے تابعین کی ارواح کو اپنی طرف جذب کر لیا ان تابعین حضرات سے مشائخ وعلمائے راسخ بہرہ ور ہوئے۔ ایک قرن سے دوسرے قرن اور ایک بطن سے دوسرے بطن کی جانب یہ سلسلہ جاری رہا اور اسی نہج پر پیری مریدی کا سلسلہ قائم ہوا مرید خود مُراد ہو گیا۔ اور یہ سب کچھ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی کی برکت ہے۔ پس جب کسی کو ارواح مشائخ سے اتصال کی بدولت سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کی روحِ قدس سے اتصال حاصل ہو گیا تو اس میں محبت الٰہی کی خاصیت پیدا ہو گئی اور اس طرح وہ محبوبی و مرادی کے مرتبہ پر پہنچ گیا اس لیے کہ تمام مشائخ کرام کی ارواح علی الترتیب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی روح طیبہ سے پیوستہ اور متصل ہیں اسی شیخ کے واسطہ سے اس میں متابعت کا وصف اور محبت الٰہی کی خاصیت پیدا ہوتی ہے۔ اور اسی واسطہ سے ہر مرتبہ اور ہر حال میں اس کو اس خدمت سے بہرہ وری حاصل ہوتی ہے۔

پس ہر ایسا مرید جس کی روح شیخِ کامل مکمل کی روح کے ساتھ متّصل ہو کر اپنے ارادہ سے آزاد ہو گئی۔ (خود اس کا ارادہ کچھ نہیں رہا) اور محبت الٰہی کی خاصیت دوسرے مشائخ سے اس کو میراث میں پہنچی ہے وہ محبوبی اور مرادی کے مراتب پر پہنچ جاتا ہے اور دوسرے پر تصرّف کرنے اور ولایت کے درجہ پر آتا ہے اور اس کے برعکس ایسا مرید جو اپنے ارادہ کی قید سے آزاد نہیں ہوا اور اس کی روح شیخ کامل و مکمل کے ساتھ وابستگی حاصل نہیں کر سکی اور دوسرے شیخ سے محبت کا خواص اس کو میراث میں نہیں ملا وہ محبوبی اور مرادی کے مرتبہ پر نہیں پہنچتا اور دوسرے پر تصرف کرنے اور ولایت کے مقام پر نہیں آتا۔

شرائط وآداب بنسبت شیخ و مرید

حضرت نور العین نے حضرت قدوۃ الکبرا سے درخواست کی کہ شیوخت کے شرائط اور آداب کے بارے میں کچھ ارشاد فرمائیں حضرت قدوۃ الکبرا نے فرمایا کہ شیخ و مرید کے بارے میں بہت سی شرائط اور دونوں مرتبوں کے بہت سے آداب ہیں اور یہ اس قدر

http://Ashrafi.org

ہیں کہ ان کی شرح بہت طویل ہے۔ بہرحال شیخ و مرید میں سے ہر ایک کے لیے دس دس شرائط اور دس (۱۰) دس (۱۰) آداب بیان کیے جاتے ہیں۔ ان کا مجموعہ چالیس ہوتا ہے اور اربعین (چلّۂ صوفیہ) سے اسی جانب اشارہ ہے۔ قلیل کثرت پر دلالت کرتا ہے کہ ایک گھونٹ پانی سے بحر ذخّار کا پتہ چل جاتا ہے۔

حضرت قدوۃ الکبرا نے فرمایا کہ مشائخ کی بزرگی کے سلسلہ میں اس قدر دلائل موجود ہیں کہ ان کا شمار کرنا دُشوار ہے۔ یہاں صرف چند آیات (نصوص قرانی) اور احادیث بیان کی جاتی ہیں کیونکہ صوفیوں کی خصلتیں اور عادتیں سب کی سب کتاب وسنت پر مبنی ہیں قول وفعل واعتقاد میں یہی لوگ علماء باللہ ہیں کیونکہ ان کا علم باری تعالیٰ کی ذات وصفات وافعال کی حقیقت کا علم ہے اور یہی لوگ وارثین انبیا ہیں کیونکہ انبیاء صلوۃ اللہ علیہم اجمعین سے ان کا ترکہ ازل سے اور لدنّی ہے اور یہی ہیں جو اپنے بدن پر لباس

علماء امّتی کا نبیاءِ بنی اسرائیل وفی روایةٍ انبیاءُ بنی اسرائیل ۔

میری امت کے علما مثل انبیاء بنی اسرائیل کے ہیں اور ایک روایت میں ہے کہ انبیاء بنی اسرائیل ہیں۔

کا پہنے ہیں اور یہی ہیں جو سر پر تاج

وممّن خلقنا امّةٌ یهدون بالحقّ ۔

اور اُن لوگوں سے جن کو ہم نے پیدا کیا وہ گروہ ہے جو حق کی طرف ہدایت کرتا ہے۔

کا رکھے ہیں اور یہی ہیں جو برج امامت کے تارے اور صدف ہدایت کے موتی ہیں۔ شریعت کا علم حاصل کر کے طریقت کی راہ چل کر حقیقت تک پہنچے ہوئے ہیں ان کے علم وعمل دونوں کا پلّہ برابر ہے جیسا کہ کہا۔

اشعار

در راہ خدائی رہبر اند	ہیں راہ خدا کے پاک رہبر
بر برج حقیقت اختر اند	برج عرفاں کے ہیں وہ اختر
دانستہ و کردہ و رسیدہ	ہیں عالم و عامل و رسیدہ
دریا صفت اند آر میدہ	دریا کی مثال آرمیدہ
باعلم وعمل زبان شان راست	ہیں علم وعمل میں پختہ و راست
میزان صفت اندبی کم وکاست	میزاں کی طرح ہیں بے کم وکاست

فرمایا نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے:

والّذی نفس محمّدٍ بیدہٖ لئن شئتم لا قصّنّ لکم انّ احبّ عِباد اللّٰہ الّذین

اس کی قسم جس کی دست و قدرت میں محمدؐ (صلی اللہ علیہ وسلم) کی جان ہے اگر چاہو تو تم کو بتادوں گا کہ بندگان خدا میں سب سے زیادہ محبوب

یحبّون اللّٰہ و یحبّون عباد للّٰہ الا کبرِ	وہ ہیں جو دوست رکھتے ہیں اللہ کو اور اس کبریا کے
ویمشُون علے الارضِ بالنّصیحۃِ ۔	بندوں کو اور زمین پر چلتے ہیں خیر خواہی کیلئے۔

حضرت قدوۃ الکبرا رسالہ مکیہ سے نقل کرتے تھے: ''مرید کے لئے ایک شیخ کامل ضروری ہے جس کی اقتداء کی جائے کیونکہ وہ رفیقِ سفر ہے اور جان لو کہ اس امر کے لئے کسوٹی اور معیار ہے اور وہ قرآن وحدیث و اجماع امت با ایمان ہے تو جو معیار کے موافق ہوا اور کسوٹی سے کھرا اور آمیزش سے صاف نکلا تو وہ ٹھیک ہے اور جو اس کے خلاف ہوا وہ فاسد و بے کار ہے۔فرمایا اللہ تعالیٰ نے

یٰٓاَیُّھَا الَّذِیۡنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰہَ وَابۡتَغُوۡٓا	اے ایمان والو اللہ سے ڈرو اور اس کی طرف
اِلَیۡہِ الۡوَسِیۡلَۃَ ۱ ؎	وسیلہ تلاش کرو۔

فرمایا نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے:

اَصحابی کالنّجوم بایّھم اقتدیتم	میرے اصحاب مثل تاروں کے ہیں جن کی تم نے
اھتدیتم ۔	اقتدا کی ہدایت پائی۔

اور روایت کی امام غزالی نے احیاء العلوم میں نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے کہ فرمایا:

الشّیخ فے قومہٖ کالنّبیّ فے امّتہٖ	شیخ اپنی قوم میں گویا ظل نبی ہے اپنی امت میں

کہا کہ یہ نہ مال و اشخاص کی کثرت سے ہے نہ قوت کی زیادتی سے بلکہ تجربہ کے زیادہ ہونے کی وجہ سے جو عقل کا نتیجہ ہے۔یہی سبب ہے کہ بظاہر بھی تم اس امر کا مشاہدہ کرتے ہو کہ کم تر درجہ کے بوڑھوں کی بھی لوگ توقیر و تکریم کرتے ہیں۔پھر اشراف میں جو شیوخ ہیں ان کا کیا ذکر۔

شیخ اکبر فرماتے ہیں کہ شیخ وہی ہے جو راہِ حق کا سالک ہو اور اس راہ کے خطرات و مہالک اور ان امور کی طرف آگاہی رکھتا ہو اور وہ مرید کو ان خطرات اور ہلاکت خیز مقامات سے آگاہ کرے۔ (روکے)۔ اور ان امور کی طرف رہنمائی کرے جو اس کے لیے نفع بخش ہیں۔ ضرر رساں باتوں سے مرید کو روکے۔

پس شیخ اور اس کی محبت ایک نیک ہم نشیں اور اس کی صحبت سے کسی طرح کم نہیں ہے۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے کہ ہم نشیں نیک عطار کی طرح ہے اگر چہ وہ اپنے عطر سے نہیں دیتا لیکن اس کی خوشبو تم تک ضرور پہنچتی ہے۔ اور ہم نشیں بد آہنگر کی مانند ہے اگر چہ اس کی آگ سے تم کو کوئی گزند نہیں پہنچتا پھر بھی اس کی بھٹی کا دھواں اور آگ کی لپٹ تم تک پہنچے گی۔

حضرت قدوۃ الکبرا اس ضمن میں اکثر یہ شعر پڑھا کرتے تھے۔

۱؎ پ۵ المآئدہ ۳۵

http://Ashrafi.org

شعر

ہر بد و نیکی کہ ترا یار شد — اچھا بُرا جو بھی ترا یار ہے
قصہ آہنگر و عطار شد — قصۂ آہنگر و عطار ہے

پس شیخ کے لیے یہ سزاوار ہے کہ وہ فرائض سنن اور نفلی عبادات، ہر قسم کے محرمات وممنوعات سے آگاہی رکھتا ہو۔ تاکہ وہ حلال وحرام فرض وسنت اور نوافل میں تمیز کر سکے (شریعت کا اس قدر علم رکھتا ہو) اور طریقت میں راہِ حق تعالیٰ کے تمام معاملات سے آگاہی رکھتا ہو اور مریدوں کے ان مجاہدوں سے کامل آگاہ ہو جو ہر ایک مرید میں ذوق وشوق پیدا کرنے والے ہیں۔ مریدین کے مزاجوں کا خوب اچھی طرح جاننے والا ہو اور ان کے خصائل ذمیمہ کا پہچاننے والا ہو (جیسے حسد، کبر، غرور، بخل، حبِّ جاہ و دولت و مال، حبِّ شہوات وغیرہ) اور ان علومِ معرفت سے اس کو پوری پوری آگاہی ہو جن کی ضرورت مریدوں کو طریقت اور معرفت الٰہی کے حصول میں پیش آتی ہیں۔ لیکن حقیقت میں عارف وہی ہے جو عالم ہائے حقیقت کے مقامات سے ان کی منازل تکونیات، تمکینات، آفات وفوائد سے پوری پوری آگاہی رکھتا ہو اور مکاشفات بلند تک پہنچ چکا ہو۔ ان مکاشفات کی منزل سے گزر کر مشاہدات و معائنات تک پہنچا ہو، فنا سے گزر کر بقا کی منزل طے کر چکا ہو اور بقا سے بقاء البقا کی منزل کی طرف گامزن ہو اور معرفتِ عظمت و کبریائی کا وحدانیت وفردانیت کے ساتھ جمع کرنے والا ہو تاکہ وہ سالکینِ راہِ خداوندی کی تربیت کر سکے اور جمالِ الٰہی کے طالبوں کی رہنمائی کر سکے اور اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد کی ان کو راہ دکھائے۔

قُلْ هٰذِهٖ سَبِيْلِيْٓ اَدْعُوْٓا اِلَى اللّٰهِ قفة
عَلٰى بَصِيْرَةٍ اَنَا وَمَنِ اتَّبَعَنِيْ ط [1]

(اے حبیب) آپ فرمادیں یہی میری راہ ہے
اللہ کی طرف بلاتا ہوں بصیرت پر (ہوتے ہوئے)
اور وہ لوگ جنہوں نے میری اتباع کی۔

رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم اس قول خداوندی کا مصداق تھے۔ چنانچہ آپ نے فرمایا کہ میں وہ ہوں جس نے میری اتباع اور پیروی کی خلقِ خدا کو حق تعالیٰ کی طرف بلانے میں بصیرت کے ساتھ یعنی مشاہدہ رویت دل کے ساتھ اور ایمان کے ساتھ اس کے لیے ضروری ہے کہ وہ کریم، رحیم، صبور وحلیم ہو۔ درشت خو، بدخو، سخت دل نہ ہو اور نہ بازاروں میں پھرنے والا ہو۔ دنیا کا جمع کرنے والا نہ ہو نہ دنیا کی زینت کو دوست رکھنے والا ہو، نہ شہرت کا اور جاہ کا طالب ہو اور نہ اپنی پیروی کرنے والوں کی کثرت کی آرزو رکھتا ہو۔ مغلوب الحال نہ ہو نہ شاکی ہو۔ اپنے مریدوں پر اس طرح مہربانی اور شفقت کرنے والا ہو جس طرح رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اصحاب پر تھے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے جہاں آپ کے اوصاف بیان فرمائے ہیں وہاں فرمایا ہے۔

---

[1] پ۱۳ سورۂ یوسف ۱۰۸

http://Ashrafi.org

لَقَدْ جَآءَكُمْ رَسُوْلٌ مِّنْ اَنْفُسِكُمْ عَزِيْزٌ عَلَيْهِ مَاعَنِتُّمْ حَرِيْصٌ عَلَيْكُمْ بِالْمُؤْمِنِيْنَ رَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ ۝ ؎۱

بے شک تمھارے پاس تم میں سے ایک عظمت والے رسول تشریف لائے ان پر سخت گراں ہے تمہارا مشقت میں پڑنا بہت چاہنے والے ہیں تمہاری بھلائی کو، ایمان والوں پر نہایت مہربان بے حد رحم فرمانے والے ہیں۔

جب شیخِ طریقت ان اخلاقِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم سے متصف ہوگا اور وہ طاعت الٰہی کو اسی طرح اپنے مریدوں پر پیش کرے گا تو وہ تربیت مریدین میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا نائب ہوگا۔

پس شیخ وہی ہے جو سالک طریقت ہو اس راہ کے نفع ونقصان سے آگاہ ہو پس وہ مریدوں کی ہدایت کرے اور ان کو اللہ کا راستہ دکھائے۔ جیسا کہ اللہ تعالےٰ نے اپنے نبی موسیٰ علیہ السلام اور اپنے ولی حضرت خضر علیہ السلام کے واقعہ میں ارشاد فرمایا ہے۔

قَالَ لَهٗ مُوْسٰى هَلْ اَتَّبِعُكَ عَلٰٓى اَنْ تُعَلِّمَنِ مِمَّا عُلِّمْتَ رُشْدًا ۝ ؎۲

موسیٰ نے ان سے فرمایا کیا میں اس شرط پر آپ کے ساتھ رہوں کہ آپ مجھے سکھادیں گے اس سے جو بھلائی پانے کا علم آپ کو دیا گیا۔‘‘

(رسالہ مکیہ سے حضرت شیخ ابن عربی کا قول ختم ہوا)

حضرت قدوۃ الکبرا نے فرمایا کہ ان پاکیزہ کلمات کا جو اوپر مذکور ہوئے تمام مضمون شیخ کے علوم مرتبت اور اس کے شرائط اور مشائخ صوفیہ کے وصفِ حال پر مشتمل ہے اس لئے کہ شیخ کا اس تصرّف سے جو وہ مرید میں کرتا ہے بجز اس کے اور کچھ نہیں ہے کہ وہ مرید کے آئینہ دل کو خواہش اور طبیعت کے زنگ سے لاالٰہ الااللہ کی صیقل سے پاک وصاف کردے اور ذات خداوندی (جلّ وعُلا) کے روبرو اس کے آئینہ دل کو پیش کردے تاکہ اس کے آئینہ دل میں روبرو ہونے کے باعث اور اس کی صفا کی قابلیت کے مناسب جمالِ ذوالجلال منعکس ہوسکے۔ اور اس کے دیدۂ بصیرت اس جمال کے مشاہدہ سے روشن ہوجائیں اور اس کے توسط سے اللہ تعالےٰ کی محبّت مرید کے سویدائے دل میں جاگزیں ہوجائے۔

پس معلوم ہوا کہ بندوں کے دل میں اللہ تعالےٰ کی محبت ودوستی کو پیدا کرنا اور ان کے دلوں کو اللہ کی دوستی میں مستغرق کرنا مشائخِ طریقت کا کام ہے۔ اس لیے علمائے راسخ اور مشائخ کا طریقہ یہ ہونا چاہیئے کہ وہ طالبانِ حق اور سالکانِ مطلق کو اس بات کا حکم دیں جس پر وہ مامور ہیں لیکن اس سلسلہ میں مریدوں کی استعداد اور قابلیت ان کو ملحوظ رکھنا چاہیئے۔ سبحان اللہ۔ اس سے بڑھ کر اور کون سا مرتبہ ہوسکتا ہے کہ ان حضرات کی پیروی کرکے سالکانِ راہِ خدا تختِ یقین پر متمکن ہوجائیں (منزل یقین تک پہنچ جائیں) اور ان کے قلوب کے آئینوں میں انوار عکوس جلوہ فرما ہوجائیں۔ اللہ تعالےٰ طالبینِ طریقت کو ان کی بقائے حیات کے انوار سے متمتع فرمائے اور ان کے دلوں کو منور فرمائے۔‘‘

؎۱ پ۱۱ التوبہ۱۲۸ ؎۲ پ۱۵ الکہف۶۶

http://Ashrafi.org

شیخوخیت کی شرائط

شرطِ اوّل

بعض مشائخِ کرام نے شیخی کی ان دس شرطوں کو مستحسن قرار دیا ہے ان میں سے شرطِ اول یہ ہے کہ سالک اس وقت تک مسندارشاد پر نہ بیٹھے جب تک کہ اس کی اجازت شیخ سے نہ ملے اس لئے کہ حضرت شیخ سے یہ منزلت شریف اور پاکیزہ منصب اسی وقت حاصل ہوتا ہے جبکہ ازلی قابلیت اور لم یزلی سعادت اس کو میسر ہو ۔

شعر

دلا تا بزرگی نیاری بدست   دلا جب بزرگی نہو زیر دست
بجائی بزرگان نباید نشست   بجائی بزرگاں نہ کرنا نشست

اوراس وقت تک دوسرے میں تصرف نہ کرے جب تک شیخ سے یا شیخ کی روحانیت سے یا حق تعالےٰ کی طرف سے وہ اس پر مامور نہ ہواوراسکواس تصرف کا اذن نہ ملے خود بخود اس عظیم اور خطیر کام کی طرف قدم نہ بڑھائے اس کو یقین کے ساتھ یہ بات جان لینی چاہیئے کہ یہ مقام پیغمبر علیہ السلام کی خلافت اور نیابت ہے۔ حضرت قدوۃ الکبرا نے تقریباً ان الفاظ میں شیخ نجیب الدین علی بن برغش کے سلسلہ میں (جو ایک زبردست عالم و عارف اور علوم و معارف کا سرچشمہ تھے) فرمایا کہ ان کے والدمحترم نے ایک رات خواب میں دیکھا کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ ان کے پاس کھانا لے کر آئے اور انہوں نے ان کے ساتھ مل کر کھانا کھایا۔ اور ان کو بشارت دی کہ تم کو اللہ تعالےٰ ایک صالح اور نیک بخت فرزند عطا فرمائے گا۔ جب انکے یہاں یہ فرزند پیدا ہوئے تو ان کا نام علی رکھا حضرت علیؓ کے نام کی مناسبت سے اور نجیب الدین لقب ۔ یہ فرزند بچپن ہی میں فقیروں سے بہت محبت کرتے تھے ۔ اور ان ہی کے پاس اُٹھتے بیٹھتے تھے۔ ہر چند ان کے والدمحترم ان کے لیے عمدہ قسم کا لباس تیار کراتے اور لذیذ کھانے پکواتے لیکن یہ اس طرف بالکل توجہ نہیں کرتے تھے اور کہہ دیا کرتے تھے کہ میں عورتوں کے کپڑے نہیں پہنتا اور نہ نازک مزاج لوگوں کا کھانا کھاؤں گا۔ یہاں تک کہ یہ جوان ہوگئے اور ان کے اندر طلب کا جذبہ اور قوی ہوگیا۔ وہ اکثر خلوت نشیں رہتے تھے۔ ایک شب انہوں نے خواب میں دیکھا کہ شیخ کبیر کے روضۂ مبارک سے ایک بزرگ باہر تشریف لائے اوران کے عقب میں چھ ۶ بزرگ اور موجود ہیں جو ایک دوسرے کے پیچھے جا رہے ہیں۔ پہلے بزرگ نے ان کے چہرہ کو دیکھ کر تبسّم فرمایا اس کے بعد ان کا ہاتھ پکڑ لیا۔ اور سب سے آخری بزرگ کے ہاتھ میں ہاتھ دے کر کہا کہ یہ خداوند تعالیٰ کی طرف سے تمہارے پاس ایک امانت ہے۔ جب وہ خواب سے بیدار ہوئے تو انہوں نے یہ خواب اپنے والد شیخ برغش سے بیان کیا۔ انہوں نے فرمایا کہ اس خواب کی تعبیر سوائے شیخ ابراہیم مجذوب (جو اپنے زمانہ کے صاحبِ ہوش مجذوب تھے) اور کوئی نہیں بتا سکتا۔ شیخ نے کسی خادم کو انکے پاس بھیجا اور اس خواب کو بیان کیا۔ انہوں نے فرمایا کہ یہ خواب علی بن برغش کے سوا اور کوئی نہیں دیکھ سکتا۔ تعبیر یہ ہے کہ پیراوّل شیخ کبیر ہیں اور بعد کے چھ ۶ بزرگ ان کے سلسلہ کے مشائخ ہیں۔ پیر آخر کو اس زمانہ میں زندہ ہونا چاہیئے کہ انہوں نے آخری

بزرگ کی تربیت میں ان کو دیا ہے پس علی بن برغش کو چاہیئے کہ اپنے اس پیر کو تلاش کرے تاکہ مقصود حاصل ہو جائے انہوں نے اپنے والد سے اجازت سفر طلب کی۔

وہ حجاز کی طرف روانہ ہوگئے۔ جب یہ شیخ شہاب الدین سہروردی کی خدمت میں پہنچے تو ان کو پہچان لیا۔ کہ یہی وہ بزرگ ہیں جن کے ہاتھ میں ان کا ہاتھ پہلے بزرگ نے دیا تھا (اور جن کو خواب میں دیکھا تھا) حضرت شیخ شہاب الدین سہروردی اس خواب سے آگاہ تھے۔ ان کو دیکھ کر مسرّت کا اظہار کیا۔ اور بتایا کہ حق تعالیٰ نے مجھے ایک رات ایسا ہی خواب دکھایا تھا اور حضرت خضر علیہ السلام نے تمہارے بارے میں مجھے بہت تاکید کی ہے۔ مجھے تمہارا بہت انتظار تھا۔ مجھے حق تعالیٰ نے جو مسندِ ارشاد پر بٹھایا ہے وہ اسی لیے بٹھایا ہے۔ شیخ نجیب الدین علی برسوں تک شیخ کی خدمت میں رہے۔ یہاں تک کہ ان کو شیخ سے اجازت نامہ حاصل ہوا۔ شیخ کی تصنیفات اور دوسرے بزرگوں کی تصنیفات کی انہوں نے تصحیح (نقل و کتابت) کی ہے[۱]۔ ایک مدّت تک خدمت میں رہنے کے بعد شیخ کے حکم سے یہ شیراز چلے گئے یہاں آکر انہوں نے شادی کی۔ ایک خانقاہ تعمیر کرائی۔ طالبان حق کی رہنمائی میں مشغول ہوگئے ان کے حالات اور ان کی کرامات مخلوق میں مشہور ہیں۔

حضرت شیخ علاؤالدین گنج نبات کا ارشاد

حضرت قدوۃ الکبرا نے اس موقع پر فرمایا کہ میرے مخدوم حضرت گنج نبات قدس سرہٗ مجھ سے ارشاد فرماتے تھے کہ اے فرزند قبل اس کے کہ تم میرے پاس آئے مجھے حضرت خضر علیہ السلام نے ستّر بار تمہاری آمد سے آگاہ کیا تھا اور کہا تھا کہ آپ کے لیے ایک شہباز کو اللہ تعالیٰ کے حکم سے میں نے سمنان کی ہوا سے اڑایا ہے۔ راستہ میں ہر ایک بزرگ طریقت نے اپنا جال بچھایا اور میں نے کسی جال میں ان کو گرفتار نہیں ہونے دیا اور کوشش کر کے دوسروں سے بچا کر یہاں تک لایا ہوں تاکہ یہ آپ کے حلقہ میں آوے۔ خبردار ان کی تربیت میں کوئی کمی نہ کرنا۔ یہ ایک امانت ہے جو حق تعالیٰ کی طرف سے تمہارے پاس بھیجی گئی ہے۔

شعر

تبو آورده ام مرغی زلاہوت — ہوں لایا پاس تیرے مرغ لاہوت

بدہ ازدانہ یا قوتش قوت — اسے دو دانۂ یاقوت سے قوت

شرط دوئم

یہ ہے کہ "نسبت مع الحق" نسبت حضوری دل میں استوار ہوگئی ہو یعنی دل کا ایک لازمی وصف بن گئی ہو اور وہ نفس سالک کا ملکہ بن جائے (عادت مستقل عمل سے ملکہ بن جاتی ہے) جیسے بینائی قوتِ باصرہ کے لئے اور شنوائی قوت سامعہ کیلئے ایک لازمی وصف ہے اس طرح کہ خواہ ہوشیارئ دل سے اسکو کتنا ہی دور کرے لیکن اس نسبت مع اللہ کو دور نہ کر سکے اور اشتغال

۱۔ حضرت شیخ شہاب الدین سہروردی رحمۃ اللہ علیہ کی مشہور زمانہ کتاب "عوارف المعارف" کے پہلے راوی یہی ہیں۔ ان کے بعد شیخ ظہیرالدین نطنزی رحمۃ اللہ علیہ اور ان کے بعد صاحب مصباح الہدایت "شیخ عزالدین کاشانی ہیں۔ مترجم

http://Ashrafi.org

صوری علامت معنوی کے مانع اور علامت معنوی اشتغال صوری کے مانع نہ بن سکے (بلکہ کسی رکاوٹ کے بغیر ملکہ نفس نسبت مع الحق قائم رہے) حضرت فرماتے تھے کہ پیران نقشبند نے (رضوان اللہ علیہم) ایسے شخص کو بالغانِ طریقت میں شمار کیا ہے اور ایسے ہی شخص کو طالبوں کی تربیت اور تکمیل کے لیے مقرر کیا ہے۔

حضرت قدوۃ الکبرا فرماتے تھے کہ حضرت مخدومی پیرو مرشد نے فرمایا کہ مقتدی کو دریائے استغراق اور بحر مشاہدۂ حق میں اس طرح مستغرق ہوجانا چاہیئے کہ رنج والم کا اس پر اثر نہ ہو۔ اس لیے کہ جب یہ ممکن ہوسکتا ہے کہ کافرہ عورتیں ایک مخلوق یعنی حضرت یوسف علیہ السلام کے حسن کے نظارہ میں اس طرح مستغرق ہوجائیں کہ وہ اپنی انگلیاں کاٹ ڈالیں اور ان کو خبر نہ ہو تو اس سے کہیں زیادہ یہ ممکن ہے کہ حق تعالےٰ کے محب بندے مشاہدہ مطلق کی لذت اور وجود محقق کے معائینہ میں اس طرح محو و مستغرق ہوں کہ غیر حق کا احساس ہی باقی نہ رہے بیان کیا جاتا ہے کہ شیخ عامر بن عبدالقیس کے پیر میں زخم ہوگیا اور اتنا بڑھ گیا کہ ان سے کہا گیا کہ یہ کاٹ دیا جائے عامر نے پاؤں کٹوانے سے انکار کر دیا اور کہا کہ اس کا اختیار حق تعالیٰ کو ہے جو کچھ وہ چاہے میں اس سے خوش ہوں۔ جب وہ زخم ان کے زانوں تک پہنچ گیا تو وہ نماز پڑھنے سے بھی معذور ہوگئے (نماز کے لیے کھڑا ہونا ناممکن ہوگیا) تب انہوں نے آسمان کی طرف منہ اُٹھا کر کہا کہ الٰہی بلا کو برداشت کرنے کی طاقت تو رکھتا ہوں۔ لیکن تیری خدمت نہ بجالانے کی طاقت مجھ میں نہیں ہے۔ اگر تو نے مجھے اپنی خدمت سے نہ روکا ہوتا اور ایسی ہزاروں بلائیں ہوتیں تو کچھ پرواہ نہیں تھی لیکن چونکہ یہ بلا مجھے تیری خدمت بجالانے سے روکے گی لہٰذا میں اپنے پاس سے اس بلا کو دور کیے دیتا ہوں لوگوں نے پاؤں کاٹنے کے لیے کسی جرّاح کو بلایا۔ پاؤں کاٹنے سے پہلے نشہ آور دوا لائی گئی کہ پاؤں کاٹنے کی تکلیف کا احساس نہ ہو۔ انہوں نے فرمایا کہ میرے پاس خود ایک ایسی دوا ہے کہ اس کی وجہ سے مجھے کچھ خبر نہیں ہوگی۔ کسی قاری قرآن کو میرے پاس لاؤ تا کہ کلام الٰہی میرے سامنے پڑھے۔ جب کلامِ الٰہی سن کر مجھ پر کیفیت طاری ہو جائے اس وقت میرا پیر کاٹ ڈالنا اس وقت مجھے کچھ خبر نہیں ہوگی۔ چنانچہ ان کے پاس قرآن پاک پڑھا گیا اور جب ان پر کیفیت طاری ہوئی تو ان کا پاؤں آدھی ران سے کاٹ دیا گیا اور جلا کر زخم کو بند کر دیا گیا۔ انہوں نے ایک آہ بھی نہیں کی۔ جب عمل جراحی تمام ہوگیا تو قرآن خواں خاموش ہوگیا اور وہ بھی اپنے اصل حال میں آگئے تب انہوں نے دریافت کیا کہ تم نے پاؤں کاٹ ڈالا۔ لوگوں نے کہا جی ہاں! تب انہوں نے ہاتھ بڑھا کر وہ کٹا ہوا پاؤں اٹھا لیا اور کہا کہ الٰہی جب تک تو نے چاہا میرے پاؤں رہے اور جب نہ چاہا تو تو نے پاؤں واپس لے لیا تیرا شکر ہے۔

حضرت شیخ ابوالحسن خرقانی کا ارشاد

حضرت قدوۃ الکبرا نے فرمایا کہ حضرت شیخ ابوالحسن خرقانی قدس سرہ کا ارشاد ہے کہ کس کی مجال ہے کہ وہ فنا اور بقا کے سلسلہ میں دم مار سکے اور پیشوائی اور راہ نمائی کے تخت پر بیٹھ سکے! اگر کسی سالک کو ایک تار ریشم سے باندھ کر آسمان سے لٹکا دیں اور ایسی تیز ہوا چلے کہ دنیا کے تمام درخت تمام پہاڑ اور آسمان درہم برہم ہو جائیں اور تمام دنیا کا

http://Ashrafi.org

نظام برہم ہوجائے تمام دریا پٹ جائیں لیکن اس سالک کو اس جگہ سے ہٹانا چاہیں اور وہ نہ ہٹے (تب وہ مقتدائی اور پیشوائی کے قابل ہے)۔

حضرت قدوۃ الکبرا فرماتے تھے کہ پیر ایسا چاہیئے کہ راہِ تقلید چلا ہو اور بارگاہِ تحقیق تک پہنچا ہو اس لیے کہ غیر محقق کی اقتدا ایک بنیاد فاسد ہے! پیرو ہونا چاہیئے کہ طالبانِ طریقت وسلوک کی ایک جماعت نے اس کی تربیت کی پناہ میں اور احباب کی ایک جماعت اس کی درگاہ حمایت میں اپنے مقصد پر پہنچی ہو، اور اپنے سلوک کا سامان اپنے اعیان ثابتہ کی منزل تک پہنچایا ہو۔ (لوگوں نے اس کی رہنمائی سے اپنی منزل پائی ہو)۔ نیابت رسولؐ کی معطّر ہوا اس کے مقام کے دماغ میں چلی ہو (وہ پیر نیابت رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے بلند منصب پر فائز ہو)۔

تحقیق اور تقلید کا فرق

اس موقع پر ایک عزیز نے تحقیق وتقلید کا فرق دریافت کیا تو حضرت قدوۃ الکبرا نے فرمایا کہ ایک دن ہرات کے چند اکابر (علماء) حضرت شیخ احمد جام کے پاس آئے آپس میں توحید ومعرفت کے موضوع پر گفتگو ہونے لگی۔ ایک مقام پر شیخ نے فرمایا تم تقلید کے اعتبار سے یہ بات کہہ رہے ہو۔ ان کو یہ بات ناگوار گزری۔ اور انہوں نے کہا کہ ہم میں سے ہر ایک کے پاس ہستی صانع کے ثبوت میں اور اس کی وحدت پر اس کی ازلیت وابدیت پر ہزاروں دلیلیں موجود ہیں آپ ہم کو مقلدّ کس طرح کہہ رہے ہیں شیخ نے فرمایا کہ خواہ تمہارے پاس ہزاروں دلیلیں کیوں نہ موجود ہوں پھر بھی تم مقلدّ ہو۔ انہوں نے کہا کہ آپ کے اس قول پر کوئی دلیل بھی ہے؟ شیخ نے خادم سے فرمایا کہ تین دانے موتی کے لاؤ اور ایک طشت بھی! جب یہ چیزیں آگئیں تو شیخ نے ان سے کہا کہ بتایئے موتی کی اصل کیا ہے؟ انہوں نے کہا کہ ابر نیساں کے قطرے صدف کے اندر چلے جاتے ہیں اور اس کے جوف میں اللہ تعالیٰ کی قدرت کاملہ سے موتی بن جاتے ہیں۔ شیخ نے ان موتیوں کو طشت میں ڈال دیا اور کہا کہ تم میں سے ہر ایک ازروئے تحقیق اپنا ہاتھ اس طشت کے قریب لے جائے اور بسم اللہ الرحمٰن الرحیم پڑھ کر کہے کہ یہ تینوں موتی پگھل کر پانی بن جائیں۔ آئمہ کرام نے کہا کہ یہ تو عجیب بات ہے جو آپ کہہ رہے ہیں۔ شیخ نے فرمایا کہو تو! پہلے تم کہو۔ بعد میں مَیں کہوں گا۔ ان حضرات نے باری باری بسم اللہ الرحمٰن الرحیم پڑھ کر شیخ نے جو کچھ کہا تھا کہا لیکن وہ جوں کے توں موتی ہی رہے۔ جب شیخ کی باری آئی اس وقت ان پر ایک عجیب کیفیت طاری ہوگئی اس وقت انہوں نے طشت کے قریب منہ لے جاکر بسم اللہ الرحمٰن الرحیم کہا اسی دم وہ تینوں موتی پانی ہوگئے۔ ائمہ ہرات یہ دیکھ کر حیران رہ گئے تب شیخ نے فرمایا اسکن باذن اللہ تعالیٰ (اللہ کے حکم سے ٹھہر جاؤ۔) یہ کہتے ہی وہ پانی ایک موتی ناسفتہ کی شکل میں ہوگیا اور ٹھہر گیا سب لوگ حیران رہ گئے اور جو کچھ شیخ نے فرمایا تھا اس کا انہوں نے اعتراف کیا۔

شرطِ سوم

شرطِ سوم یہ ہے کہ <u>مرید کا بیکار اور غلط کاموں پر مواخذہ کرے</u>۔ خواہ وہ کم ہوں یا زیادہ۔ صغیر ہوں یا کبیر۔ اس سلسلہ میں مواخذہ کو نظر انداز نہ کرے اور تساہل کو روا نہ رکھے۔ اگر اس نے مرید کی ہفوات کے سلسلہ میں کسی قسم کا تساہل کیا تو گویا اس نے اپنے اس بلند مقام کا حق ادا نہیں کیا اور وہ مرید کی ہلاکت

http://Ashrafi.org

کے درپے ہے اس لیے کہ شیخوخیت کا مقام تو مرید کی تطہیر کے لیے ہے یعنی اس کو تمام ظاہری و باطنی ناپاکیوں سے اور صفات مذمومہ سے پاک کردے جیسا کہ بعض عارفین نے فرمایا ہے: **و مثله کمثل امام غاش رعیته و فی الاخرة مسئول وما خوذ** "اس کی مثل ایک بادشاہ کی طرح ہے جس نے خیانت کی ہے۔ جو رعیت کا مالک ہے اس سے آخرت میں سوال کیا جائے گا۔ اور وہ ماخوذ ہوگا۔

حضرت قدوۃ الکبرا کا عتاب

حضرت قدوۃ الکبرا کا گوہر علی نامی ایک مرید تھا اور حقیقت میں وہ دریائے شریعت کا ایک گوہر اور طریقت کی کان کا ایک جوہر تھا۔ ایک دن گوہر علی ہرات کے بازار سے گزر رہے تھے۔ ہرات کی عورتیں بڑی غارتگرِ ہوش ہوتی ہیں۔ گوہر علی نے کسی عورت سے بازار میں دو چار باتیں کیں لیکن اس میں شائبہ نفس بالکل نہیں تھا (گوہر علی اس سے پاک و منزہ تھے) لیکن اس پر بھی انہوں نے اسی وقت توبہ واستغفار کی اور لوٹ کر حضرت قدوۃ الکبرا کی خدمت میں حسبِ معمول حاضر ہوئے لیکن حضرت نے ان کی طرف بالکل التفات نہیں کیا۔ کچھ دیر کے بعد بطورِ وعظ آپ نے سلسلۂ کلام شروع فرمایا اور سخت غضبناک ہوکر فرمایا کہ ذرا اس گدھے کو تو دیکھو کہ بازار میں حسین عورتوں کے جمال کا نظارہ کرتا رہتا ہے اس کے بعد آپ نے حضرت دریتیم کو (جو مریدوں کے احتساب کے منصب پر مامور تھے) حکم دیا کہ گوہر علی کو ہماری مجلس سے نکال دو۔ یہ سنتے ہی ایک قلندر نے گوہر علی کو پکڑ کر مجلس سے باہر کر دیا (حرم وصل سے محروم کر دیا) جب چند روز اس طرح گزر گئے گوہر علی نے حضرت دریتیم کو اپنا سفارشی بنایا۔ اور حضرت قدوۃ الکبرا کی خدمت میں رجوع کیا اور جیسا کہ قلندروں کا طریقہ ہے اسے جوتوں کی جگہ کھڑا کر کے اس کی گوشمالی کرائی اور تمام مریدوں نے معافی کی درخواست کی اور اس کی خطا معاف کر دی گئی۔ اس موقع پر حضرت قدوۃ الکبرا نے فرمایا کہ فرقۂ ضلالت کی ہدایت کرنے والوں اور گمراہوں کو راہِ ہدایت پر لگانے والوں کے لیے یہ بات بہت اہم ہے کہ طالبان طریقت کے خطرات سے واقف رہیں تاکہ مریدوں کے دل میں کوئی وسوسہ خلافِ شریعت وطریقت پیدا نہ ہو اور ایسی نیت وارادہ سے جو کم ہمتی کے باعث اس میں پیدا ہوگئی ہو اس کو باز رکھیں۔

ایک بار سفر میں حضرت قدوۃ الکبرا سیلان کے راستے سے گزرے ایک جنگل میں (یہ ایک ایسا جنگل تھا جس کے اِدھر ادھر کہیں آبادی نہیں تھی) چنانچہ بغیر کچھ کھائے پیئے دو تین روز تک سفر کیا۔ کچھ لوگ بھوک پیاس سے بیقرار ہوگئے۔ حضرت قدوۃ الکبرا جب ساتھیوں کے اس اضطراب اور پریشانی سے آگاہ ہوئے تو آپ نے فرمایا کہ لوہے کا ایک ٹکڑا لاؤ۔ ایک قلندر کے پاس زنجیر کا ایک ٹکڑا تھا اس نے وہ ٹکڑا خدمت میں پیش کیا۔ آپ نے کچھ دیر اس لوہے پر نظر ڈالی وہ لوہا خالص سونا بن گیا آپ نے بابا حسین خادم کو وہ سونا دیا اور فرمایا یہاں سے پانچ چھ جریب (فرلانگ) کے فاصلہ پر ایک بازار ہے اس کو سوق المجانین (پاگلوں اور دیوانوں) کا بازار کہتے ہیں اس سونے کے ٹکڑے کو لو اس کے ٹکڑے کرو اور ایک ایسا ٹکڑا جس سے ہمارے ساتھیوں کے دو تین روز کی خوراک کا بندوبست ہو جائے بیچ ڈالو اور باقی ٹکڑے پانی میں پھینک دینا۔

http://Ashrafi.org

بابا حسین سوق المجانین میں پہنچے تو دیکھا کہ وہاں دریتیم ہاتھ میں درّہ لیے کھڑے ہیں اور بازار کو دیکھ رہے ہیں بابا حسین یہ دیکھ کر حیران رہ گئے اور فرمایا کہ آپ کو تو حضرت قدوۃ الکبرا نے اسلامی مملکت کی نگرانی پر مقرر فرمایا تھا۔ آپ یہاں کیسے آ گئے اور یہ درّہ ہاتھ میں کیوں ہے۔ یہ سُن کر حضرت درّ یتیم نے فرمایا کہ خاموش رہو اور اولیاء خدا سے مناظرہ مت کرو کہ ان لوگوں کا طرفۃ العین میں کہیں سے کہیں پہنچ جانا کچھ عجیب نہیں ہے۔ حضرت قدوۃ الکبرا نے سوق المجانین کا احتساب بھی میرے سپرد فرما دیا ہے۔ یہ درّہ اس وجہ سے میرے ہاتھ میں ہے کہ اگر کوئی اس گروہ کے خلاف کوئی عمل کر بیٹھے اور ان کے حال کی خلاف ورزی کرے تو میں اس کو سزا دوں اور دوستان حق کو جب کھانے پینے کی ضرورت پڑے اور وہ اس بازار میں آئیں تو اپنی خواہش کے مطابق کھانے پینے کا سامان خرید لیں! البتہ تم جس کام کے لیے آئے ہو وہ کام کرو! تم جاؤ کہ حضرت قدوۃ الکبرا تمہارے منتظر ہیں۔ یہ سن کر بابا حسین نے حضرت کے حکم کے بموجب عمل کیا اور بارگاہِ عالی میں روانہ ہو گئے۔ حضرت کی خدمت میں پہنچ کر انہوں نے عرض کیا کہ میں ساتھیوں کی تین یوم کی خوراک خرید لایا ہوں اور باقی تمام سونا پانی میں ڈال دیا ہے۔ حضرت کے مرید تنگر قلی کے کانوں میں یہ بات پڑ گئی۔ اُن کے دل میں یہ خیال آیا کہ اتنا سونا خواہ مخواہ ضائع کر دیا۔ ممکن تھا کہ کسی ضرورت مند کے کام آ جاتا۔ اس خطرہ کے دل میں پیدا ہوتے ہی حضرت نے ان کی طرف نگاہِ غضب سے دیکھا اور فرمایا کہ خدا کے معاملہ میں تمہیں دخل دینے کی کیا ضرورت ہے! تو جہانِ پروری خدا کو سکھا رہا ہے۔ جو ارحم الراحمین ہے غرضکہ تنگر قلی پر آپ نے عتاب فرمایا کہ جس کی شرح ممکن نہیں ہے۔ تنگر قلی بہت شرمندہ ہوئے اور بارگاہِ عالی سے تین روز کے لیے معزول کر دیئے گئے۔ آخر کار انہوں نے حضرت نور العین کو اپنی پناہ بنایا اور حضرت کی خدمت میں حاضر ہو کر بہت کچھ عذر خواہی کی اور ان کو معاف کر دیا گیا۔ اور حسبِ سابق نوازشوں سے سربلند ہونے لگے۔

شرطِ چہارم

شیخ کے لیے چوتھی شرط یہ ہے کہ مرید کی حرکات و انفاس پر محاسبہ کو لازمی قرار دے (مریدوں کا محاسبہ کرتا رہے) مرید کے خلوص اور صدق کے مطابق اس کی تمام باتوں کا محاسبہ کرے۔ کسی طرح اور کسی موقع پر اس میں مسامحت نہ کرے (ڈھیل نہ دے) اور اس کے تمام معاملات میں عزیمت کے ساتھ عمل فرمائے اور کسی طرح بھی اس کو رخصت (اجازت) نہ دے کہ یہ رخصت تو عوام کے لیے ہے کہ یہ لوگ صرف رسمی ایمان اور اس کے بھی اطلاق پر قناعت کر بیٹھے ہیں۔ لیکن طالبِ حقیقت کے لیے جس کا ایمان عوام کے ایمان سے بلند تر ہے۔ اس کے لیے ضروری ہے کہ وہ مجاہدوں اور ریاضتوں کے شدائد کو برداشت کرے کیونکہ جس نے طلب کیا تو اسکو راہ میں تاریکیوں کے مصائب سے چارہ کار نہیں ہے۔ شیخ ابو مدین سے منقول ہے کہ **ماللمرید الرخص** (مرید کیلئے اور رخصت یہ کیا ہے؟) شیخ ابو طالب خرزج فرماتے ہیں کہ رخصت شرعی کو طلب کرنا اور تاویلات کو قبول کرنے سے جو مسامحت نفس میں پیدا ہوتی ہے اس سے زیادہ نقصان پہنچانے والی چیز مرید کے لیے اور کوئی نہیں ہے (مرید کو اس سے بہت زیادہ نقصان پہنچتا ہے)۔

حضرت قدوۃ الکبرا مریدوں کا روزانہ محاسبہ فرماتے تھے

حضرت قدوۃ الکبرا کی ہمیشہ کی یہ مقررہ عادت تھی کہ آپ اپنے اصحاب کا نمازِ مغرب ادا کرنے اور حلقہ ذکر سے فراغت کے بعد محاسبہ فرمایا کرتے تھے۔ اور اس سلسلہ میں مسامحت سے اعتراض فرمایا کرتے تھے (کبھی چشم پوشی نہیں فرماتے تھے) آپ نے ہر ایک مرید کو دوسرے کا جاسوس مقرر کر رکھا تھا۔ اس طرح ہر ایک مرید کے تمام افعال و اعمال آپ کے سامنے پیش ہو جاتے ہیں۔ اگر کوئی مرید نوافل کی ادائیگی میں بھی سُستی کرتا یا اعمالِ حسنہ میں ذرا بھی کاہلی کرتا تھا اس کو بقدر اس کی کاہلی اور سستی کے جھڑکا جاتا اور ناراضگی کا ایسا اظہار کیا جاتا جس کی شرح ممکن نہیں۔

حضرت قدوۃ الکبرا نے فرمایا کہ حضرت شیخ علاؤ الدّ ولہ سمنانی قدس سرہ فرماتے تھے کہ تمام انبیائے کرام دنیا میں اس لئے تشریف لائے تا کہ مخلوق کی آنکھ کھولدیں اپنی کمی اور حق تعالیٰ کے کمال سے اور اپنی ناتوانی اور حق تعالیٰ کی قدرت سے اور اپنی سختی اور حق تعالیٰ کے عدل سے اور اپنی ناواقفی اور حق تعالیٰ کے علم سے اور اپنی پستی اور حق تعالیٰ کی بلندی سے اور اپنی بندگی اور حق تعالیٰ کی خداوندی سے اور اپنی ناداری اور حق تعالیٰ کی بے پرواہی سے اور اپنی درویشی اور حق تعالیٰ کی نعمتوں سے اور اپنے فنا اور حق تعالیٰ کے بقا سے۔ اور اسی طرح شیخ بھی اس لئے ہے کہ مرید کی آنکھ کو ان امور میں کھولدے تو جتنا مرید اپنے قیام و کمال میں زیادہ کوشش کرتا ہے یا عمل کرتا ہے تا کہ اس کا کمال ظاہر ہو سکے شیخ اس سے اتنا ہی زیادہ رنجیدہ ہوتا ہے اس لیے کہ شیخ مرید کی تربیت میں یہ تمام صعوبات اس لیے برداشت کرتا ہے کہ وہ اپنے مرید کی اس آنکھ کو بند کر دے جو کمال کی دیکھنے والی ہے اور کمالِ حق کی مشاہدہ کرنے والی آنکھ کو کھول دے۔ پس مرید اگر اپنے کمال کو دیکھنے والی آنکھ کھولتا ہے تو اس کے معنی یہ ہیں کہ وہ اپنے شیخ کے رنج میں اضافہ کرتا ہے۔ اپنے رنج میں نہیں! پس مرید کو چاہیئے کہ ہمیشہ اپنے نفس کی گھات میں لگا رہے اگر اپنے کمال نظارہ کے لیے کسی وقت اس کی آنکھ وا ہو جائے تو فوراً اس کو بند کر دے۔ اگر وہ ایسا نہیں کرے گا اور نفس کو اس سے خبردار نہیں کرے گا تو پھر اس کا نفس ہر طرف سے اپنے کمال کے مشاہدہ کے لیے آنکھیں کھول دے گا۔ اور کمالِ حق کے مشاہدہ سے اپنی آنکھوں کو بند کر دے گا کہ نفس کی خاصیت ہی یہی ہے۔

شرطِ پنجم

پانچویں شرط یہ ہے کہ شیخ کے لیے لازم ہے کہ وہ مرید کے سامنے تنزیہہ و تقدیس کی سب سے زیادہ کامل صورت میں (پاکیزہ صورت اور پاکیزہ حال میں) پیش ہو اور اپنے مرید پر اپنے رازوں کو ہرگز ظاہر نہ کرے سوائے اسکے کہ وہ اس کے کھانے پینے اور سونے اور دوسرے اوصاف بشری کا صرف مشاہدہ کر سکے اور اس کی دوسری باتوں سے آگاہ نہ ہو ورنہ شیخ کی خدمت میں کمی پیدا ہوگی اور ایک طرح سے اس میں مرید کا بھی نقصان ہے۔[۱] پس لازم ہے کہ شیخ متحمل رہے اور اسرار الٰہی اور افکار ربّانی کو طالب کے حوصلہ کے بقدر بیان

---

[۱] ایک معنی یہ بھی ہو سکتے ہیں کہ اگر اپنے اسرار سے مرید کو مطلع کرے گا اس سے مرید میں ضعف و نقصان پیدا ہوا تو یہ امر بھی اس کی قلت مردت کا باعث ہوگا۔

http://Ashrafi.org

کرے ورنہ سم قاتل کی طرح مضرت رساں ہے۔ حضرت قدوۃ الکبرا فرماتے تھے کہ بعض اسرار منتہی کے لئے ہیں اگر مبتدی آگاہ ہوتا ہے تو اُس کے انکار کا سبب ہوتا ہے اور پھر یہ انکار اس کے حرمان کا باعث بنے گا۔ حق تعالیٰ تمام طالبوں کو ان مہلکات سے اپنے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کی اولاد امجاد کے صدقہ میں محفوظ رکھے۔

شعر

بدم درسرکنی ای یار زنہار — برا دل میں کہے تو مجھکو اے یار
اگر گردی دمی در گرد افکار — اگر دم بھر پھرے تو گردِ افکار

ان حضرات (مشائخ) کے بہت سے اسرار اس انداز کے ہیں کہ مبتدی سالک ان کو نہیں سمجھ پاتا۔ اور اگر نہ سمجھتے ہوئے بھی اس نے ان کو تسلیم کرلیا اور دل میں ان کو چھپائے رکھا۔ معاذ اللہ اگر کسی دوسرے کے سامنے (جو اس کا اہل نہیں ہے) بیان کر دیا تو بڑی قباحت ہوگی۔ اسی لیے اکثر مشائخ نے یہی فرمایا ہے کہ پیر کے اسرار کو ظاہر کر دینا منصور کی طرح سولی پر چڑھا دیتا ہے۔ چنانچہ کہا جاتا ہے کہ حضرت شیخ عمرو عثمان مکی قدس سرہ نے جو شیخ منصور کے استاد اور شیخ تھے ایک کتابچہ تصنیف کیا تھا جو علمِ توحید پر مبنی تھا۔ اس کتابچہ میں انہوں نے توحیدِ الٰہی کے بہت سے حقائق ومعارف بیان کیے تھے اور اپنی عمر کا ایک بڑا حصہ اس کی تصنیف میں صرف کر دیا تھا۔ چونکہ اسرار توحید کے وہ راز اور نکات عام افکار کے ادراک سے باہر تھے اس لیے وہ اس کتابچہ کو مخلوق کی نظر سے چھپا کر رکھتے تھے۔ شیخ منصور نے پوشیدہ طور پر وہ کتابچہ حاصل کرلیا۔ اور اس کے رازوں کو آشکارا کر دیا۔ علمائے ظاہر تک وہ غوامض توحید پہنچے چونکہ مسائل ومباحث بہت دقیق اور باریک تھے وہ نہ سمجھے اس سے منکر ہوئے اور چھوڑ دیا۔ شیخ عمرو عثمان مکّی کو جب یہ معلوم ہوا تو انہوں نے حلّاج (منصور) پر نفریں کی اور ان کے حق میں بددعا کی اور کہا کہ الٰہی! منصور پر کسی شخص کو مقرر فرمادے جو اس کے ہاتھ پاؤں کاٹ کر اس کو سولی پر چڑھا دے۔ پس منصور پر جو کچھ گزری یہ استاد کی اسی بدؑعا کا نتیجہ تھا۔

قطعہ

پیش این الماس بی اسپر میا — بے سپر اس تیغ کے آگے نہ آ
کز بریدن تیغ رانبود حیا — کاٹنے میں تیغ کو کیا ہے حیا
نکتہا چون تیغ پولاداست تیز — نکتے ہیں تلوار فولادی سے تیز
گرنداری تو سپر واپس گریز — گر نہیں رکھتا سپر کر جا گریز

حضرت شیخ کبیر نے حضرت قدوۃ الکبرا کے حضور میں عرض کیا کہ مشائخ وصوفیہ کی جماعت میں سب سے پہلے بزرگ کون تھے جو ان اشارات (اسرار تصوّف) کو معرضِ تحریر میں لائے (رموزِ تصوف کو سب سے پہلے تحریر کیا) اور کس طرح ان کو بیان کیا اور میزان لسان نے ان کو کس طرح بیان کیا؟ حضرت قدوۃ الکبرا نے بیان فرمایا کہ اسرار معارف کا مرتبہ اس سے کہیں بلند ہے کہ وہ بیان میں آسکیں اس لیے کہ علوم معارف جس طرح کہ ہونا چاہیئے دل ہی

میں نہیں آتے ، اور جس طرح یہ دل میں اترتے ہیں انکو بیان اور قیدِ کتابت میں نہیں لایا جاسکتا۔ حضرت خواجہ ذوالنون مصری پہلے بزرگ ہیں جوان اشارات کو عبارات میں لائے اور اس موضوع پر گفتگو کی۔ جب طبقہ دوم میں سید الطائفہ شیخ جنید بغدادی کا زمانہ آیا تو انہوں نے اس علم کی نگہداشت کی اور اس کو وسعت بخشی اور اس موضوع پر کتابیں تصنیف فرمائیں۔ جب حضرت شبلی کا زمانہ آیا تو وہ اس علم کو منبر پر لے گئے اور مخلوق پر ظاہر کر دیا۔

اشعار

سر کہ سر بمہر نمودند عاقلان	جس سر کو عاقلوں نے کیا سر بمہر تھا
دیوانہ را نگر کہ بمردم نثار کرد	دیوانہ نے کیا اسے ہر شخص پر نثار
ہرگوہری کہ بود بدریائ دل نہان	دریائے دل میں جتنے تھے پوشیدہ موتیاں
بیرون کشید و ردِ ہمہ روزگار کرد	سب کو نکالا رکھدیا پھر پیشِ روزگار
راز درون پردہ برون کرد چون خطیب	اندر کا بھید کردیا باہر خطیب نے
آمد قرار منبر و خود آشکار کرد	منبر پہ آیا خود ہی کیا اس کو آشکار

رباعی

کہا میں سنتا ہوں اور میں کہتا ہوں کیا کونین میں میرے سوا کوئی ہے؟

کجا غیر کو غیر کو نقش غیر	کہاں کون ہے غیر اور نقش غیر
سوی اللہ و اللہ معافی الوجود	قسم ہے خدا کی نہیں جز خدا
من می شنیدم و گویم من	میں سنتا ہوں اور کہتا ہوں برملا
ایاہست درود جہان غیر من	کہ ہے کوئی دنیا میں میرے سوا

خواجہ ذوالنون نے فرمایا کہ تین سفر میں نے کیے اور تین علم لایا پہلے سفر میں وہ علم لایا کہ عام وخاص سب نے قبول کرلیا اور دوسرے سفر میں میں وہ علم لایا جس کو خاص نے قبول کیا اور عام نے نہیں قبول کیا اور تیسرے سفر میں میں وہ علم لایا جس کو نہ خاص نے قبول کیا اور نہ عام نے تو میں منفرد تن تنہا اکیلا باقی رہ گیا شیخ الاسلام پیر ہرے کہتے ہیں کہ پہلا تو توبہ کا علم تھا جس کو خاص وعام نے قبول کرلیا دوسرا توکّل ومعاملہ ومحبت کا علم تھا کہ خاص نے قبول کیا نہ عام نے نہیں اور تیسرا حقیقت کا علم تھا جو مخلوق کی عقل وعلم کی طاقت میں نہیں ہوتا۔ لوگ سمجھ نہ سکے اور ان کو چھوڑ دیا اور ان پر انکار کے لئے اُٹھے۔ یہاں تک کہ وہ دنیا سے رخصت ہوئے۔ پچھلا سفر پاؤں سے نہیں ہوا تھا کیونکہ اس تک قدم سے جانے والے نہیں جاتے کہ سب مل کر روانہ ہو جائیں۔

شرطِ ششم

یہ ہے کہ مرید کو اس کی اجازت نہ دے کہ دوسرے پیر کے پاس یا دوسرے پیر کے مریدوں کے پاس بیٹھے کیونکہ ممکن ہے کہ اس مرید کی خواہش جداگانہ ہیں اور ان کے پیر کا حکم ان کی خواہشوں کے خلاف ہے تو ہر ایک دوسرے پیر کے حکم کو اپنی خواہش کے موافق پاتا ہے تو خواہ مخواہ ادھر جھکتا ہے اور یہ جھکنا اس گروہ کے

نزدیک ارتداد معنوی ہے اور یہ مرتد ہونا طریقت کے رو سے دوری و بے تعلقی کا موجب ہے جب دوسرے پیر کی طرف جھکا تو اس کا پیر نظر سے گر جاتا ہے اور دوسرے پیر کی صحبت پر مائل ہوتا ہے اور اس کی خدمت اختیار کرتا ہے اور اگر یہ دوسرا شیخ بھی اربابِ حقیقت سے ہے تو مقامِ پیری کے موافق اسی چیز کا حکم دیتا ہے جس کو پہلے پیر نے فرمایا تھا اور جب ان کے فرمان کو اپنی خواہش کے خلاف پاتا ہے تو پھر اپنے پیر کی طرف رجوع کیا، معلوم ہوا کہ مرید سچا نہ تھا اس مثل کے موافق کہ یہاں سے ہانکا وہاں سے بھگایا ذلیل و بے کار و سرگرداں جانے والوں کے ساتھ نفس و جہالت کے قید خانہ میں گیا۔ خدا کی پناہ اس بے تعلقی ورسوائی سے۔

نقل ہے کہ خواجۂ زمانہ گنج شکر قدس اللہ سرہ العزیز اپنے پیر حضرت خواجہ قطب الدین کی خدمت میں تھے حضرت معین الدین کسی اسلامی امر اہم کے لئے دارالسلطنت دہلی میں سلطان شمس الدین سے ملنے آئے جو خواجہ قطب الدّین کے مرید تھے۔ حضرت خواجہ قطب الدین استقبال کے لئے نکلے اور بڑی تعظیم سے آپ کو لائے۔ حضرت گنج شکر حضرت شیخ معین الدین کی زیارت کو نہ گئے۔ لوگوں نے پوچھا کہ جب تمہارے دادا پیر شہر میں آئے تو کیوں ان کی خدمت میں تم نہیں گئے۔ فرمایا کہ دو وجہ سے میں ان کی خدمت سے محروم رہ گیا ایک وجہ یہ کہ مجھے کام تو اپنے پیر سے ہے نہ کہ دوسرے سے، دوسری وجہ یہ کہ دونوں حضرات ایک مجلس میں تھے اگر پہلے میں اپنے پیر کا قدموس ہوتا تو پیر اپنے پیر کے ادب سے اس کو ادب نہ شمار کرتے اور اگر دادا پیر کی طرف متوجہ ہوتا ہوں تو پیر کے واسطہ ہونے کا ادب ترک ہوا جاتا ہے۔ ہم کو دادا پیر کی پہچان تو پیر ہی سے حاصل ہوئی ہے نہ کہ دوسرے سے۔ بالآخر حضرت خواجہ معین الدین نے حضرت خواجہ قطب الدین سے فرمایا کہ بابا بختیار میں نے سنا ہے کہ مولانا فرید نے تم سے تعلّق پیدا کیا ہے وہ کیسے شخص ہیں میں نے ان کو نہیں دیکھا۔ حضرت نے مولانا کو طلب کیا اور ان کا ہاتھ پکڑ کر خواجہ کے پاؤں پر لاکر ڈال دیا جب نظر شیرف ان کے چہرہ پر پڑی تو بہت خوش ہوئے فرمایا کہ بہت اچھے شخص ہیں ایک دن حضرت خواجہ معین الدین اور حضرت خواجہ قطب الدّین بیٹھے تھے حضرت شیخ فرید خدمت کے لئے کھڑے تھے آپ نے فرمایا کہ بابا بختیار اب اس کا وقت ہے کہ فرید کو نظمِ ولایت وعقدِ معرفت کا یکتا بنادو، فرمایا بہت اچھا اور دونوں بزرگوار حجرہ میں گئے پھر جو کچھ دینا تھا دیا۔

حضرت قدوۃ الکبرا نے اس تمثیل کے مطابق ارشاد فرمایا کہ تمام مشائخ کا اس پر اتّفاق ہے کہ شیخ کو لازم ہے کہ ہمیشہ مرید کی عادت کے خلاف حکم کرے کہ ارادت نام ہے ترک عادت کا مثلاً ایک مرید ہے کہ بہت زیادہ اور بڑے بڑے وظیفوں اور دُرودوں کا شغل رکھتا ہے باطن اور اذکار باطنی و ظاہری کی طرف متوجہ نہیں ہوتا اس صورت میں ظاہر ہے کہ شیخ اس کو ان وظائف کثیرہ سے روکے گا۔ اور سلسلہ کے وظائفِ مقررہ میں مشغول رہنے کا حکم دے گا اور جو اشغال اہم ہیں ان میں مشغولیت کا حکم دے گا۔ اسی طرح دوسرے شیخ کا ایک مرید ہے جس کی حالت یہ ہے کہ وہ مشائخ کے معمولِ وظائف کی طرف بالکل توجہ نہیں کرتا البتّہ باطنی توجہ پر خاص نگاہ رکھتا ہے۔ نمازِ فرض کو بھی کبھی کبھی ترک کردیتا ہے تو اس صورت میں شیخ کیلئے ضروری ہے کہ اسکو وظائف میں مشغول ہونے کی ترغیب

http://Ashrafi.org

دے اور توجّہ اشغالِ باطنی میں جتنا بزرگانِ مشائخ کا معمول ہے اس سے زیادہ توجّہ کرنے سے روکے۔ اس لیے کہ طائفۂ صوفیہ اور مشائخ کبرٰاء کا اس پر اتفاق ہے کہ صوفی کو ''ابوالوقت'' ہونا چاہیئے۔ ابن الوقت نہیں ہونا چاہیئے۔ اس کی تصریح انشاءاللہ اس کے مقام پر کی جائے گی۔ اب دونوں مریدوں کا کسی جگہ پر رہنے کا اتفاق ہوا۔ دونوں نے ایک دوسرے سے اپنے اشغال کے بارے میں دریافت کیا۔ دونوں نے اپنے اشغال و وظائف ایک دوسرے سے متضاد پایا تو اس موقع پر کچھ تعجب نہیں کہ دونوں دل کے عادات انکار کے طور پر دونوں سے ظاہر ہوں۔

حضرت قدوۃ الکبرا نے تقریباً فرمایا کہ شیخ ابوبکر قحطی جو شیخ عثمان حیری کے مریدوں میں سے تھے کی بغداد کے مشائخ میں سے ایک شیخ سے ملاقات ہوئی انہوں نے دریافت کیا کہ تمہارے پیر نے تم کو کیا تعلیم دی ہے مرید نے جواب دیا کہ مجھے اطاعت الٰہی بجا لانے اور گناہ کو جرم جاننے کو فرمایا ہے۔ تمہارے پیر نے یہ ایک پوشیدہ غرور تم کو سکھایا ہے کیونکہ تصوّف اور توحید میں یگانگت چاہیئے حالانکہ وہ گناہوں کو اپنے سے سمجھتا ہے اور عمل کو اپنے سے جانتا ہے کیوں نہ موافقِ ارشاد:

وَاللّٰهُ خَلَقَكُمْ وَمَا تَعْمَلُوْنَ ۝ [1] — اور تمہیں اور تمہارے سب کاموں کو اللہ ہی نے پیدا فرمایا

عمل و قول کو اس سے دیکھے جس شخص کی بندگی کی وفاء ذات ربوبیت میں داخل نہ ہوئی اس کا شمول بندگی میں نہ ہوا ہر چند کہ ان بزرگ نے افعال کو اپنے سے دیکھنا اس کو تنگی فرمایا لیکن ہرگز مرید یہ ملاحظہ نہیں کر سکتا۔ نعوذ باللہ اگر ابوبکر قحطی کے دل میں یہ سن کر اپنے شیخ کی طرف سے بدگمانی پیدا ہو جاتی تو کس قدر خرابی پیدا ہوتی ہے۔ اللہ تعالیٰ ہم کو اس سے محفوظ رکھے۔

حضرت قدوۃ الکبرا فرماتے تھے کہ شیخ طبیب حاذق اور تجربہ کار حکیم کی طرح ہے جو ہر مریض کا علاج اور اس کی دوا اس کے مرض اور اس کے مزاج کے مطابق تجویز کرتا ہے۔ مثلاً اگر کسی کے مزاج میں گرمی اور صفرا کا غلبہ ہے تو اس کیلئے شربت نبات تجویز کرتا ہے اور ایک شخص کو ہیضہ کا مرض ہو تو اس کو فاقہ کراتا ہے۔ یہی کیفیت مشائخ کی ہے وہ بھی مرید کے حسبِ حال اس سے مجاہدہ کراتے ہیں کسی سے سخت اور کسی سے سہل اگر مختلف استعداد کے یہ مرید ایک دوسرے کے حال سے مطابقت چاہیں (کہ سب کی تربیت یکساں انداز پر کی جائے) تو یقیناً یہ ان کی محرومی کا باعث ہوگا۔ چنانچہ حضرت خواجہ مظفر کرمانشاہی قدس سرہ کو ریاست اور امیری کی حالت میں یہ دولت سلوک نصیب ہوئی اور کرامت کا تاج ان کے سر پر رکھ دیا گیا۔ ؎

رباعی

کسی رابی مشقت تاج برسر — کسی کو بے مشقّت دیدیا تاج
نہادہ بادشاہی خشکی و تر — عطا خشکی تری کا کردیا راج

---

[1] پ ۲۳ صٓفٰت ۹۹

http://Ashrafi.org

دگررا کردہ در منزل جگر ریش — کسی کو کردیا منزل میں زخمی
بس آنگہ خواند سوئ مسند خویش — وہاں سے لوٹا وہ مسند پہ اپنی

حضرت شیخ ابوسعید ابوالخیر قدس سرہ کا ارشاد ہے کہ ہم کوتو اس درگاہ میں بندگی کے راستہ سے پہنچنا نصیب ہوا۔اور خواجہ ابومظفر کرمان شاہی کو خداوندی اور ریاست کے ذریعہ سے یہ دولت نصیب ہوئی۔یعنی ہم نے مجاہدہ سے مشاہدہ حاصل کیا اور انہوں نے مشاہدہ کے ذریعہ مجاہدہ کی منزل پائی۔خود حضرت خواجہ ابومظفّر فرماتے ہیں کہ جو کچھ لوگوں کو وادیوں اور جنگلوں کے طے کرنے کے بعد ملتا ہے مجھے وہ مسند اور بالش پر بیٹھتے ہوئے مل گیا۔اربابِ رعونت انکے اس قول کو دعویٰ پر محمول کریں گے حالانکہ ایسا نہیں بلکہ اظہارِ حقیقت ہے۔

شعر

نہ ہر کس میرسد منزل باین راہ — نہیں ہر اک کی منزل کو ہے یہ راہ
نہ ہر کس می نہد پا برسرگاہ — نہ سب کی ہے رسائی تا بدرگاہ

اور یہ دعویٰ نقصِ حال پر گواہ ہے۔

شرطِ ہفتم

یہ ہے کہ <u>ابتدائے تربیت میں مرید کو پاک غذا کے بارے میں یقین دلائے</u> کیونکہ اکثر بیشتر مریدین کیلئے یہی قوت وغذا آفت بن جاتی ہے کہ اکثر لوگ پیٹ کے بندے ہیں اپنی تمام ہمت اسی کھانے پینے پر مرکوز رکھتے ہیں ان کی اصلاح کی تدبیر یہ ہے کہ ان کو ایسی جگہ رکھا جائے کہ اس کے اطراف میں اور کوئی نہ ہو اور ان کو خلوت میں بٹھا دیں اور شیخ اپنی ہمت سے ان کی مدد کرے اور ان کو جتلا دے کہ تمہارا رزق تمہاری کوشش کے بغیر یقیناً تم کو ملے گا یہ عمل اس وقت تک جاری رکھا جائے کہ اس سلسلہ میں ان کا یقین پختہ ہو جائے اور توکل کی دولت ان کو حاصل ہو جائے۔

حضرت قدوۃ الکبرا فرماتے تھے کہ پاک غذا ایک بیج کی طرح ہے جو سالک کے معدہ کی زمین میں بویا جاتا ہے۔اگر وہ بیج پاک اور حلال غذا کا ہے تو اس سے اعمال صالحہ کا درخت پیدا ہوگا اور اگر مشتبہ روزی کا بیج بویا گیا ہے تو اس سے خطرات فاسدہ اور عبادت میں کسالت پیدا ہوگی (عبادت میں کسل اور دل میں وسوسے پیدا ہوں گے) اور اگر حرام روزی ہے تو معصیت ونافرمانی کا درخت نشوونما پائے گا۔حضرت شیخ ابواسحاق شامی قدس سرہ حضرت شیخ ابواحمد ابدال قدس سرہ کی والدہ کو اکل حلال کی سخت تاکید فرمایا کرتے تھے تاکہ پاکیزہ اور پاک دودھ اس نومولود کو پلاسکیں۔کہتے ہیں کہ حضرت ابواحمد ابدال سلطان فرشنافہ کے صاحبزادہ تھے جو چشت کے شرفا اور ملک کے امیروں میں سے تھے۔

ان کی ایک بہن بہت ہی صالح تھیں شیخ ابواسحاق شامی ان کی خاطر سے کبھی کبھی ان کے وہاں جایا کرتے تھے اور ان کے یہاں کھانا بھی کھاتے تھے۔ایک دن انہوں نے ان صالحہ بی بی سے کہا کہ تمہارے بھائی کے ایک فرزند پیدا ہوگا جسکی بڑی شان ہوگی تم کو اپنے بھائی کی بیوی کی نگرانی کرنی چاہیئے تاکہ حمل کے زمانہ میں مشتبہ اور حرام غذا نہ کھائیں۔وہ ضعیفہ عفیفہ حضرت ابواسحاق شامی کے ارشاد کے مطابق اپنے

http://Ashrafi.org

ہاتھ سے رسی بٹتی تھیں۔اوراس کوفروخت کرتی تھیں اوراس کی قیمت سے اپنی بھاوج کی ضروریات پوری کرتی تھیں۔ تاانیکہ ۲۶۰ھ میں المعتصم باللہ کی حکومت کے زمانہ میں خواجہ ابواحمد پیدا ہوئے وہ صالحہ خاتون ان کو اپنے گھر لے آئیں اور حلال روزی سے ان کی پرورش کرتی رہیں۔کبھی کبھی شیخ ابواسحاق شامی بھی ان کے گھر تشریف لاتے تھے۔اور عہدِ طفلی میں خواجہ ابواحمد کو بھی کبھی دیکھ لیتے تھے۔اور فرماتے تھے کہ اس بچّے سے ایسی خوشبوآرہی ہے جس سے ظاہر ہوتا ہے کہ اس سے ایک زبردست خاندان پیدا ہوگا اوراس کی ذات سے عجیب وغریب احوال وآثار مشاہدہ میں آئیں گے۔ ؎۱

شرطِ ہشتم

شرطِ ہشتم یہ ہے کہ اگر کوئی شیخ اپنے کسی ہم عصر شیخ کو نسبت میں اپنے سے قوی پائے تو شیخ کو چاہیئے کہ اس کی صحبت اختیار کرے اوراپنے مریدوں کو بھی اس کی خدمت میں حاضر ہونے کا حکم دے اس لیے کہ اس کی اور دوسروں کی بہتری اسی میں ہے اگر وہ ایسا نہیں کرتا ہے تو سمجھ لینا چاہیئے کہ اس شیخ کی شیوخیت ،حبِّ جاہ پر مبنی ہے اور لوگوں کو اپنی طرف متوجہ کرنے کے لیے ہے۔اور وہ صرف دنیاوی دولت کو کمانے کے لیے ولی بن بیٹھا۔ ہمت ونسبتِ طریقت سے اس کا کچھ تعلق نہیں ہے۔حبِّ ریاست اور خواہش برتری کے سوااس میں کچھ نہیں ہے۔(یہ بہت بڑا نقص ہے)اسی اعتبار سے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے

لوکان موسیٰ حیاً لما وسعه الّا اتّباعی	اگر موسیٰ علیہ السلام زندہ ہوتے تو ان کو میری اتباع کے بغیر چارہ نہ ہوتا۔

الیاس وعیسیٰ ہمارے پیغمبر کے حکمِ شریعت کے ماتحت ہیں تو مشائخ کو ایسا ہی ہونا چاہیئے۔

حضرت قدوۃ الکبرا قریب قریب فرماتے تھے کہ جس وقت حضرت شیخ الاسلام احمد زندہ پیل جامی کی توجّہ ہرات کی طرف ہوئی اور سب ساتھی سفر کے لئے کمر بستہ ہوئے جب شکیبان گاؤں میں پہنچے چند ہمراہی بزرگوں نے پوچھا کہ حضرت شیخ ہرات میں داخل ہوں گے شیخ نے فرمایا کہ اگر لوگ لیجائیں تو جائیں گے اور اگلے مشائخ ہرات کو باغیچۂ انصاریاں کہتے تھے اور باغیچہ میں لوگ نہیں آسکتے بغیر باغباں کی اجازت کے۔

شعر

بی نفس رخصت این باغبان	آنے کی رخصت جو نہ دے باغباں
رہ نتوان یافت درین بوستان	پا ہی نہیں سکتا رہِ بوستاں

حضرت شیخ احمد جام کے پہنچنے کی خبر جابر بن عبداللہ کو پہنچی تو انہوں نے فرمایا ہم جاتے ہیں شیخ الاسلام احمد جام کے محافہ کو کاندھے پر اٹھا کر شہر میں لے آتے ہیں۔ پھر فرمایا کہ ان کے والد شیخ عبداللہ انصاری کے محافہ کو نکال لائیں

؎۱ سلسلۂ عالیہ چشتیہ آپ ہی سے جاری ہوا۔آج بھی لاکھوں سے فزوں حضرات اس سلسلے عالیہ سے وابستہ ہیں اور وہ پیش گوئی صادق آئی ہے۔

http://Ashrafi.org

اور شہر میں اعلان کیا کہ سارے بزرگ حضرت شیخ الاسلام احمد کے استقبال کے لئے نکلیں، سب بزرگ نکلے اور روانہ ہوئے جب شکیبان گاؤں میں پہنچے اور حضرت شیخ کی خدمت میں آئے اور ان کی مبارک نگاہ آپ پر پڑی تو اپنی جگہ پر رہ گئے اور بڑی کیفیت پیدا ہوئی۔ دوسرے دن محافہ لائے اور درخواست کی کہ یہ طے پایا ہے کہ آپ کو کاندھے پر شہر میں ہم لے چلیں کرم فرمایئے اور محافہ میں بیٹھئے حضرت شیخ الاسلام نے قبول کیا اور محافہ میں بیٹھے آگے کے دونوں بازو کو شیخ جابر بن عبداللہ اور قاضی ابوالفضل یحییٰ نے پکڑا اور پیچھے کے دونوں بازو کو امام ظہیرالدین زیاد اور امام فخرالدین علی ہیبتی نے پکڑا اور روانہ ہوئے اور کسی کو نہیں دیا۔ حضرت شیخ چپ تھے یہاں تک کہ کچھ دیر چلے پھر فرمایا کہ محافہ کو رکھ دو تا کہ ایک بات ہم کہیں جب محافہ کو رکھ دیا تو فرمایا کہ آپ لوگ جانتے ہیں کہ ارادت کیا چیز ہے؟ سب نے کہا فرمایئے فرمایا ارادت فرمانبرداری ہے سب نے کہا بجا ہے فرمایا کہ جب ایسا ہے تو آپ لوگ سوار ہوں تا کہ دوسرے لوگ محافہ اُٹھائیں تا کہ ہر ایک کا ایک حصّہ ہو جائے بزرگ لوگ سوار ہوئے دوسروں نے محافہ کو لیا اتنی مخلوق شہر اور گاؤں سے آئی تھی کہ بہتیرے مشہور حضرات تھے کہ ان کی نوبت نہ آئی جب شہر میں پہنچے اور شیخ عبداللہ انصاری کی خانقاہ میں اترے تو اکثر بزرگوں نے جو پیر و مرشد تھے اپنے مریدوں کو شیخ الاسلام کے حضور پیش کیا اور خود بھی فائدہ مند ہوئے۔

حضرت قدوۃ الکبرا فرماتے تھے کہ مرید کو کسی طرح اجازت نہ دیں کہ برادرانِ طریقت کے سوا دوسرے کے ساتھ بیٹھے اور نہ کسی سے بات چیت کرے اور نہ کسی سے دوستی اختیار کرے اور نہ کسی کو دیکھنے جائے اور نہ کسی کو اپنے دیکھنے کی اجازت دے اور دوسرے اس کی اجازت نہ دے کہ اپنے واقعات و واردات کو دوستوں سے کہے اگر ان سب باتوں میں اس کو آزاد چھوڑ دے اور منع نہ کرے تو یقیناً اس کے حق میں برائی کی۔

حضرت قدوۃ الکبرا فرماتے تھے کہ اگر سو آدمی ایک طرح کے کسی امر میں اکٹھا بیٹھیں اور ایک پریشان ان میں ہو تو موافق اس مثل کے کہ اکثر بھی برے کے تابع ہوتے ہیں وہ سب پر غالب ہو جاتا ہے اور اس کی صحبت پریشانی کو لوٹا لاتی ہے غیر جنس سے بچنا سب سے زیادہ ضروری ہے۔

مصرعہ

روح را صحبت ناجنس عذابست الیم

روح کو صحبتِ ناجنس ہے اک سخت عذاب

حضرت قدوۃ الکبرا فرماتے تھے کہ صحبت اس شخص سے رکھنا چاہیئے جس سے پوری طرح ربط ہو تا کہ حصول مقصود کا سبب ہو اور وہ نسبت کی کشش حقِ سبحانہ وتعالیٰ کی ایک محبّت ہے اور اگر ایسا نہ ہو تو بجز اجنبیت اور جدائی کے کوئی چیز حاصل نہیں ہوتی۔ اسی لیے بعض بزرگان طریقت نے فرمایا ہے کہ وجد و حال والے ان لوگوں کے پاس جن پر علمی احکام کا غلبہ ہے نشست نہ کریں کیونکہ انکی صحبت وجد و توحید کے عطایا اور طریقوں کو بند کر دیتی ہے نیک اور عبادت گذار اور اہلِ علم درحقیقت عزّت والے ہیں اور غنیمت ہیں۔ ہم انکے معتقد ہیں لیکن وہ نسبت و طریقت کے مناسب نہیں ہیں۔ خاص محبت کے وقتوں میں اس قسم کے لوگوں کے آنے پر آپ بے حد متوحّش ہوتے تھے اور لوگوں کی

http://Ashrafi.org

بلند حکایات بیان نہیں فرماتے تھے۔ایک بار محلہ خواجہ گفتی کے حجرہ میں اس خادم سے اہل معرفت کے حکایاتِ عالی بیان فرماتے ہوئے بیحد گرم ہو گئے تھے اور یہ خاکسار آپ کے دلپذیر معارف اور معرفت کے انوار کے سایہ میں محو ہو چکا تھا کہ اچانک ایک صاحب آ گئے جن پر زہد و تقویٰ کی نسبت غالب تھی، ان کے آتے ہی حضرت قدوۃ الکبرا خاموش ہو گئے اور فرمایا ''سخنے از شما گریخت''بس اب بات ختم۔یعنی آنے والا چونکہ ان حکایات کا زیادہ معتقد نہیں ہے۔اس لیے سلسلۂ کلام ختم کیا جاتا ہے۔یہ سن کر ان صاحب نے فرمایا کہ جناب میں تو ان باتوں کا معتقد ہوں۔حضرت نے فرمایا کہ اس کی پرکھ کے لیے ہمارے پاس کسوٹی ہے اور وہ کسوٹی ''آمدِ سخن'' ہے۔یعنی بے ساختہ اور بغیر فکر کے سلسلۂ کلام جاری رہنا۔چنانچہ تمہارے آنے سے پہلے ہم اتنی تیزی اور روانی سے گفتگو کر رہے تھے جیسے پن چکی کی پھرکی ہوا سے تیز چلتی ہے۔تمہارے آتے ہی وہ کیفیت ختم ہو گئی ہم محض تمہارے کہنے سے اس معیار کو ترک نہیں کر سکتے۔اس سلسلہ میں آپ نے فرمایا کہ ایک مرتبہ سرورِ کونین صلی اللہ علیہ وسلم کی مجلسِ مقدس میں کچھ محرم اسرارِ طریقت حاضر تھے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم علومِ مکاشفہ کے دقائق اور اسرارِ مشاہدہ کے حقائق ظاہر فرما رہے تھے کہ کچھ ایسے لوگ مجلس شریف میں آئے جن میں ان اسرار کے سننے کی قابلیت اور استعداد نہیں تھی اس وقت سرورِ کونین صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا خمروا انائکم (اپنے برتنوں کو ڈھانک لو) اس وقت جو لوگ محرمِ اسرار تھے وہ سمجھ گئے کہ اس کا کیا مطلب ہے یعنی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا مدعا یہ ہے کہ اپنی استعداد کو چھپا لو کہ تمہارے توجہّ و سخن فہمی کے سبب بات آتی تھی اگر کہا جاتا کہ یہ لوگ اس کی قابلیت نہیں رکھتے تو غلطی میں پڑتے ہیں اور نقصان والے ہوتے ہیں اور آنے والے لوگوں نے سمجھا کہ اپنے برتنوں کے منہ کو ڈھانک لو تاکہ زہریلے جانور نہ پڑیں سبحان اللہ ۔ چونکہ سرورِ کونین صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشادِ گرامی اتنا وسیع المعنی تھا اسی لئے آپ کے کلام کی شان میں وارد ہوا ہے:-

اُوتِیتَ جَوَامِعَ الکَلِم [۱]

حضرت قدوۃ الکبرا نے فرمایا کہ حقائقِ صوفیہ کا اظہار اور اس طائفہ علیہ کے دقائق کا بیان کبھی کبھی سننے والے کی برکت کا بھی نتیجہ ہوتا ہے۔ایک عزیز بیان کرتے تھے کہ میں حضرت امیر کی خدمت میں بہت زیادہ حاضر ہوا کرتا تھا۔جب کبھی آپ کی مجلس میں حضرت خواجہ (حسن بصری) تشریف لے آتے تھے تو حضرت امیر قدس سرہٗ عجیب و غریب معارف اور اسرارِ طریقت بیان فرمانے لگتے تھے۔جب کبھی حضرت خواجہ امیر کی مجلس میں آ جاتے تو بے اختیارانہ آپ گفتگو شروع فرما دیتے اور پھر ایسے نادر حکایات و اسرار و معارف آپ کی زبان سے ادا ہونے لگتے تھے کہ دوسرے اوقات میں کبھی آپ بیان نہیں فرماتے تھے۔

حضرت خواجہ حسن بصری کا معمول

حضرت قدوۃ الکبرا نے فرمایا کہ حضرت خواجہ حسن بصری رحمہ اللہ علیہ جب منبر پر تشریف لے جاتے تو معرفت و طریقت کے ایسے

---

[۱] مجھے جامع کلمات دیئے گئے ہیں یعنی بات چھوٹی سے مضمون بڑا (بخاری و مسلم)

http://Ashrafi.org

لطیف نکات اور مقامات جو عارفوں کے مناسب حال ہوں بیان فرمایا کرتے تھے۔ حضرت قدوۃ الکبرا فرمایا کرتے تھے کہ خواجہ حسن بصری وعظ میں معارف کے بیان کرنے اور حقائق طریقت کے اظہار پر بہت ہی زیادہ مائل تھے بایں ہمہ اکثر ایسا ہوتا تھا کہ جب تک حضرت رابعہ بصری رحمۃ اللہ علیہا منبر کے نیچے آکر نہیں بیٹھ جاتی تھیں۔ اس وقت تک وعظ شروع نہیں فرماتے تھے ایک روز آپ بہت دیر تک بی بی رابعہ بصری کا انتظار کرتے رہے اور دیر تک چشم براہ رہے جب لوگوں کے دل تنگ آگئے ان میں سے ایک نے بطور نکتہ چینی عرض کیا کہ کیا ہوا اگر ایک بڑھی عورت منبر کے پایہ کے پاس نہ آئی اور اتنے لوگ انتظار کر رہے ہیں۔ حضرت خواجہ نے فرمایا کہ میں نے جس لقمہ کو ہاتھی کے منہ کے لئے آراستہ کیا ہے اس کو چیونٹی کے منہ میں کیسے رکھوں اور جو نوالہ گینڈے کے لئے تیار کیا ہے چوزۂ مرغ کے منہ میں نہیں ڈالا جا سکتا ؎

شعر

عیسیٰ دلی باید تا بشنود زبور	لازم کہ دلِ عیسیٰ ہو تا سن سکے زبور
ہر خر چگونہ فہمد مترنم طیور	سمجھے ہر ایک خر کیا یہ نغمۂ طیور

حضرت قدوۃ الکبرا فرماتے تھے کہ میں نے مقاماتِ خواجہ میں دیکھا ہے کہ شاہِ بلخ نے اپنی لڑکی سلطان احمد خضرویہ کے لئے پیش کی آپ نے بے مناسبتی کی وجہ سے قبول نہ کیا لڑکی بے حد رنجیدہ ہوئی اور تخلیہ میں حضرت سلطان کے پاس ایک شخص بھیجا اور کہا کہ ہم تم کو اس طریق میں جوانمرد سمجھتے تھے۔

مصرعہ

خود غلط بود آنچہ ما پنداشتیم
خود غلط تھا جو ہمارا تھا خیال

یہ کیا بخل تھا جو آپ نے کیا۔ کیا آپ نہیں چاہتے کہ ایک محتاج آپ کے ذریعہ سے دولتِ معنوی تک پہنچے؟ جب اس بات کو حضرت سلطان نے سنا تو بڑا رجحان ہوا ان کو قبول کیا اور عقدِ نکاح میں لے آئے۔ تھوڑے دنوں میں ایسا ہو گیا کہ آپ ان کے واردات و واقعات کے حل کرنے سے عاجز ہو گئے بالآخر حضرت سلطان العارفین کے پاس بسطام میں لے گئے، ایک دوسرے کی یکجائی بے حد محرمانہ و بارتبہ تھی چند مرتبہ تنزل فرماتے تھے تب سلطان احمد ان کے نکتوں کو سمجھتے تھے۔ بسطام میں حضرت سلطان العارفین نے بارہا فرمایا کہ یہ تمہارے مکشوفات و واقعات کا حل تمہاری برکت سے ہے۔ اس کمال محرمی سے جو ان کے درمیان واقع ہوئی سلطان احمد کو رشک وغیرہ آ گئی فاطمہ نے معلوم کر لیا شوہر کو پکارا اور کہا کہ تم میرے بدن کے محرم ہو اور وہ میری جان کا محرم ہے ؎

شعر

میان محرم جان وتن ای یار	میانِ محرم جان و تن زار
زروئ قرب آمد فرق بسیار	بڑا ہے فرق نزدیکی میں اے یار

فاطمہ حضرت سلطان العارفین کے سامنے حقائق نما و معارف کشا رخسار و عذار کو بے حجاب و بے نقاب کئے بیٹھی تھیں ایک دن حضرت سلطان العارفین نے کہا اے فاطمہ ہاتھ پر نقش و نگار تم نے بنایا ہے۔ اسی وقت

انہوں نے اپنے منہ کو چھپالیا اور کہا کہ جب تک میرے ہاتھ کے نقش ونگار آپ نہیں دیکھتے تھے میری صحبت آپ سے جائز تھی جب نگاہ میرے ہاتھ اور نگار پر پڑی اب باہمی اٹھنا بیٹھنا جائز نہیں ہے ۔

قطعہ

تا کہ میان من و تو ای نگار میری تری دوستی تھی اے نگار
بود بہم صحبت معنی نگار ازپئے نظارۂ معنے نگار
نیست رو ہمدہم زین سپس ہمدمی جائز نہیں میرے لئے
چون نظر افتاد بدست و نگار دیکھنے جب تم لگے دست و نگار

حضرت قدوۃ الکبرا فرماتے تھے کہ سب لوگوں کی صحبت نسبت میں خلل ڈالنے کا سبب نہیں ہے بلکہ اکثر لوگوں کی صحبت تو ایسی ہوتی ہے کہ وارد الٰہی وفیض نامتناہی کا سبب ہو جاتی ہے شیخ علاؤالدولہ سمنانی سے نقل فرماتے تھے کہ حضرت شیخ اپنے اصحاب کے ساتھ تشریف فرما تھے۔ یکا یک ایک کیفیت قوی کا نزول ہوا آپ حفاظت حال کے لیے خلوت میں تشریف لے گئے خلوت میں پہنچتے ہی وہ کیفیت ختم ہوگئی۔ آپ فوراً باہر تشریف لے آئے۔ باہر آتے ہی وہ کیفیت پھر طاری ہوگئی۔ اس وقت آپ پر ظاہر ہوا کہ یہ حال اور کیفیت اس اجتماع اور اصحاب کی ہم نشینی کی برکت سے ہے۔

حضرت قدوۃ الکبرا حضرت خواجہ سے نقل کرتے کہ ایک روز آپ نے بطرق عتاب وخطاب اپنے اصحاب سے فرمایا ''کہ تم لوگ ہمیشہ اجنبی لوگوں سے اختلاط رکھتے ہو اور ان سے تمہاری مصاحبت رہتی ہے اور یہ طریقہ صرف اُن طبقات کے لوگوں میں سے کسی ایک طبقہ کے لیے روا ہے اول تو وہ جماعت اور وہ لوگ جو بحرِ شہود میں اور حال حضوری میں مستغرق ہیں تو یہ لوگ محض اس خوف سے کہ کہیں کوئی بات ان کو شہودِ حق سے محروم نہ کردے اس سبب سے یہ لوگ احباب کی مجالست اور اصحاب کی مخالطت ہمیشہ کرتے ہیں تا کہ ان کے احوال ہمیشہ پوشیدہ رہیں۔ اور احباب کو ان کی اس نسبت سے آگاہی حاصل نہ ہو اور پیش از وقت احباب آکر جمع نہ ہو جائیں (اس لیے اجنبیوں سے ملتے رہتے ہیں) کیونکہ قرب لوگوں کو تسخیر کرنے والا ہے۔ لہٰذا انبیاء علیہم السلام نے اسی قرب سے تسخیرِ نفوس کی ہے۔ اسی طرح بادشاہ بھی ہزاروں نفوس کی تسخیر اسی قرب کے ذریعہ کر لیتے ہیں۔ (طریقت میں ایسا قرب منع ہے) اور یہی اس بات کا راز اور اس کی اصل ہے کہ چھوٹے بڑوں کے باطن پر تصّرف کر لیتے ہیں (یہی قرب اس تصرف کا ذریعہ بنتا ہے بچہ بڑوں سے ہمیشہ قریب رہتا ہے) اور بچہ ربّ تبارک وتعالیٰ سے قریب العہد ہوتا ہے۔ اور کمسن بچّوں کی محبت جو دِلوں میں ہوتی ہے اس کا سبب بھی یہی ہے۔ منقول ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم بارش کا پانی اپنی آنکھوں سے لگاتے تھے اور فرمایا کرتے تھے کہ یہ میرے رب سے قریب العہد ہے۔

دوسرے اُس گروہ کے لیے اجنبیوں سے اختلاط روا ہے جو تجلّی ذاتی کی حیرانی اور دہشت کے عالم

میں ہیں یہ حضرات سراپا سوختہ ہوتے ہیں اور غیروں کے دیکھنے سے ان کی آنکھیں بند ہوتی ہیں اور غیرِ حق ان کی کوئی مراد نہیں ہوتی اور نہ غیرِ حق سے ان کا کچھ مقصود ہوتا ہے۔ یہ حضرات حق تعالیٰ کی طرف سے دوسروں کی تکمیل پر مامور ہیں اور حق تعالیٰ کے حکم سے صاحبِ استعداد لوگوں کے باطن پر تصّرف کرتے ہیں اور ان کے دلوں کو دنیاوی مرادوں کی قید سے آزاد کردیا گیا ہے۔ ان دو گروہوں کے علاوہ لوگوں کے ساتھ ہم نشینی اور کسی کو جائز نہیں ہے۔ ہاں سوائے اس عالم کے جو اس آیتِ کریمہ کے بموجب

وَاَمَّا بِنِعْمَةِ رَبِّكَ فَحَدِّثْ ۝ [۱] اور اپنے رب کی نعمت کا (خوب) بیان فرمائیں

حضرت قدوۃ الکبرا نے فرمایا کہ اجنبی کی صحبت مبتدی اور متوسطّ کے لئے ایک زھرِ قاتل اور نسبت میں خلل کا باعث ہے اور جمعیت خاطر میں اس سے انتشار پیدا ہوتا ہے۔ پس ناجنس کی صحبت سے احتراز کرنا چاہیئے۔

سبحان اللہ سبحان اللہ، صحبت کی بھی کیا تاثیر ہے کہ ناجنس کا لباس بھی وقت میں خرابی اور وحشت پیدا کرتا ہے۔

ایک درویش نے کہا کہ ایک مرتبہ صبح کے وقت میرے دل میں مرشد کی صحبت میں پہنچنے کا خیال پیدا ہوا، میں اٹھا وضو کیا ٹھنڈی ہوا چل رہی تھی میرے پاس پوستین موجود تھی۔ میں نے اپنی پوستین پہننی چاہی ایک دوسرے شخص کی پوستین وہاں موجود تھی وہ میرے جسم پر ٹھیک آگئی میں نے اپنی سمجھ کر پہن لی، جب حضرت والا خانقاہ سے باہر تشریف لائے حضرت کے دیدار سے میں مشرف ہوا اور حضرت کی خدمت میں بیٹھ گیا کچھ دیر کے بعد فجر کی نماز ادا فرمانے کے بعد دوسرے لوگ بھی آگئے اور حلقۂ ذکر شروع ہوگیا۔ حلقۂ ذکر کے اختتام پر حضرت مراقبہ میں مشغول ہوئے ایک لحظہ کے بعد اپنے سر کو اٹھا کر فرمایا کہ مسجد میں کوئی بیگانہ نہ رہے تلاش کے بعد لوگوں نے کہا کہ کوئی نہیں ہے پھر مراقبہ میں گئے تھوڑی دیر کے بعد پھر فرمایا کہ اچھی طرح تلاش کرو کہ بیگانہ نہ ہو کیونکہ مراقبہ میں جیسی جمعیت حاصل ہونا چاہیئے ویسی حاصل نہیں ہورہی ہے لوگوں نے دیکھ کر عرض کیا کہ کوئی بیگانہ یہاں موجود نہیں ہے۔ تیسری مرتبہ یہی مضمون فرمایا میں نے اپنی پوستین کو جب غور سے دیکھا تو مجھے معلوم ہوا کہ وہ میری پوستین نہیں ہے۔ مجھے خیال ہوا کہ اس پراگندگی کا سبب کہیں یہی نہ ہو۔ میں نے خدمت والا میں عرض کیا آپ نے فرمایا کہ ہاں یہی بات ہے۔ میں یہ سنتے ہی باہر نکل کر گیا اور وہ پوستین اتاردی۔ آپ نے فرمایا کہ ہاں اب ٹھیک ہے۔ جمعیت خاطر نہ ہونے کا یہی سبب تھا۔

قطعہ

چرا مردم بصحبت نیک مائل — نہ کیوں نیکوں کی صحبت پر ہو مائل
نباشد کاندرو تاثیر دارد — ہر اک انسان؛ کہ ہے صحبت میں تاثیر
بود در جامہ ہم تاثیر مردم — لباس خلق میں ہوتا اثر ہے
کسی کین نشود تقصیر دارد — نہ مانے جو تو یہ اس کی ہے تقصیر

---

[۱] پ ۳۰ الضّحیٰ ۱۱

شرطِ نہم

مقاماتِ خواجہ میں مذکور ہے کہ شیخ کے لیے ضروری ہے کہ اس راہِ سلوک کا پورا پورا علم رکھتا ہو کہ جس مرید کو اس راہ میں کوئی دقت پیش آئے وہ اس سے عہدہ برآ ہو سکے اور مرید کی ان مشکلوں کو دور کر سکے۔ جلالی اور جمالی تجلیّات میں تمیز کرا سکے۔ اس کے لیے ضروری ہے کہ وہ ان کی نیتوں اور اَسرار سے واقف ہو، اسی بنا پر مشائخ نے فرمایا ہے کہ مرید کو چاہیئے کہ اپنی تمام مشکلات اپنے احوال اور اپنے شبہات اپنے شیخ کے سامنے پیش کرے یہ نہ کہے کہ شیخ کو میرے تمام حالات کی اطلاع ہے۔ اس لیے کہ یہ مشیخت کے شرائط میں سے نہیں ہے (ضروری نہیں کہ شیخ مرید کے تمام احوال سے باخبر خود بخود ہو جائے)۔

امام شیخ ابو القاسم قشیری سے منقول ہے! انہوں نے فرمایا کہ شیخ اور مرشد اگر صاحبِ اشراق ہے اس صورت میں مرید کا عرض احوال مناسب نہیں ہے اور ترکِ ادب ہے۔ اور اگر اہلِ اشراق سے نہیں ہے تو ترکِ عرض ترکِ ادب ہے (مرید کے لیے خلافِ ادب ہے) بہت سے مشائخ اشراق نے (جو صفائے قلب سے مرید کا حال معلوم کر لیتے ہیں) مرید کے خاطر اور باطنی احوال سے آگاہی کو مشیخت اور ارشاد کی شرط قرار نہیں دیا ہے یعنی شیخ کا صاحبِ اشراق ہونا ضروری قرار نہیں دیا ہے بلکہ صرف یہ شرط رکھی ہے کہ اگر مرید کو سلوک میں کوئی مشکل پیش آئے یا مدارجِ قرب کے طے کرنے میں کوئی رُکاوٹ پیدا ہو جائے تو مرید کے عرض حال کے بعد شیخ کو اس کی مشکل حل کرنا چاہیئے تا کہ ترقی کا دروازہ اس پر کھل جائے۔ مرید حالتوں کو بطریق ظاہر عرض کرے اور یہ نہ کہے کہ شیخ جانتا ہے کیونکہ بیان کی حاجت ہے کبھی ہوتا ہے کہ جانتا ہے اور کبھی ایسا ہوتا ہے کہ نہیں جانتا، چونکہ تکمیل کے لئے نہ جاننا کوئی عیب نہیں ہے تو چاہیئے کہ پیر سے عرض کرے۔ شیخ سعدی شیرازی رحمۃ اللہ تعالیٰ نے اپنی زبانِ مبارک سے کیا خوب کہا ہے ؎

مثنوی

یکی پرسید زان گم کردہ فرزند	کسی نے پوچھا اے گم کردہ فرزند
کہ ای روشن گہر پیر خرد مند	کہ ہو روشن دل و پیرِ خرد مند
زمصرش بوئ پیراہن شمیدی	تھا بو کو مصر سے جامہ کے سونگھا
چرا درچاہ کنعانش ندیدی	نہ چاہِ کنعان میں کیوں اسکو دیکھا
بگفت احوال مابرق جہانست	کہا حالت مری برقِ جہاں ہے
دمی پیدا و دیگر دم نہانست	کبھی پیدا کسی دم وہ نہاں ہے
گہی بر طارم اعلیٰ نشینم	کبھی ہوں طارمِ اعلیٰ پہ بیٹھا
گہی برپشت پائ خود نہ بینم	کبھی خود پاؤں کو اپنے نہ دیکھا
اگر درویش بر حالی بماندی	اگر درویش اک حالت پہ رہتا
سر دست ازدو عالم برفشاندی	دو عالم سے وہ ہاتھوں کو اٹھاتا

حضرت قدوہ الکبرا نے فرمایا کہ مشائخِ طریقت نے ''اشراق برخواطر'' یعنی مریدوں کے احوال سے بذریعہ اشراق آگاہ ہونا'' کو ارشاد و تکمیل کی شرط قرار نہیں دیا ہے لیکن شاید ہی ایسا کوئی شیخ ہو جو اپنے مرید کے ظاہری اور باطنی احوال سے آگاہ نہ ہو اس لیے کہ مرید میں بعض خصائل ذمیمہ اور بعض اوصافِ حسیسہ موجود ہوتے ہیں ان کو خطرۂ شیطانی کی دخل اندازی کے باعث وہ اپنے پیر پر ظاہر نہیں کرتا۔ (ظاہر کرنا اس کیلئے مشکل ہوتا ہے) پس جبکہ یہ صورتِ حال ہو اور شیخ اس کے خواطر سے آگاہ نہ ہو تو پھر کس طرح اپنے مرید کو ان ذمائم سے روک سکتا ہے ہاں یہ ضرور ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے بعض اولیا کو خواطر سے آگاہ فرما دیتا ہے۔ (ان میں یہ وصف ہوتا ہے) اور بعض کو نہیں۔ چنانچہ طبقات الصوفیہ میں میرے مطالعہ سے گزرا ہے کہ شیخ الاسلام (حضرت عبداللہ انصاری ہردی) نے تحریر فرمایا ہے کہ حق تعالیٰ نے خواجہ ابو علی فارمدی کو خواطر سے آگاہی بخشی تھی۔ اس کے باوجود اس کے اظہار کی ان کو اجازت نہیں تھی۔ اور شیخ احمد زندہ پیل کو خواطر سے آگاہی بھی بخشی تھی اور اسکے اظہار کی اجازت بھی فرمائی گئی تھی۔ بلکہ تمام خواطر کو آپ کے دل کا تابع بنا دیا گیا تھا۔

حضرت قدوۃ الکبرا نے فرمایا کہ صاحبِ کشف المحجوب (حضرت شیخ علی بن عثمان جلابی الہجویری الغزنوی قدس سرہ) کو منزلِ سلوک میں وقفہ سے دوچار ہونا پڑا (ترقی میں وقفہ پیش آ گیا) اور اس کا حل کرنا ان کے بس کی بات نہیں تھی۔ چنانچہ کشود کار کے لیے وہ حضرت شیخ ابوالقاسم گرگانی کی خدمت میں گئے۔ اُن کو اس مسجد میں جو اُن کے مکان کے سامنے تھی موجود پایا۔ وہ وہاں تنہا کھڑے تھے اور حضرت داتا گنج بخش قدس سرہ کو جو واقعہ اور وقفہ پیش آیا تھا اس کو بعینہٖ وہ ایک ستونِ مسجد سے بیان کر رہے تھے۔ حضرت علی بن عثمان ہجویری نے ان سے بغیر دریافت کیے ہوئے اس کا جواب پالیا تو کہا کہ اے شیخ یہ تو میرا ہی واقعہ ہے۔ یہ سن کر شیخ ابوالقاسم گرگانی نے جواب دیا کہ اے فرزند! اس وقت اللہ تعالیٰ نے اس ستون کو میرے لیے گویا کر دیا تھا اس نے مجھ سے یہ سوال کیا تھا اسی کا میں اس کو جواب دے رہا تھا۔

شرطِ دہم

مقاماتِ خواجہ میں (حضرت خواجہ عبداللہ انصاری ہروی) نے فرمایا ہے کہ شیخ کو لازم ہے کہ یک شبانہ روز میں مرید سے صرف ایک مرتبہ اختلاط کرے۔ بس اس سے زیادہ اختلاط اور مجالست نہ کرے کہ کثیرۃ المشاہدہ فقد الحرمۃ (کثرتِ ملاقات توقیر ضائع کرنا ہے) اپنا حجرہ یا مقام مریدوں سے الگ رکھنا ضروری ہے۔ مریدوں کے اجتماع کے لیے جگہ جداگانہ ہونا چاہیئے۔

حضرت قدوۃ الکبرا کا معمول

حضرت قدوۃ الکبرا سفر اور حضر دونوں صورتوں میں اس شرط کی رعایت ملحوظ رکھتے تھے اگر آپ سفر میں ہوتے تھے تو اپنا خیمہ دوسرے خیموں سے الگ نصب کراتے تھے۔ اور دوسرے خیمے مریدوں کے لیے ہوتے تھے۔ ان کے درمیان قدرے فاصلہ بھی رکھا جاتا تھا اور اگر حضرت قدوۃ الکبرا حضرت مخدومی (حضرت شیخ علاؤ الدین گنج نبات) کی خدمت میں تشریف لے جاتے تو وہ حجرے مخصوص فرما دیتے تھے۔ ایک اپنے لیے اور دوسرا حضرت قدوۃ الکبرا کے لیے۔ ان دونوں حجروں کے

http://Ashrafi.org

درمیان صرف ایک دریچہ ہوتا تھا۔اور دونوں حجرے قریب قریب ہوتے تھے۔اور دوسرے مریدوں اور مخلصوں کے لئے خانقاہ مخصوص فرمادیتے تھے۔حضرت قدوۃ الکبرا نے روح آباد میں بھی اسی طرح کے دو کمرے تیار کرائے تھے،ایک وحدت آباد' دوسرا کثرت آباد، آپ خود وحدت آباد میں آرام فرماتے تھے جہاں آپ کا سجادہ تھا اوراس وحدت آباد کو دس صاحبوں کے سوا کسی نے نہیں اٹھایا۔حضرت نورالعین، یہ خادم نظام یمنی' شیخ کبیر' شیخ عارف، شیخ معروف، شیخ الاسلام' شیخ رکن الدّین شاہ باز، شیخ مبارک، ملک محمود، بابا حسین اور ایک راج جو دیوارا ٹھاتا تھا اور یہ لوگ مٹی اور پانی کا کام کرتے تھے،حضرت قدوۃ الکبرا اس جماعت کو کبھی کبھی اپنے عشرہ مبشرہ کے لقب سے بھی یادفرمالیا کرتے تھے۔کثرت آباد میں جو دائرہ کے باہر تعمیر کیا گیا تھا تمام افراد خاندان اور اصحاب صومعہ، خدام ومریدین قیام پذیر تھے۔ ذکر حلقہ اسی کثرت آباد میں کیا جاتا تھا۔ دوسرے تمام لوگ آپ کے جمال کا مشاہدہ (جو وحدت آباد کے دائرہ کا مرکز تھا) صرف دوبارکرسکتے تھے۔اس سے زیادہ آپ کا دیدار ممکن نہ تھا۔بجز اس کے کہ کبھی کبھی حضرت نورالعین اور حضرت کبیر نصف شب میں یاصبح کے وقت شرفِ ملاقات حاصل کرلیتے تھے۔

شعر

اشرف این مردم چنانکہ کثرت آباد آمدند	خلق یہ اشرف مثال خلق آباد آئے ہے
عارفان را در مقام وحدت آباد است وطن	عارفوں کا ہے مقام وحدت آباد اک وطن

دوسرے مشائخ کرام کا دستور

حضرت قدوۃ الکبرا نے فرمایا کہ ہم جن شہروں میں گئے اور جن مشائخ کی خانقاہوں میں ہمارا گزر ہوا وہاں ہم نے یہی اصول جاری وساری پایا۔چنانچہ ہرات میں شیخ عبداللہ انصاری ہروی کی خانقاہ میں اشغال کا حجرہ الگ ہے اور مریدوں اور معتقدوں کے جمع ہونے کے لیے ایک دوسری خانقاہ ہے۔

شعر

زبہر خاص دارد بار گاہی	برائے خاص ہے درگاہ اکرام
زبہر عام دیگر خانقاہی	بنی ہے خانقاہ اک از پئے عام

اسی طرح شہر سمرقند میں خانقاہِ خواجگان میں جداگانہ انتظام ہے۔

مرید اور مسترشد کی شرائط

شیخ وشیوخت کی شرائط کی طرح مرید ومسترشد کے لیے بھی دس شرطیں ہیں:-

شرطِ اول

یہ ہے کہ مرید اپنے شیخ سے کوئی بات نہ چھپائے اور خیر وشر سے جو کچھ اس کے دل پر وارد ہو شیخ کے حضور میں تمام وکمال پیش کردے تاکہ شیخ اس کے احوال باطن سے کلی طور پر آگاہ ہو کر اس کی

استعداد کی حقیقت سے وقوف حاصل کرے۔اس کے مناسب حال روش اختیار کرے۔اور اس کے مزاج کے مطابق اس کے باطنی امراض کا علاج کر سکے۔

شرطِ دوم

دوسری شرط یہ ہے حضرت خواجہ فرماتے ہیں کہ اپنے پیر سے جو کچھ مشاہدہ کرے اس پر اعتراض نہ کرے خواہ بحسبِ ظاہر وہ اس میں کوئی بھلائی نہ دیکھتا ہو اس صورت میں جب وہ مضطرب ہو اور کوئی صورت اس کی تاویل کی اس کے سمجھ میں نہ آتی ہو تو حضرت موسیٰ اور حضرت خضر علیہما السلام کے واقعہ کو یاد کرے اور اس بات پر یقین کرے کہ طریقت میں اس بات سے زیادہ اور کوئی چیز مضر نہیں ہے جتنا کہ اکابر پر اعتراض کرنا۔ بزرگوں نے فرمایا ہے کہ ہر چیز کا تدارک ممکن ہے مگر اعتراض کا تدارک ممکن نہیں ہے کیونکہ معترض ہرگز معذور نہیں ہے اس لیے کہ وہ حجاب جو اعتراض کے باعث پیدا ہو جاتا ہے کسی طرح رفع نہیں ہو سکتا۔اعتراض انتہائی نامبارک اور نامناسب ہے اور یہ فیض مرشد کے مقابل میں ایک دیوار (رکاوٹ) ہے۔پس اے طالب تجھے اس سخت مرض سے پرہیز لازم ہے۔

حضرت قدوۃ الکبرا نے فرمایا کہ اربابِ طریقت واصحابِ سلوک کے بعض افعال اگرچہ بحسبِ ظاہر خلاف شریعت نظر آتے ہیں لیکن جس کی آنکھوں میں کشف وعیاں کا سرمہ لگا ہے وہ اچھی طرح جانتا ہے کہ وہ افعال بالکل درست اور صحیح ہیں۔ پس جبکہ اربابِ بصیرت کا یہ متفقہ فیصلہ ہے کہ ان حضرات سے ایسے افعال کا صدور (جو خلافِ شریعت ہوں) ممکن ہی نہیں ہے۔سوائے کسی وجہ خاص کے (جو بظاہر نظر نہیں آتی) اس لئے ان کی جانب انکار واعتراض کی نظر سے نہ دیکھے۔ چنانچہ یہ واقعہ بہت مشہور ہے کہ حضرت شیخ ابوالغیث یمنی سے ان کے اصحاب نے ایک دن گوشت کی فرمائش کی۔آپ نے فرمایا کہ فلاں دن بازار لگے گا اس دن تم گوشت کھا سکو گے۔ جب مقررہ دن آیا تو خبر آئی کہ ڈاکوؤں نے ایک قافلہ لوٹ لیا ہے۔اس خبر کو آئے کچھ دیر ہی گزری تھی کہ ایک ڈاکو آیا اور حضرت کی خدمت میں ایک گائے نذر کی۔ شیخ نے درویشوں سے کہا کہ اس گائے کو ذبح کرلو اور گوشت پکالو۔لیکن اس کا سر اسی طرح رکھا رہنے دینا۔اس کے بعد ایک دوسرا ڈاکو آیا اور گیہوں کی ایک بوری خدمت میں پیش کی شیخ نے حکم دیا کہ یہ گیہوں پیس کر روٹیاں پکالو۔فقراء نے ویسا ہی کیا جیسا کہ شیخ نے فرمایا تھا۔جب کھانا تیار ہو گیا تو شیخ نے درویشوں سے فرمایا کھانا کھاؤ۔اس جماعت میں کچھ فقہاء بھی موجود تھے۔ان کو یہ سب باتیں معلوم ہو چکی تھیں شیخ نے ان لوگوں کو بھی کھانے میں شرکت کے لیے بلایا لیکن وہ نہیں آئے۔ شیخ ابوالغیث نے فقراء سے فرمایا کہ تم لوگ کھاؤ کہ فقہاء حرام مال نہیں کھاتے ہیں۔ جب تمام مرید کھانا کھا چکے تو ایک شخص حاضرِ خدمت ہوا اور اس نے کہا اے حضرت میں نے ایک گائے آپ کی درگاہ کے درویشوں کے نذر کرنے کے لیے روانہ کی تھی راستہ میں ڈاکوؤں نے اسے چھین لیا۔ شیخ نے کہا اگر تم اس گائے کا سر دیکھ لو تو کیا پہچان لو گے اس نے کہا جی ہاں! شیخ نے حکم دیا خادم گائے کا وہی سر اٹھا لائے (جو شیخ کے حکم سے جوں کا توں رکھ دیا گیا تھا) اس شخص نے کہا کہ یہ میری ہی گائے کا سر ہے کچھ دیر بعد ایک دوسرا شخص آیا اور اس نے کہا کہ اے حضرت میں آپ کی نذر کے لیے ایک بوری

گیہوں لایا تھا راستہ میں ڈاکوا سے لوٹ کر لے گئے ۔حضرت نے گیہوں کی گون طلب فرمائی اوراس کو دکھائی اس نے پہچان لیا۔آپ نے فرمایا کہ فقیروں کی نذر فقیروں کے پاس پہنچ گئی۔ جب فقہانے یہ مشاہدہ کیا تو فقیروں کے ساتھ کھانے میں نہ شریک ہونے پر بہت پشیمان ہوئے۔اور شیخ کی عدم اطاعت سے گمراہی میں گرفتار ہوئے۔

حضرت قدوۃ الکبرا نے ارشادفرمایا کہ حضرات صوفیہ اوراصحاب طریقت اپنے اعیان ثابتہ سے آگاہ ہوتے ہیں اوراپنے آثار واحکام سے ان کو وقوف حاصل ہوجاتا ہے اوران آثار میں بعض احکام ذمیمہ موجود ہوتے ہیں تو بہت جلدان افعال پر اقدام کرتے ہیں۔تاکہ جلدہی توبہ واستغفار کرلیں۔پس ان کے بعض افعال اسی قبیل سے ہوتے ہیں اوراکثر وہ افعال ظاہری اعتبار سے مذموم نظر آتے ہیں لیکن ان میں کسی نہ کسی کا فائدہ پنہاں ہوتا ہے۔(پس اسی افادیت کی بناء پران کے صدور سے گریز نہیں کیا جاتا)۔

حضرت مولانا روم کا ایک واقعہ

حضرت قدوۃ الکبرا نے فرمایا کہ حضرت مولوی رومی قدس سرہٗ (مولانا جلال الدین رومی) نے اپنے فرزند سلطان ولد کو حضرت شمس الدین (شمس تبریزی) کی خدمت میں دمشق بھیجااور بہت سا سونااور چاندی ان کو دیااوران سے کہا کہ جب حضرت شمس الدین کی خدمت میں پہنچوتو یہ مال وزران کے جوتوں میں ڈال دینااوران کے جوتوں کا رُخ سرزمین روم (قونیہ) کی طرف کردینا۔ مولانا نے سلطان ولدکو بتایا کہ جب تم دمشق پہنچوتو محلہ صالحیہ میں ایک مکان پیکر کے نام سے مشہور ہے وہاں جانا۔وہاں مولانا شمس الدین تم کوایک خوبصورت فرنگی لڑکے کے ساتھ شطرنج کھیلتے ہوئے ملیں گے۔ان کا شطرنج کا کھیل اس طرح ہورہا ہوگا کہ جب مولانا بازی جیت لیتے ہیں تو وہ فرنگی زادہ سے سونا لیتے ہیں اور جب وہ فرنگی زادہ بازی جیت لیتا ہے تو وہ مولانا کے تھپڑ مارتا ہے! خبردارتم یہ رنگ دیکھ کرکہیں ان کے منکر نہ ہوجاناوہ فرنگی پسراسی گروہ صوفیہ کاایک فرد ہے۔

رباعی

بچشم بد مکن زنہار زنہار	نہ دیکھو چشم بد سے ان کو زنہار
نظر براین ہمہ نیکان دادار	نہ کرنا عادلوں نیکوں کا انکار
کہ افعال ہمہ خاصان بعامان	کہ عامی کی نظر میں فعل خاصاں
نماید عکس در چشمان انکار	نظر آتا ہے اُلٹا اور بے کار

لیکن وہ خوداپنے مقام سے بے خبر ہے حضرت مولانا شمس الدّین قدس سرہ محض اس لئے اس کے ساتھ شطرنج کھیل رہے ہیں کہ اس کو اس کے مقام سے آشنا کردیں۔

جب سلطان ولد دمشق پہنچے تو مولانا شمس الدین کو اسی جگہ شطرنج کھیلتے ہوئے پایا جس کی نشان دہی مولانا روم نے کی تھی جب سلطان ولد اوران کے ہمراہی حضرت شمس کی خدمت میں پہنچے تو ان کے ہمراہیوں نے مولانا کے سامنے اظہار عزت وتعظیم کے لیے سرجھکایا اوران سب پر رقت طاری ہوگئی۔ جب فرنگی زادہ نے یہ

http://Ashrafi.org

کیفیت دیکھی تب وہ سمجھا یہ کوئی بہت بڑے بزرگ ہیں۔ وہ اپنی بے ادبیوں پر بہت شرمندہ ہوا۔ٹوپی سر سے اتار کر رکھ دی۔اسی وقت اسلام قبول کرلیا۔اوراس کے پاس جو کچھ مال و دولت موجود تھا۔اس نے چاہا کہ اسی وقت اس کو لٹادے لیکن مولانا شمس الدین نے اجازت نہیں دی۔ بلکہ اس کو حکم دیا کہ فرنگستان لوٹ جاؤ اور وہاں کے لوگوں کو راہِ حق دکھاؤ۔اور خود اس جماعت کے قطب بن جاؤ۔

سلطان ولد نے جو کچھ زر و سیم لائے تھے مولانا شمس الدین کی جوتیوں میں ڈال دیا اور ان کا رُخ روم کی طرف کر دیا۔ پھر مولانا سے تمام ارادتمندوں کے ساتھ روم تشریف لے جانے کی استدعا کی۔مولانا نے ان کی گذارش قبول کر لی۔گھوڑے پر سوار ہوئے اور سلطان ولد (اور دوسرے ہمراہی) ان کی رکاب میں روانہ ہوئے! مولانا شمس الدّین نے فرمایا کہ اے بہاء الدین تم بھی سوار ہو جاؤ۔ انہوں نے سر جھکا کر جواب دیا بادشاہ بھی سوار ہو اور غلام بھی سوار ہو۔

شعر

نزیبد بندہ را در خدمت شاہ — نہیں ہے شاہ کے ہوتے یہ زیبا
کہ برنشیند براسپی اندرین راہ — کہ بیٹھے گھوڑے پہ ہمراہ بندہ

یہ کسی طرح مناسب نہیں ہے۔الغرض دمشق سے قونیہ تک بہاء الدین (سلطان ولد) اسی طرح پیادہ پا ان کی رکاب کے ساتھ ساتھ آئے۔ جب حضرت شمس الدین قونیہ میں پہنچے تو انہوں نے سلطان ولد کی خدمات کا مولانا روم سے تذکرہ کیا اور سوار ہونے کے سلسلہ میں جو کچھ انہوں نے جواب دیا تھا وہ بھی مولانا روم کو سنایا اور ان کے جواب پر بہت مسرّت کا اظہار کیا۔اس کے بعد فرمایا کہ مجھے اللہ تعالیٰ نے اپنے کرم سے دو نعمتیں عطا فرمائی ہیں۔ سَر اور سِرّ۔سَر تو میں نے مولانا کے خلوص اور محبت کی راہ میں جدا کیا۔اور سِر سلطان ولد کو بخش دیا۔اگر بہاء الدّین کو عمر نوح بھی میّسر آجاتی اور وہ اس راہ (طریقت) میں وہ تمام عمر صرف کر دیتے تو ان کو وہ آتش محبّت میّسر نہ آتی جو اس سفر میں میں نے ان کو عطا کر دی ہے"۔ امید ہے کہ تم سے بھی بہت سے حصے پائیں گے۔

مسند عالی سیف خان کا بیان ہے کہ جب حضرت قدوۃ الکبرا سے میری عقیدت بہت بڑھ گئی اور از روئے اطاعت وصدق ارادت میرا دل اس بات پر آمادہ ہوا تو میں نے یہ پختہ ارادہ کرلیا کہ علائق روزگار اور علائق دنیا سے کنارہ کشی اختیار کرلوں۔ جزوی اور کلی طور پر تجرید (تنہائی اور خلوت گزینی) کو اپنا شعار بناؤں لیکن حضرت اس کو نہیں مانتے تھے کہ جس حال میں ہوں اس سے کچھ نکلوں۔ آپ نے مجھ سے فرمایا کہ حق تعالیٰ نے بعض طالبان طریقت کو قرب کے شرف سے مشرف فرمایا ہے ان کے لئے لوگوں کی کثرت سے ملاقات اور عوام کا اژدحام توجہ باطنی کے لئے مانع نہیں ہوتا جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

رِجَالٌ لَّا تُلْهِيهِمْ تِجَارَةٌ وَّ لَا بَيْعٌ عَنْ ذِكْرِ اللّٰهِ [1] — وہ مرد جنہیں تجارت اور خرید و فروخت غافل نہیں کرتی اللہ کی یاد سے۔

---

[1] پ ۱۸ النور ۳۷

وہ اپنے معمولات سے ذرا سی دیر کے لئے غافل نہیں ہوتے پس دنیا سے تعلق رکھتے ہوئے جس کام کا حکم دیا گیا ہے اس میں مشغول رہو چونکہ آپ کے دیدار اور شرفِ ملاقات سے ہر روز میری عقیدت میں ایک اور دس کی نسبت سے اضافہ ہو رہا تھا۔ایک روز حضرت نے محض میرے امتحانِ عقیدت کے لیے رات کے وقت مجھے اپنے خرگاہ میں طلب فرمایا کیا دیکھتا ہوں کہ ایک حسین وجمیل عورت کہ چشم زمانہ نے جس کی مثال نہیں دیکھی اور لوگوں کے کانوں نے اس کی طرح کا حُسن نہیں سنا اندر بیٹھی ہوئی ہے۔چینی کی صراحی اور حلبی پیالہ قریب رکھا ہے اور کھانے کی وہ تمام چیزیں جو ایسے موقع پر ہوتی ہیں موجود ہیں۔میں کچھ دیر خدمت گرامی میں بیٹھا رہا۔پھر مجھے حکم دیا کہ باہر جاؤ اس واقعہ کے بعد بھی میں حسبِ معمول آپ کی خدمت میں آتا جاتا رہا۔آپ نے میری ارادت کو ملاحظہ فرمالیا اور جان لیا کہ پہلے سے سوگنا زیادہ ہے اس واقعہ کو کچھ مدت جب گزر گئی تو حضرت نے مجھ سے فرمایا کہ ہم نے ایسا عظیم گناہ کیا جو تمہارے مشاہدہ سے گزرا لیکن اس کے باوجود تمہارے اعتقاد اور ارادت میں کچھ خلل پیدا نہیں ہوا۔تعجب کی بات ہے۔میں نے عرض کیا کہ اے میرے مخدوم۔اے میرے آقا۔بندہ کو اس سے کیا سروکار کہ وہ بزرگوں کے معاملہ میں پڑے۔ہاں۔میں یہ یقین سے کہہ سکتا ہوں کہ وہ عورت کوئی جنّی تھی کسی دوسرے کی بیوی یا کوئی عورت نہیں تھی۔اور وہ شراب کوئی خانہ ساز شربت تھا اور اگر یہ نہ بھی ہو تو ''عصمت'' شرط انبیاء ہے(ان سے گناہ سرزد نہیں ہوتا)اولیا کے لیے عصمت شرط نہیں ہے۔جب آپ نے میرا یہ جواب سماعت فرمایا تو ارشاد کیا کہ میں نے حق تعالیٰ سے دُعا کی ہے کہ تمہارا نام اولیا کے دفتر میں درج کیا جائے۔

شرطِ سوم

شرط سوم مرید کے لیے یہ ہے کہ شیخ کی طلب کا جذبہ مرید میں صادق ہو خواہ کچھ ہی کیوں نہ ہو اپنی اس طلب سے باز نہ آئے۔خواہ تمام دنیا کی تلواریں اس کے سر پر کھنچی ہوں۔ (وہ اپنے طلب سے باز نہ آئیں)۔

بیت

عاشق ثابت قدم آنکس بود در کوئ دوست	عاشق ثابت قدم بس وہ ہے کوئے دوست میں
رو نگر داند اگر شمشیر بارد برسرش	منہ نہ پھیرے سر پہ اس کی گو کہ برسے تیر و تیغ

حضرت مولانا قطب الدین دمشقی سے روایت ہے کہ حضرت قدوۃ الکبرا نے فرمایا کہ جب طالب صادق و مرید واثق اللہ تعالیٰ کی ہدایت وعنایت سے شیخ کے حضور میں باریاب ہو تو اس کو اس بارے میں اپنا اطمینان کر لینا چاہیئے کہ شیخ میں اقتدائیت کی صلاحیت ہے یا نہیں۔اس لئے کہ بہت سے طالبان راہِ حقیقت اس منزل میں ہلاک ہوئے ہیں۔اس موقع پر حضرت دُرِّ یتیم نے عرض کیا کہ مشائخ کی معرفت اس وقت تک جب تک کسی کی آنکھ کو نورِ عرفان سے روشن نہ کیا ہو کس طرح حاصل ہو سکتی ہے اور مقتدی تو اس معاملہ میں بالکل ہی کورا اور نابلد ہوتا ہے۔حضرت قدوۃ الکبرا نے جواب میں فرمایا کہ رسالہ ''مکیہ'' میں فرمایا گیا ہے **''یعرف ذالک بانحوان الناس و من احوال الجماعة الذین یعتقدون و یحبونه''** اس کی شناخت دوسرے لوگوں کے ذریعہ سے اور اس جماعت کے حالات سے کی جاسکتی ہے جو اس شیخ کی پیرو ہے۔ اور ان لوگوں سے جو اس سے محبت کرتے ہیں۔ان لوگوں سے جو اس کام میں مشغول ہیں معلوم کیا جا سکتا ہے۔اقتدائیت

http://Ashrafi.org

کی بعض علامات اور ولایت کی بعض نشانیاں سابقہ اوراق میں بیان ہو چکی ہیں۔ان کے ذریعہ سے معلوم کی جاسکتی ہیں۔ایک اور مقررہ کسوٹی بھی ہے وہ یہ کہ جب تم اس شیخ کے حضور میں پہنچو تمہارا دل حق کی طرف کھنچنا چاہیئے اور تمہارا دل تعلقاتِ زمانہ سے ٹھنڈا ہو کر رہ جائے اور ایسا شیخ صاحبانِ بصیرت کی نظروں سے پوشیدہ نہیں رہتا ع

مشک غماز ست نتو اند نہفتن بوئ را
مشک خود غماز ہے بو کو چھپانا ہے محال

حضرت قدوۃ الکبرا نے فرمایا کہ ایسے شخص کی جو قدر و قیمت میں کبریت سرخ کی طرح ہے اور عنقائے مغرب کی طرح ناپید ہے اگر خوش قسمتی سے صحبت حاصل ہو جائے تو پھر اس کا دامن مضبوطی سے پکڑ لینا چاہیئے اور اپنے دل میں اس کو یقین کر لینا چاہیئے کہ اس کے لیے سوائے اس ذاتِ گرامی کے کوئی اور شیخ نہیں ہے اور خدا تک سوا اس کے کوئی اور شیخ نہیں پہنچا سکتا اسی کا نام توحید مطلب ہے اور بے شک یہ ایک رکن عظیم ہے اکثر مریدوں سے اس راہ میں غلطی سرزد ہوئی ہے اور اس ایک غلطی کے باعث وہ طریق الٰہی سے کٹ گئے اس وجہ سے کہ وہ مشائخ کے معاملے میں تذبذب میں پڑ گئے اور ہر ایک طریقہ سے انہوں نے چاشنی کا ذائقہ چکھا اور اس طرح وہ پریشانی اور تشویش کا شکار ہو گئے۔

اس موقع پر شیخ کبیر نے حضرت سے سوال کیا کہ حضرت توحیدِ مطلب سے کیا مراد ہے؟ حضرت نے فرمایا کہ توحید مطل سے یہ مراد ہے کہ طالبِ تحقیق یقین کے ساتھ یہ جان لے کہ مطلب تک سوائے اس شیخ کے ذریعہ کے پہنچنا ممکن نہیں ہے۔جیسا کہ ذکر کیا جا چکا ہے۔یقیناً جو اس سلسلہ میں تشویش اور تذبذب کا شکار ہوا تو اللہ تعالیٰ اس کی پرواہ نہیں کرتا کہ کس وادی میں اس کو ہلاک کرے۔ پس جس طرح کہ حق تعالیٰ واحد ہے قبلہ واحد ہے اسی طرح سزاوار یہی ہے کہ مطلب بھی واحد ہوتا کہ شیطان اس میں تصّرف نہ کرے۔اسی طرح اس کا نفس بھی اس معاملہ میں اس کو پریشان اور عاجز نہ کرے۔پس یہی سزاوار ہے کہ مرید صادق اور مخلص ہو اور اس راہ میں صدق بس یہی ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ ظاہر و باطن میں پوشیدہ طریقہ پر اور ظاہری طور پر مستقیم (ثابت قدم) رہے اور تمام اطوار کے ساتھ طالبِ پروردگار رہے۔یعنی بدن کے ساتھ،نفس کے ساتھ،قلب کے ساتھ،عقل کے ساتھ،اپنے سر کے ساتھ اور اپنی روح کے ساتھ اور اخلاص یہ ہے کہ اسکی تمام حرکات وسکنات،قیام،قعود اور دوسرے تقلبات (تبدیلیوں) افعال واقوال صرف خدا کے لیے ہوں۔

حضرت قدوۃ الکبرا نے اس کے بعد فرمایا کہ حضرت خواجہ بہاؤ الدّین نقشبند فرماتے تھے کہ بعض لوگوں سے خطاب کرنے میں یہ فرماتے رہے ہیں کہ تواضع اور نیازمندی اختیار کرو اور خود کو ایسا بنا لو کہ اگر اعتقاد صادق کے ساتھ تم کسی سنگِ سیاہ کی طرف توجہ کرو تب بھی اپنے مقصود کو پہنچ جاؤ اور مطلب سے بہرہ مند بنو۔اگر نیازمندی سے خالی اور عاری ہو گئے اور اس صورت میں کسی پیغمبر کی صحبت بھی تم کو میسّر ہو ہرگز مقصود حاصل نہ ہوگا نہ کسی معنی کا فیضان ہوگا۔

شعر

صدق و نیاز باید تدبیر این سفررا | ہے اس سفر کا ساماں صدق و نیاز زیبا
زاہد ترانہ بینم یک زہد آن دوائ | زاہد نہیں سمجھتا تجھکو میں ایک ذرّہ

حضرت قدوۃ الکبرا نے اس سلسلہ میں ایک واقعہ بیان فرمایا کہ ایک عابد ایک ویرانہ کے گوشہ میں عبادت میں مصروف رہتے تھے۔ اور یہاں مجاہدہ میں اپنے شب وروز بسر کرتے تھے، صرف جمعہ کے دن نمازِ جمعہ اَدا کرنے کے لیے جامع مسجد میں آتے تھے نمازِ جمعہ ادا کرنے کے بعد پھر اسی ویرانہ میں لوٹ جاتے باقی نمازیں وہیں ادا کرتے اسی طرح ایک مدت گزر گئی جب شہر کے اکابر اور دوسرے بزرگوں کو ان کے اس حال سے آگاہی ہوئی تو ان کے دلوں میں ان کی صحبت کی بہت خواہش پیدا ہوئی۔ ان سے ان کے احوال کے بارے میں ہر چند لوگوں نے دریافت کیا لیکن انہوں نے کچھ نہیں بتلایا۔ ان لوگوں میں سے ایک شخص نے ایک دن ان کا دامن پکڑ لیا اور عرض کیا کہ آپ جب تک اپنا حال نہیں بتلائیں گے میں آپ کا دامن نہیں چھوڑوں گا۔ مجبوراً عابد کو بولنا پڑا کہ کیا کہنا چاہتے ہو۔ اس نے کہا آپ کا نام کیا ہے۔ آپ کہاں رہتے ہیں۔ آپ کے مرشد کون ہیں؟ انہوں نے کہا میرا نام عبدالصدق ہے میں توکل کے گوشہ میں رہتا ہوں۔ میرے شیخ بھی اسی زاویہ میں مقیم ہیں۔ اس شخص نے کہا کہ ازراہِ عنایت اپنے شیخ سے ہم لوگوں کو بھی ملوایئے تاکہ جس طرح آپ سے شرف اندوز دیدار ہوئے ہیں ان سے بھی شرف اندوز ہوسکیں عابد نے جواب دیا کہ حضرت مرشد معذور ہیں اور چلنے پھرنے کی قدرت نہیں رکھتے۔ انشاء اللہ دوسرے جمعہ کو (نماز سے فراغت کے بعد) اگر تمہارا دل ملاقات کو چاہے تو میرے ساتھ چلنا۔ اس گفتگو کے بعد ایک دوسرے کو رخصت کیا اور عابد ویرانے کی طرف روانہ ہوگئے۔ ان عابد کا کوئی شیخ یا مرشد تو تھا نہیں۔ یہ بہت ہی حیران و پریشان تھے کہ آئندہ جمعہ لوگوں کو میں کیا جواب دوں گا۔ یہ اسی فکر میں تھے کہ خود سے غافل ہوگئے کیا دیکھتے ہیں کہ ایک صاحب جن کی نورانی داڑھی تھی فرماتے ہیں کہ کل جو تیرا دامن پکڑے وہی تیرا پیر ہے۔ یہ جب خواب سے بیدار ہوئے تو بہت ہی خوش تھے۔ جب صبح ہوئی یہ باہر نکلے تو ان کا دامن ایک پودے کے کانٹے سے اُلجھ گیا (کانٹے نے دامن پکڑ لیا) انہوں نے کہا کہ بس یہی میرا پیر ہے۔ اس نے میرا دامن پکڑا ہے۔ یہ اس کے سامنے بڑے ادب سے بیٹھ گئے۔ اور اس طرح اس کے سامنے سر جھکایا کہ جس طرح پیروں کے سامنے تعظیماً سر جھکاتے ہیں اور جس طرح پیروں کی خدمت میں رہتے ہیں یہ بھی اس خارِ نہالچہ کے سامنے آنے جانے لگے۔ لیکن شرم کے مارے کافی مدت تک شہر نہیں گئے۔ آخر کار ان کے دل میں آیا کہ شہر چلنا چاہیئے اگر اس شخص نے میرے پیر کے بارے میں دریافت کیا تو میں ساری حقیقت اس سے بیان کردوں گا اور اپنے اس دورخے پن کے چہرہ سے نقاب الٹ دوں گا۔ یہ خیال کرکے جب یہ شہر میں پہنچے اور جمعہ کی نماز ادا کی تو لوگوں نے ان کو ہر طرف سے گھیر لیا۔ اور معذرت کرنے لگے کہ شاید آپ ہمارے اس دن کے استفسار سے ناراض ہوگئے (اور آنا ترک کردیا) انہوں نے کہا کہ کچھ مضائقہ نہیں میرے نہ آنے کا۔ سبب کچھ اور تھا۔ لوگوں نے عرض کیا کہ آپ نے فرمایا تھا کہ میں اپنے پیر سے تمہاری

ملاقات کراؤں گا (اور کریم وہ ہے جو وعدا پورا کرے) اب اپنا وعدہ پورا کیجئے۔ عابد نے کہا بہت خوب آپ لوگ میرے ساتھ چلیں۔ چنانچہ ایک جم غفیر ان کے ساتھ ساتھ روانہ ہو گیا۔ ادھر یہ عابد اس فکر میں غلطاں و پیچاں راستہ طے کر رہے تھے کہ جب میں بتاؤں گا کہ میں ''خار'' کا مرید ہوں تو لوگ میرے بارے میں کیا کہیں گے لیکن جب یہ اس کانٹے والے پودے کے پاس پہنچے (جس سے ان کا دامن الجھ گیا تھا) تو کیا دیکھتے ہیں کہ اس پودے کے قریب ایک بہت ہی عجیب و غریب فرش بچھا ہوا ہے اور اس فرش پر ایک عمر رسیدہ شخص جن کی داڑھی سفید ہے تشریف رکھتے ہیں۔ اس بزرگ کو دیکھ کر انہوں نے خدا کا شکر ادا کیا۔ کہ میں مخلوق میں رسوائی سے بچ گیا۔ عابد نے ساتھ آنے والے لوگوں کی طرف مخاطب ہو کر کہا کہ یہ ہیں میرے پیرو مرشد۔ ان کی قدم بوسی کرو۔ وہ لوگ بڑی نیاز مندی کے ساتھ ان شیخ سے ملے اور بڑے ادب سے ان کے سامنے بیٹھے رہے۔ کچھ دیر تصوّف کے موضوع پر گفتگو ہوتی رہی آخر کار انہوں نے فرمایا کہ آئندہ آپ لوگ مجھ سے نہ مل سکیں گے۔ اس کے بعد جس کسی کے دل میں میری ملاقات کا شوق اور مجھ سے ارادت و عقیدت کا جذبہ پیدا ہو وہ میرے اسی خلیفہ اور مرید (جس کا نام عبدالصدق ہے) کے حلقہ ارادت میں داخل ہو جائے۔ ہر ایک نے یہ بات قبول کر لی۔ اور پھر یہ لوگ وہاں سے شہر کی طرف روانہ ہو گئے۔ جب یہ سب لوگ چلے گئے اور اس متمثل صورت نے بھی جانے کا اِرادہ کیا تو عبدالصدق نے اس کا دامن پکڑ لیا۔ اور اپنا تمام ماجرا اس سے بیان کیا۔ انہوں نے بتایا کہ میں تو تمہارے صدق ہی کی صورت ہوں حق تعالیٰ نے تمہارے کشود کار کے لیے یہ سامان مہیا فرما دیا تھا۔ اب تم کچھ فکر نہ کرو بے فکر ہو کر جس کام میں مشغول رہتے ہو اس میں مشغول رہو۔

حضرت خواجہ بہاؤالدّین نقشبند کا ارشاد

حضرت قدوۃ الکبرا نے حضرت خواجہ بہاؤالدین نقشبند قدس سرہ کا یہ ارشاد نقل فرمایا کہ آپ فرماتے تھے کسی ایک جگہ (ایک پیر) سے اپنا تعلق استوار رکھنا اور اس پر استقامت دکھانا اعلیٰ مرادوں کے حصول کا ذریعہ ہے اور ایک ہی پیر سے مستقل تعلق رکھنا بلند مقامات پر پہنچنے کا ذریعہ ہے، نہ یہ جیسا کہ بزرگوں نے کہا ہے کہ جو ایک جگہ ہے وہ ہر جگہ ہے جو ہر جگہ ہے وہ کسی جگہ نہیں ہے بلکہ ہر جائی تو اس پرندہ کی طرح ہے جو یہاں سے اڑا وہاں جا بیٹھا راہِ طلب میں مذبذب اور بزرگان طریقت نے کچّے اور بے قرار ہر جائی کا ثمہ الخیر نام رکھا ہے۔ اس ہر جائی سے سوائے تضیع اوقات کے اور کوئی کام نہیں ہو سکتا۔

مرید کیلئے ضروری ہے کہ اپنے پیر کے تمام افعال کو محبوب رکھے (پسند کرے) اور اسکے کسی کام کو مکروہ یا ناپسند نہ جانے۔ مرشد کے تمام افعال اسکی محبّت کے سبب سے مرید کو محبوب ہونا چاہیئے۔ اگر اتفاق سے پیر سے کوئی ناپسندیدہ کام سرزد ہو جائے تو اس کے بارے میں ناپسندیدگی کا اظہار نہ کرے۔ بلکہ یہ سوچے اور اس امر میں غور کرے کہ اس میں بھی کوئی ایسی حکمت ہوگی جو میرے احاطۂ علم سے باہر ہے تاکہ ایسا ناروا خیال اس کی فیضیابی میں سدِ راہ نہ بن جائے۔ مرید کی ارادت شیخ کے ساتھ ایسی ہونا چاہئیے کہ وہ اپنے شیخ کو تمام لوگوں سے

http://Ashrafi.org

بہتر سمجھے اور سب سے زیادہ دوست رکھے۔ یہاں تک کہ اپنے نفس سے زیادہ وہ اس کو محبوب ہو۔ جیسا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے:۔

لا یکمل ایمان المرءِ حتّی اکون احبّ الیہ من نفسہٖ و ولدہٖ ومالِہٖ

کسی کا ایمان پورا نہیں ہوتا جب تک وہ اپنی جان اولاد اور مال سے زیادہ مجھے محبوب نہ رکھے۔

حضرت قدوۃ الکبرا حضرت مخدومی کے بارے میں فرماتے تھے کہ ان کا ارشاد ہے کہ مرید اپنے پیر کو کامل اور نقصان و زوال سے پاک و منزہ جانے اور مقصودِ کونین اور وجودِ دارین اسی سے حاصل ہے۔

قطعہ

زبہرِ کام خود ای کام پیکر — ہمارا مدعا ہے پیر کا در
ندارم در جہان جز پیر دیگر — نہیں رکھتا جہاں میں دوسرا گھر
زبہر حاجیان کعبۂ راہ — برائے حاجیان کعبۂ راہ
نبا شد قبلۂ جز پیر خوشتر — نہیں قبلہ سوائے پیر خوشتر

شرطِ چہارم

شرطِ چہارم مرید کے لیے یہ ہے کہ ہر معاملہ اور ہر بات میں شیخ کی اقتداء نہ کرے جب تک شیخ اس کو اس کام کے کرنے کا حکم نہ دے۔ ممکن ہے کہ بعض باتیں شیخ نے اپنے مقام کے اعتبار سے اپنے لیے گوارا اور پسند کر لی ہوں اور وہ مرید کی نسبت اس کے مقام اور اس کے خاص مشرب کے لحاظ سے اس کے لیے زہر قاتل ہوں۔ جیسا کہ کہا گیا ہے۔

شعر

توصاحب نفسی ای غافل میان خاک وخون میخور — توصاحبِ نفس ہے غافل میان خاک وخون کھالے
کہ صاحبدل اگر زہری خورد آن انگبین باشد — کہ صاحبدل جو کھائے زہر بھی وہ انگبین ہوئے

اس لیے شیخ کی نقل مرید کے لیے جائز نہیں ہے۔ وہ شغل ہو یا مراقبہ یا اس طرح کے دوسرے احوال۔ جب تک شیخ کا حکم نہ ہو۔ ایسے کام نہ کرے۔ خواہ وہ نفلی نماز ہی کیوں نہ ہو۔ صرف یہی نہیں بلکہ مرید گفتگو میں، چلنے پھرنے میں اور کھانے اور سونے میں بھی شیخ کی تقلید نہ کرے۔ جب تک اس سلسلہ میں پیر حکم نہ دے۔ حضرت قدوۃ الکبرا نے تقریباً ان الفاظ میں فرمایا کہ ایک ضعیفہ حضرت غوث الثقلین رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوئی۔ اس کا ساتھ کا بیٹا بھی تھا۔ اس نے حضرت کی خدمت میں عرض کیا کہ میرے اس بیٹے کو آپ سے بہت تعلق خاطر ہے۔ میں نے اپنے حقوق سے اس کو آزاد کر دیا ہے۔ آپ اس کو خدمت میں قبول فرمالیں۔ حضرت غوث الثقلین رضی اللہ عنہ نے رضائے الٰہی کے لیے اس کو اپنی خدمت میں قبول فرمالیا اور اس کے لیے ریاضت و مجاہدہ فرمادیا۔ چند روز کے بعد وہ ضعیفہ اپنے بیٹے سے ملنے آئی۔ چونکہ اس کی غذا صرف جو کی روٹی تھی اور عبادت و ریاضت کے لیے راتوں کو جاگنا بھی ہوتا تھا۔ اس لیے وہ بہت لاغر ہو گیا تھا۔ اور اس کا رنگ زرد پڑ گیا تھا۔

http://Ashrafi.org

بیٹے سے مل کر وہ حضرت شیخ قدس سرہ کی خدمت میں آئی تو دیکھا کہ آپ کے سامنے ایک طبق رکھا ہے اور اس میں مرغوں کی بہت سی ہڈیاں پڑی ہوئی ہیں جو ابھی ابھی حضرت شیخ نے تناول فرمایا تھا۔ عجوزہ نے شیخ قدس سرہ سے کہا کہ اے میرے سردار! آپ خود تو مرغ کا گوشت کھاتے ہیں اور میرے بیٹے کو جو کی روٹی کھلاتے ہیں۔ حضرت شیخ قدس سرہ نے اپنا دست مبارک ان ہڈیوں پر رکھ کر فرمایا۔

تم باذن الله الذی یحیی العظام وهی رمیم اس خدا کے حکم سے اُٹھ جو بوسیدہ ہڈیوں میں جان ڈالتا ہے۔

آپ کا یہ فرمانا تھا کہ سارے مرغ زندہ ہوگئے اور بانگ دینے لگے اس وقت شیخ نے اس ضعیفہ سے کہا کہ جب تمہارا بیٹا ایسا بن جائے گا (اس مرتبہ پر پہنچ جائے گا) تو پھر وہ جو چاہے کھائے۔

مبتدی مرید ایک بیمار کی طرح ہے

حضرت قدوۃ الکبرا نے فرمایا کہ مبتدی مرید اور طالب مقتدی ایک پیٹ کے بیمار کی طرح اور شیخ منتہی اور مقتدا ایک تندرست شخص کی مانند ہے۔ اور بہ نسبت ایک تندرست شخص کے ایک بیمار کو نقصان پہنچانے والی غذاؤں سے پرہیز لازمی ہے۔ اور تندرست کو پرہیز کی ضرورت نہیں ہے۔ پس شیخ و مرید کے حال کو اسی پر قیاس کر لینا چاہیئے۔ بعض ایسی غذائیں اور ماکولات ہیں کہ صحیح البدن شخص ان کو ہضم کر سکتا ہے۔ لیکن بیمار شخص ان کو کھالے تو یقیناً وہ ہلاک ہو جائے گا۔ جیسا کہ مولوی رومی قدس سرہ نے فرمایا ہے:

قطعہ

صاحب دل را ندارد آن زیان	صاحبِ دل کا نہیں اس سے زیاں
کہ خورد او زہر قاتل را عیان	زہر قاتل بھی اگر کھالے عیاں
زانکہ صحت یافت از پرہیز رست	کیوں کرے پرہیز صحت پاگیا
طالب مسکین میانِ تپ درست	اور طالب تو ہے تپ میں مبتلا

پس جانبین کے اطوار اور طرفین کے اسرار کا اندازہ اسی سے کر لینا چاہیئے کہ بعض اسرار و احوال شیخ کے لیے دوسرے ہیں اور بہت سے اذکار و اشغال مرید کے لیے دوسرے ہیں۔ پس اس صورت میں مرید کو بعض افعال سے روکنا شیخ کا عین کرم ہے۔ جس طرح ایک حکیم حاذق مرض کی تشخیص کر لیتا ہے اور مرض پیدا کرنے والے مادہ کا ادراک کر لیتا ہے تو مضر غذاؤں سے اس کو روک دیتا ہے۔ تاکہ اس کے مرض میں اضافہ نہ ہو وہ جو کچھ کرتا ہے از روئے عنایت و شفقت کرتا ہے۔ اس کو بیمار سے عداوت تو نہیں ہوتی کہ غذاؤں سے منع کر دیتا ہے۔ شیخ کے سلسلہ میں شفقت اور افادیت کا معاملہ اس سے کہیں زیادہ ہے۔

شرطِ پنجم

مرید کے لیے پانچویں شرط یہ ہے کہ شیخ کے کلام و حکم کے ظاہر معنی پر ٹھہرا رہے اور ہرگز اس کی تاویل نہ کرے تاکہ حق سبحانہ و تعالیٰ اس کے صدقِ عقیدت کے بموجب اس کے درجات میں

ترقی کا اشارہ فرمائے اور فہم دقائق میں اس کے لیے آسانیاں پیدا فرمادے۔ کہتے ہیں کہ ایک مرید خدمت شیخ میں مصروفِ عمل تھا۔ شیخ نے ہیزم کشی (لکڑیاں کاٹ کر لانے) کی خدمت اس کے سُپرد تھی۔ چنانچہ وہ ہر روز لکڑیاں جنگل سے لایا کرتا تھا۔ اور جس جگہ شیخ حکم دیتے وہاں ان لکڑیوں کو ڈال دیتا تھا۔ یا اگر کسی کو دے دینے کا حکم ہوتا اس کو دے دیتا۔ اتفاق سے ایک دن شیخ حقائقِ معرفت کے بیان میں مصروف تھے اور اصحابِ طریقت ان جواہر معارف وحقائق کے سننے میں محو تھے کہ اس حال میں وہی مرید لکڑیوں کا گٹھا لے کر حاضر ہوا اور معمول کے مطابق دریافت کیا کہ ان کو کہاں ڈال دوں، دو مرتبہ عرض کیا شیخ نے اس کی طرف بالکل توجّہ نہیں فرمائی کیونکہ وہ حقائق کے بیان میں بالکل ازخود رفتہ ہو رہے تھے جب اس نے دوبارہ دریافت کیا کہ میں لکڑیاں لے آیا ہوں۔ اب کیا کروں۔ شیخ نے ناراض ہو کر کہا کہ کتنی بار مجھ سے پوچھے گا جا آگ میں جا کر بیٹھ جا۔ مرید بہت ہی پرخلوص اور سلیم القلب تھا۔ شیخ کے اس حکم کے بموجب (شیخ کے ارشاد پر تامل کیے بغیر) تنور میں جو خوب گرم تھا چلا گیا۔ اس واقعہ کو کافی دیر گزر گئی۔ تب شیخ کو یہ خبر پہنچی کہ وہ ہیزم کش مرید تنور میں جا کر بیٹھ گیا ہے۔ شیخ جلدی سے اٹھے اور اس کو آگ سے باہر نکالا۔ جب وہ باہر نکلا تو اس کا ایک بال بھی آگ سے نہیں جلا تھا۔ اور حضرت خلیل اللہ کی طرح آگ اس پر گلزار بن گئی تھی ۔

شعر

با یاد او در آتش سوزندہ شد خلیل	لیکر کے یاد اس کی گئے آگ میں خلیل
آتش زہاب چشمہ آبِ زلال شد	آگ ایک نہر و چشمہ، آبِ رواں ہوئی

شرطِ ششم

شرط ششم مرید کیلئے یہ ہے کہ وہ شیخ کے اشارات اور احکام ظاہری کو بجالائے (ان پر بھروسہ کرے) اور تعمیل میں جلدی کرے خواہ وہ اس اشارت کے معنی سے آگاہ ہو یا نہ ہو۔ کہ شیخ نے جو کچھ فرمایا ہے اس کی تعمیل غایت مقصود اور مقام حصول کی نہایت ہے (اسی سے منزلِ مقصود نصیب ہوتی ہے) حضرت قدوۃ الکبرا نے ارشاد فرمایا کہ شیخ کا حکم بجالانے میں مرید کو وہ راستہ اختیار کرنا چاہیئے جو حضرت مولانا جلال الدین رومی قدس سرہٗ نے حضرت شمس تبریزی کا حکم بجالانے میں اختیار کیا تھا کہ انہوں نے تو خلافِ شریعت احکام کی بجا آوری میں اس حد تک عمل کیا، موافق شرع احکام کی اطاعت کے سلسلہ میں تو کہنا ہی کیا ہے (تأمل کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا) جب تک مرید کا عقیدہ اس حد تک اور اس مرتبہ تک نہیں پہنچے گا۔ (جس حد تک مولانا رومی نے حضرت شمس تبریزی کی اطاعت کی) اس وقت تک اس کو اس راہ میں ترقی میسّر نہ ہوگی۔ اس موقع پر حضرت نورالعین نے عرض کیا کہ حضرت مولانا روم کی فرمانبرداری حضرت خواجہ میں اور جو واقعہ ان میں گزرا آج کل لوگ ایک دوسرے کے خلاف بیان کرتے ہیں از راہِ عنایت اس سلسلہ میں جو کچھ حقیقت ہے اس سے سرفراز فرمائیں۔

حضرت قدوۃ الکبرا نے فرمایا ان دونوں واقعات کے سلسلہ میں دو قسم کی روایتیں ہیں اور وہی لوگ بیان

کرتے ہیں۔ میں نے حضرت سلطان ولد (فرزند گرامی حضرت مولانا رومی) سے اس سلسلہ میں تحقیق کی تھی وہ میں بیان کرتا ہوں بلکہ میں اس یگانہ روزگار ہستی (شمس تبریزی) کے آغاز حال وابتدائے کار سے اس سلسلہ بیان کو شروع کرتا ہوں۔ واقعہ یہ ہے کہ سلطان ولد فرماتے تھے حضرت خلاصۂ ارواح واشباہ وسراپردہ رشمع وشمعدان ومصباح شمس الدین محمود نے اپنے ابتدائے کار اور آغاز حال کے سلسلہ میں خود اس طرح فرمایا ہے کہ:

''میں مکتب میں تھا کہ ابھی قریب بہ بلوغ نہیں ہوا تھا چالیس چالیس دن تک مجھے سیرت محمدی کے عشق میں کھانے پینے کی خواہش نہ ہوتی اور اگر کھانے پینے کے لئے کہتے تو میں ہاتھ اور سر سے منع کر دیتا۔''

حضرت شمس الدین محمود (شمس تبریزی) شیخ ابوبکر سیلہ باف تبریزی کے مرید تھے۔ بعض لوگ کہتے ہیں کہ شیخ رکن الدین سنجابی کے مرید تھے۔ جن کے مرید شیخ اوحدالدین کرمانی بھی تھے۔ بعض لوگوں کا خیال ہے کہ حضرت شمس تبریزی شیخ بابا کمال خجندی کے مرید تھے۔ حضرت قدوۃ الکبرا نے فرمایا کہ میرا خیال یہ ہے کہ شاید آپ نے ان تمام اکابر کی صحبت سے فیض پایا ہے اور تربیت حاصل کی ہے۔ بہرحال آپ اپنے احوال کے آخری مرحلہ میں ہمیشہ سفر میں رہتے تھے اور سیاہ نمدہ پہنتے تھے، آپ جس شہر میں پہنچتے وہاں آپ کا قیام کارواں سرائے میں ہوتا تھا۔

کہتے ہیں کہ جب آپ بغداد میں پہنچے تو آپ کی ملاقات شیخ اوحدالدین کرمانی قدس سرہ سے ہوئی۔ آپ نے ان سے دریافت کیا کہ کس کام میں مصروف ہو۔ انہوں نے جواب دیا کہ چاند کا پانی کے طشت میں مشاہدہ کر رہا ہوں۔ شمس تبریزی نے فرمایا اگر تمہاری گردن میں دنبل (پھوڑا) نہیں نکلا ہے تو اس کو آسمان پر کیوں نہیں دیکھتے۔

کہا جاتا ہے کہ جس زمانہ میں مولانا شمس الدین بابا کمال خجندی کی صحبت میں رہتے تھے تو اس وقت وہاں شیخ فخرالدین عراقی بھی حضرت شیخ بہاؤالدین زکریا ملتانی قدس سرہ کے حکم کے بموجب مقیم تھے ان کی صحبت میں شیخ فخرالدین عراقی کو جو فتوح اور کشف حاصل ہوتا وہ اس کو نثر ونظم کے لباس سے آراستہ کر دیتے تھے۔[۱] اور بابا کمال خجندی کے سامنے پیش کر دیتے تھے۔ لیکن شیخ شمس الدین قدس سرہ سے ایسی کسی بات کا اظہار نہیں ہوتا تھا۔ ایک روز بابا کمال نے ان سے فرمایا کہ اے فرزند شمس الدین وہ اسرار ومعارف جو فرزند عزیز فخرالدین عراقی پر منکشف ہوتے ہیں تم پر منکشف نہیں ہوتے۔ انہوں نے جواب دیا کہ ان سے کچھ زیادہ ہی مجھ پر منکشف ہوتے ہیں۔ لیکن چونکہ انہوں نے بعض مصطلحات کو اپنا لیا ہے وہ اپنی واردات ومعارف کو بہت عمدہ طریقہ سے عبارت میں پیش کر دیتے ہیں۔ مجھ میں ایسی لیاقت موجود نہیں ہے۔ یہ سُن کر بابا کمال خجندی نے فرمایا کہ حق سبحانہ تعالیٰ تم کو ایک ایسا مصاحب عطا فرمائے گا جو اولین وآخرین کے معارف کو تمہارے نام سے پیش کرے گا اور

---

[۱] شیخ فخرالدین عراقی قدس سرہ کی نثر میں بلند پایہ کتاب ''لمعات'' موجود ہے جس کی شرح حضرت جامی نے اشعۃ اللمعات کے نام سے لکھی ہے نظم میں آپ کا دیوان غزلیات یعنی دیوان عراقی موجود ہے۔

http://Ashrafi.org

حکمت و معرفت کے چشمے اس کی زبان سے جاری ہوں گے اور وہ ان کو حرف وصوت کے لباس میں پیش کرے گا۔لباس کی وضع تمہارے نام سے مشہور ہوگی۔ ۱؎

مشہور ہے کہ مولانا شمس الدین (تبریزی) ۶۴۳ھ میں قونیہ تشریف لے گئے۔اور شکر ریزان کی سرائے میں قیام کیا۔اس زمانہ میں مولانا رومی درس وتدریس میں مشغول رہتے تھے۔ایک روز مولانا رومی فاضل شاگردوں کے ساتھ ایک حوض کے کنارے تشریف فرما تھے۔چند کتابیں آپ کے پاس رکھی تھیں اس مجلس درس وتدریس میں مولانا شمس الدین بھی پہنچ گئے اور مولانا سے پوچھا کہ یہ کون سی کتابیں ہیں۔مولانا رومی نے جواب دیا کہ اس کو قیل وقال کہتے ہیں اس کو تم کیا جانو۔مولانا شمس الدین نے ہاتھ بڑھا کر وہ کتابیں اٹھالیں اور سب حوض میں ڈال دیں۔مولانا رومی سخت پریشان ہوئے۔اور فرمایا۔ہائے ہائے درویش! یہ تم نے کیا کیا؟ ان میں بعض کتابیں میرے والد محترم کی تصانیف تھیں جن کا کوئی دوسرا نسخہ موجود نہیں ہے۔حضرت شمس تبریزی نے پانی میں ہاتھ ڈال کر ایک ایک کتاب نکال کر ان کو دے دی کسی کتاب پر بھی پانی کا اثر نہیں ہوا تھا (کوئی کتاب تر نہیں ہوئی تھی۔) مولانا رومی نے ان سے کہا کہ اے درویش! یہ کیا راز ہے۔حضرت شمس تبریزی نے فرمایا کہ یہ ذوق وحال ہے۔تم اسے کیا جانو! یہ اسرار دیکھ کر مولانا بہت حیران ہوئے ان کے دل میں ان کی خدمت میں رہنے کا جذبہ پیدا ہوا اور نوبت یہاں تک پہنچی کہ مولانا رومی نے سب کچھ ترک کر دیا اور ہر وقت آپ کی خدمت میں رہنے لگے۔

ایک روز یہ دونوں حضرات خلوت میں بیٹھے تھے کہ مولانا شمس تبریزی نے کہا کہ کسی شاہد (معشوق) کو لاؤ مولانا رومی اٹھ کر گئے اور اپنی بیوی کا ہاتھ پکڑے ہوئے آپ کی خدمت میں لائے اور کہا شاہد حاضر ہے۔شمس تبریزی نے کہا کہ یہ تو میری بہن ہے۔کسی نازنین پسر کو لاؤ۔مولانا رومی نے اسی وقت اپنے صاحبزادہ سلطان ولد کو آپ کی خدمت میں پیش کیا۔حضرت شمس تبریزی نے فرمایا کہ یہ تو میرا فرزند ہے۔اچھا یہ چھوڑو۔اس وقت اگر تھوڑی سی شراب مل جائے تو لاؤ کہ پینے کو جی چاہتا ہے۔مولانا رومی باہر آئے اور یہودیوں کے محلہ سے شراب کا ایک گھڑا (صراحی) بھروا کر خدمت میں پیش کیا۔اس وقت شمس تبریزی نے فرمایا اے جلال الدین! ہم تمہاری اطاعت اور حسنِ عقیدت کا امتحان لے رہے تھے اور اس میں تم کو کامل پایا (جس قدر بیان کی جاسکتی ہے اس سے زیادہ طاعت تم میں موجود ہے) اس کے بعد مولانا رومی کا ہاتھ پکڑ کر روانہ ہوگئے اور تین ماہ تک مسلسل خلوت میں رات دن صوم وصال (لگاتار روزے) سے رہے اور کسی وقت بھی باہر نہ نکلے۔نہ کسی شخص کی مجال تھی کہ ان کی خلوت میں داخل ہوسکے۔حضرت قدوۃ الکبرا نے فرمایا کہ سلطان ولد سے جو کچھ میں نے سنا تھا وہ بس یہی تھا۔

بعض لوگ ان دونوں بزرگوں کی ملاقات کی تقریب اور موقع اس کے علاوہ بتاتے ہیں اور کہتے ہیں کہ ایک

۱؎ دیوان شمس تبریزؒ اس پیش گوئی کا مصداق ہے کہ کلام حضرت رومی رحمۃ اللہ تعالیٰ کا ہے۔اور دیوان شمس تبریز کا کہلاتا ہے (مترجم)۔

http://Ashrafi.org

روز مولانا رومی درس سے فارغ ہوکر شاگردوں کے ساتھ شکر ریزان کی سرائے کے پاس سے گزر رہے تھے۔حضرت شمس تبریزی آپ کے سامنے آئے اور گھوڑے کی باگ پکڑ کر آپ کو روک لیا اور کہا کہ اے امام المسلمین بایزید بسطامی زیادہ بزرگ ہیں یا مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم۔حضرت جلال الدین رومی کا بیان ہے کہ اس سوال کی ہیبت سے مجھے ایسا معلوم ہوا کہ جیسے ساتوں آسمان شق ہوکر زمین پر گر پڑے ہیں اور میرے باطن سے ایک آگ بلند ہوئی جو میرے دماغ تک جا پہنچی اور دھواں ساق عرش تک جا پہنچا ہے۔پھر میں سنبھل گیا اور میں نے ان کو جواب دیا کہ رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے تو ارشاد فرمایا **ماء فناک حق معرفتک یاالہ العلمین**. میں تجھے اتنا نہ پہچان سکا جتنا تیری معرفت کا حق تھا۔اور بایزید بسطامی پکار اٹھے **سبحانی ما اعظم شانی** میں سبحان ہوں اور میری شان کس قدر بلند ہے۔ **وانا سلطان السلاطین** اور میں بادشاہوں کا بادشاہ ہوں۔وجہ اس کی یہ ہے کہ ابویزید بسطامی کی پیاس ایک گھونٹ پانی ہی سے ختم ہوگئی اور وہ سیرابی کا دعویٰ کر بیٹھے اور ان کے ادراک کا کوزہ پُر ہوگیا۔ روشنی اسی قدر اندر داخل ہوتی ہے جتنی روزن میں وسعت ہوتی ہے۔لیکن مصطفی صلی اللہ علیہ وسلم کی پیاس عظیم تھی اور یہ پیاس لحمہ بہ لحمہ بڑھتی رہی آپ کا سینہ مبارک [۱] اَلَمْ نَشْرَحْ لَکَ صَدْرَکَ کی کشادگی کے ساتھ کشادہ ہوا۔ [۲] وَاَرْضُ اللّٰہِ وَاسِعَۃ'' کے بقدر اس کو وسعت بخشی گئی لہٰذا آپ تشنگی کا اظہار فرماتے رہے (آپ سیراب نہ ہوئے) اور ہر روز آپ زیادتی قرب کی استدعا فرماتے رہے پس بایزید بسطامی کو حضور سرورِ کونین صلی اللہ علیہ وسلم سے کیا نسبت؟! یہ جواب سنتے ہی مولانا شمس الدین نے ایک نعرہ مارا اور گر پڑے۔یہ حال دیکھ کر حضرت مولانا رومی گھوڑے سے اتر پڑے شاگردوں کو حکم دیا کہ وہ شمس تبریزی کو اٹھا کر مولانا رومی کے مدرسہ میں لے جائیں۔جب وہ ہوش میں آئے تو ان کا سر مولانا رومی کے زانو پر رکھا ہوا تھا۔اس کے بعد حضرت شمس تبریزی مولانا کا ہاتھ پکڑ کر خلوت میں لے گئے۔ پھر وہاں ان کو جو کچھ ملا وہ محتاج بیان نہیں۔

شرطِ ہفتم

یہ ہے کہ خود کو سب سے کم تر جانے اور کسی پر اپنا حق نہ جانے نہ کسی کا اپنے اوپر حق خیال کرے کہ جس کا ادا کرنا اس پر واجب ہو اور عقیدہ رکھے کہ دوجہاں میں حق سبحانہ وتعالیٰ اور اس کے پیر کے سوا دوسرا کوئی موجود نہیں ہے تا کہ اس مقام پر پہنچے جہاں مظاہر کی دیوار اس کی بصیرت سے بالکل ہٹادی جائے خلیل کی طرح اپنے سے یہی کہے کہ

اِنِّیْ وَجَّھْتُ وَجْھِیَ لِلَّذِیْ فَطَرَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ حَنِیْفًا وَّمَآ اَنَا مِنَ الْمُشْرِکِیْنَ ٥ [۳]

بے شک میں نے یکسو ہوکر اپنا رخ اسی کی طرف کرلیا ہے جس نے آسمانوں اور زمینوں کو پیدا کیا اور میں شرک کرنے والوں میں سے نہیں۔

---

[۱] کیا ہم نے آپ کا سینہ آپ کے لیے کشادہ نہیں کردیا۔ پ ۳۰ سورہ نشرح ۱

[۲] اور اللہ کی زمین وسیع وفراخ ہے۔ ۱۲۔ پ ۲۳ سورہ زمر ۱۰ [۳] پ ۷ الانعام ۷۹

http://Ashrafi.org

حضرت قدوۃ الکبرا فرماتے تھے منقول ہے کہ بزرگوں نے فرمایا ہے کہ پیر تربیت کے بارے میں بطور نبی کے ہے۔ پیر اپنی قوم میں نمونہ نبی کا ہے اپنی امت میں۔

شعر

ایکہ کنی فرق نبی از ولی — کر نہ بیان فرقِ نبی و ولی
ہر دو یکی دان و رہا کن دوئی — دونوں کو اک جان ہٹا دے دوئی
گفتم کہ پیا مبری تو یا پیر — میں بولا ہو پیر یا پیمبر
گفتہ کہ دوئ زراہ برگیر — بولا کہ دوئی کو دور تو کر

حضرت قدوۃ الکبرا فرماتے تھے کہ ایک مرید بڑی دور سے حضرت سید الطائفہ کے پاس آیا اور مرید ہوا اور طالب ہدایت ہوا کہ سبیل مقصود وراہِ شہود کے سلوک کا طریقہ بتا دیں۔ حضرت سید الطائفہ نے فرمایا اگر سچے طالب ہو تو آؤ اور کہو کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں جنید اللہ کے بھیجے ہیں چونکہ طالب سچا تھا فوراً تعمیل کی۔ حضرت سید الطائفہ نے فرمایا پیغمبر برحق و رسول مطلق حضرت رسالت پناہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہیں میں ان کی درگاہ کا ادنیٰ غلام اور ان کی بارگاہ کا کمینہ جاروب کش ہوں لیکن میں تمہارے اعتقاد کی جانچ اور تمہارے اطاعت کی تحقیق کر رہا تھا تو بہ کرو اللہ ہم کو تم کو بخشے اور اللہ تعالیٰ تمہاری طلبِ محبوب کو بڑھائے۔

قطعہ

بدانکہ پیر سراسر صفات حق باشد — تو جان پیر کو ہے مظہر صفات خدا
اگرچہ نماید بصورت بشری — اگرچہ نظروں میں رکھتا ہے ایک شکل بشر
بہ پیش تو چو کف ست بہ وصف چون دریا — تری نظر میں ہے اک کف مگر ہے وہ دریا
بہ پیش خلق مقیم است و ہر دمش سفری — مقیم کہتے ہیں سب کر رہا ہے پر وہ سفر

حضرت قدوۃ الکبرا فرماتے تھے کہ مرید کو چاہیئے کہ اس کا مقصود و مراد پیر کے سوا کوئی نہ ہو اور سارا مقصد اس کا ذاتِ شیخ کے سوا کچھ نہ ہو کیونکہ شیخ کی صورت میں حق تعالیٰ کی تجلیاں ہیں کیونکہ جس کو چاہے ہدایت دے اور جس کو چاہے گمراہ کرے۔ یہ اللہ تعالیٰ کی شان ہے پیر بیچ میں سبب ہونے سے زیادہ کچھ نہیں ہے۔

رباعی

نی رفع عطش زتشنگان آب کند — کم پیاس کو پیاسوں سے نہ یہ آب کرے
نی دفع کلال خفتگان خواب کند — اور دفع تکان نہ نیند اور خواب کرے
حاشا کہ کند غیر مسبب کاری — حاشا کہ کرے غیر مسبب کوئی کام
لیکن زپس پردۂ اسباب کند — گو نظروں میں در پردۂ اسباب کرے

حضرت قدوۃ الکبرا بارہا حضرت شیخ مظفر بلخی کو یاد کرتے تھے اور ان کو عالی ہمت فرماتے تھے اور

http://Ashrafi.org

فرماتے تھے کہ لاکھوں شاباشی اُن کے اس قول پر ہو جو کہا ہے کہ حق تعالیٰ جلوہ گاہ فردوس میں اگر شرف الدین کے ظہور میں تجلی نہ کرے تو میں ہرگز نہ دیکھوں

مصرعہ

فردوس چہ کار آید گر یار نباشد
فردوس ہے کس کام کی جب یار نہیں

جب تک کہ صرف پیر کی ذات مقصود ومحل عقیدت نہ ہو اس کا کام اس سے آگے نہ بڑھے گا اور پیر کی نسبت مرید کے اخلاص کا کمال یہ ہے کہ اس کے سوا سب کم ہے اگر ایسا کرے تو اس کا نقص نہیں ہے۔

شعر

کسیکہ دررہ اخلاص آنچنین نزود	کرے اگر رہ اخلاص میں نہ یوں تگ ودو
بکوئ وصل دلآرام نازنین نزود	وصال اس کا دلآرام نازنین سے نہ ہو

یہ ان کی ہمت کا کمال ہے کہ دوجہاں کے مقصود سے منہ پھیر دیا اور مقصد کی جانب رخ فرمایا۔

قطعہ

منصب وی برتراز کونین آمد گفتہ اند	اس کا درجہ دوجہان سے بڑھکر ہے سب نے کہا
کوسِ عالی ہمتی بر ذروۂ اعلیٰ زنند	کوسِ ہمت ذروۂ اعلیٰ پہ ہے اس کا بجا
روبسوئ حور جنت کردن از دون ہمتی است	حور جنت کی طرف رخ کرنا ہے دون ہمتی
ہر کجادون ہمت آمد برسرِ او پازنند	جس جگہ دون ہمت آیا لات سے مارا گیا

شرطِ ہشتم

یہ ہے کہ کسی امر میں خیانت نہ کرے اور پیر کی تعظیم میں بے انتہا کوشش کرے۔ اور اپنی عمارتِ دل میں اس ذکر کی جس کو پیر نے فرمایا ہو دل سے بے حد سعی کر کے پورا کرے اور جب کبھی ذکر کے علاوہ شہوت وغیرہ کا خطرہ دل پر گذرے تو اسی وقت ذکر کی طرف رجوع کرے اور مشغول ہو اور جان لے کہ ایک وقت میں دو مخالف امروں میں مشغول نہیں ہوسکتا تا کہ غفلت طاری نہ ہو۔ یوں براخطرہ ہرگز نہیں گھسنے پاتا تو ذکر سے غفلت کو دور کرنا چاہیئے کیونکہ ذکر کی حقیقت غفلت کا ہٹانا ہے۔

حضرت قدوۃ الکبرا فرماتے تھے کہ شیخ خواجگی نے فرمایا کہ مرید کے لئے شرط یہ ہے کہ ہمت کو ایسا بلند کرے کہ پیر کو اپنی جان سمجھے اور آپ اس کا جسم وقالب ہوجائے۔

بیت

دل بتو زندہ است مگر جان توئ	تم سے ہے دل زندہ مگر جان ہو تم
منتِ جان چیست چو جانان توئ	منتِ جان کیا ہے جو جانان ہو تم

جب پیر مرید کی جان ہوگیا اور مرید پیر کا قالب ہوگیا یعنی جس طرح کہ تمام قالب بھرپور سر سے پاؤں تک بالکل جان سے بھرا ہوا ہے مرید کا تمام جسم پیر کی محبت سے بھر جائے اور قالب تو خرقہ ہے اور جان خرقہ پوش ہے

http://Ashrafi.org

تو مرید خرقہ ہوااور پیر خرقہ پوش یہاں تک کہ ایک ہونے کے خیال کا غلبہ ایسا ہو کہ جو بات مرید کہے گویا پیر نے کہا ہو جو مرید سنے گویا پیر نے سنا ہواور جو مرید دیکھے گویا پیر نے دیکھا ہواور جہاں مرید جائے گویا پیر گیا ہواور جس کو مرید پکڑے گویا پیر نے پکڑا ہواور مرید کا سارا جسم ایک قالب ہو گیا ہواور سارا وجود پیر مرید کی جان ہو جائے۔ تیرا پاؤں اس کا موزہ ہو گیا اور تیرا ہاتھ اس کی آستین اور تیری آنکھ اس کی کھڑکی اور جو پیر لوگ لکھتے ہیں کہ تب اس کا ہاتھ میرا ہاتھ ہے اور اس کی صحبت میری صحبت اور اس کا خرقہ میرا خرقہ' وہ اسی مقصود کا راز ہے۔ جب ایک ہونے کے خیال کے غلبہ کی وجہ سے پیر مرید کی جان ہو گیا اور مرید پیر کا قالب اور پیر مرید کا خرقہ بن گیا اور مرید پیر کا خرقہ پوش ہو گیا تو جس مرید کا خرقہ پیر ہو اگر عارضی خرقہ کی طرف وہ توجہ نہ کرے تو کچھ حرج نہیں ہے۔ اور یہ سب مریدوں کو نہ چاہیئے بلکہ اس مرید کو جو پیر کی جگہ پر پہنچا ہو کیونکہ ایسا مرید تو ایک صفت ہے جو ذاتِ پیر کے ساتھ قائم ہے اور اس کے دریائے ذات میں ڈوبا ہوا ہے۔

حضرت قدوۃ الکبرا نے خرقۂ شیخ فقیر کو دے دیا

حضرت قدوۃ الکبرا نے فرمایا کہ جب یہ ناچیز فقیر مخدومی و مخدوم عالم پیشوائے بنی آدم حضرت شیخ علاؤ الدین (طیب اللہ مثواہ) کی خدمت میں باریاب ہوا اور حضرت کی ظاہری اور باطنی نگاہوں سے مجھ کو اختصاص حاصل ہوا تب حضرت نے طرح طرح کے خاص لباس (خرقے) اور دوسرے تبرکات مرحمت فرمائے تو میں نے اسی دن وہ خرقہ اور دوسرے تبرکات ایک فقیر کو دے دیئے۔ بعض متعلقین حضرات نے جو مجھ سے کدورت رکھتے تھے از روئے غصہ و حسد طعنہ زنی شروع کر دی کہ ذرا اس کو دیکھو اس نے پیر کا خاص خرقہ دوسرے کو دے دیا۔ ایسا بھی کہیں ہوتا ہے۔ ان لوگوں نے یہ بات حضرت شیخ تک پہنچا دی۔ حضرت مرشد نے فرمایا کہ اشرف کوئی ایسا کام نہیں کرتا جو لغو و بے معنی ہو۔ تم لوگ خود اس سے دریافت کرو کہ اس نے یہ کیوں کیا۔

جب ان لوگوں نے مجھ سے دریافت کیا تو اس فقیر نے ان سے جواب میں کہا کہ خرقہ عین پیر ہے یا غیر پیر ہے ظاہر ہے کہ خرقہ عرض کی طرح ہے (قائم بالغیر) یقیناً وہ غیر پیر ہے۔ اور پیر کی نظر غیر پر نہیں ہوتی اور مرید پیر کی صفات کا تابع ہوتا ہے۔ پس اس کی نظر بھی غیر پر نہیں ہوتی۔ اگر میں ان عوارضات کی طرف التفات کرتا تو اس کے معنی یہ ہوتے کہ میں پیر سے کچھ بھی اکتساب نہیں کر سکتا اور جو شخص پیر سے اکتساب نہیں کر سکا اس کو پیر سے کیا نسبت اور تعلق؟

مصرعہ

شان بین محمّد و محمِّد چون این
کتنا فرق ہے حامد و محمود میں

میرا یہ جواب ان لوگوں نے حضرت مرشدی تک پہنچا دیا۔ حضرت نے میرا جواب سن کر تحسین فرمائی اور میرے حق میں یہ دعا فرمائی کہ اے اشرف تیری خوشبو شرق سے غرب تک پھیلے گی۔

شرطِ نہم

شرط نہم مرید کے لیے یہ ہے کہ مرید کو دو جہان سے کوئی خواہش اور حاجت نہ رہے جب تک اس میں

خواہش اور حاجت باقی ہے وہ خواہشات کا طالب ہے (اور پیر کا طالب نہیں ہے) اور مرید نہیں ہے بزرگوں نے فرمایا ہے کہ مرید کو شیخ کے قابو میں اس طرح ہونا چاہیئے جیسے مردہ غسّال کے ہاتھ میں ہوتا ہے۔ جس طرح چاہتا ہے اس کو حرکت دیتا ہے۔ پس مرید کے لیے مناسب ہے کہ شیخ اس کے لیے جو کچھ چاہے اس کے سوا اس کی اور کچھ خواہش اور آرزو نہ ہو۔ اس صفت کے لحاظ سے اولیٰ اور انسب یہ ہے کہ اس کو مرید ہی نہ کہیں کہ اس منزل پر پہنچ کر اب خود اس کا ارادہ تو باقی ہی نہ رہا جس کے باعث اس کو مرید کہا جائے۔ مرید کے لفظ کا اب اس کی ذات پر اطلاق کرنا بس ایک تسامحہ ہوگا (بھول چوک کے سوا کچھ نہیں) اس کے علاوہ یہ بھی ضروری ہے کہ شیخ کے کلام میں کبھی خطا اور غلطی کا گمان نہ کرے۔ اس لئے کہ شیخ کے افعال اور اقوال تمام تر احوال نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی طرح ہیں کہ جو اپنی خواہش سے کوئی کام نہیں کرتے۔

وَمَا يَنْطِقُ عَنِ الْهَوٰى ۝ اِنْ هُوَ اِلَّا وَحْیٌ يُّوْحٰى ۝ [۱]

اور وہ اپنی خواہش سے کلام نہیں فرماتے۔ نہیں ہوتا ان کا فرمانا مگر وحی جو (ان کی طرف) کی جاتی ہے۔

پس شیخ کی طرف غلطی کا گمان ایک خیال فاسد ہے۔

حضرت خواجہ نظام الدین کا ایک واقعہ

حضرت شیخ الاسلام خواجہ نظام الدین قدس اللہ سرہ ایک شب حضرت رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دیدار سے مشرف ہوئے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے فرمایا **یا ملک الفقراء المساکین** (اے بادشاہ فقراء ارباب احتیاج) جب شیخ نظام الدین بیدار ہوئے تو ان کے دل میں یہ وسوسہ پیدا ہوا کہ المساکین کے بجائے والمساکین ہونا چاہیئے تھے۔ عطف کی وجہ سے (واؤ برائے عطف درمیان میں ہونا چاہیئے تھا) کہ فقرا اور مساکین کے درمیان مغائرت موجود ہے۔ لیکن اسی وقت اس وسوسہ سے وہ پشیمان ہوئے اور فرمانے لگے اے کاش میں پڑھا ہوا نہ ہوتا کہ مجھے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے قول پر اعتراض نہ ہوتا۔

شعر

بر حرفِ ہیچ کس منع انگشت اعتراض
تا کلک صنع نیست کہ خطی خطا کشد

مت رکھ کسی کے حرف پہ انگشت اعتراض
یہ وہ قلم نہیں ہے کہ کھینچے خطِ خطا

حضرت قدوۃ الکبرا نے فرمایا کہ شیخ کے قول کو مرید بالکل ارشاد خداوندی سمجھے اگر شیخ کے مقولہ میں کچھ اشکال معلوم ہو تو اسکو اپنے فہم کا قصور سمجھے جب اس میں صفائے ادراک پیدا ہوگی تو وہی مقولہ صحیح معلوم ہوگا یا اسکی صحت کو پہنچ جائیگا حضرت قدوۃ الکبرا نے تقریباً ان الفاظ میں فرمایا کہ میرے مخدوم و مرشد حضرت علاؤ الدین فرماتے تھے کہ حضرت شیخ نظام الدین (طاب مثواہ) نے ایک دُعا حضرت فریدالدین گنج شکر

---

[۱] پ ۲۷ النجم ۳۔۴

http://Ashrafi.org

سے سیکھی تھی۔ اور پیر کے ارشاد کے بموجب اس کو اپنے وظائف میں شامل کر لیا تھا۔ اور اس کو ہمیشہ پڑھا کرتے تھے لیکن اس دعا میں ایک لفظ پر اعراب بظاہر غلط نظر آتا تھا، علمائے نحو آپ سے ہر چند کہتے تھے کہ آپ اعراب کو بدل دیں (کہ وہ غلط ہے) لیکن آپ نے اعراب نہیں بدلا۔ اور اسی طرح بظاہر غلط اعراب کے ساتھ وہ دعا پڑھتے رہے۔ ایک طالب علم نے آپ سے اس بارے میں بہت ضد کی اور کہا کہ یہ اعراب غلط ہے اور اس طرح یہ لفظ غلط ہو جاتا ہے۔ تو آپ نے فرمایا کہ اگر میں اس کو غلط سمجھوں تو اس کے معنی یہ ہوئے کہ میں نے اپنے پیر کو غلطی سے منسوب کیا اور یہ محال ہے۔ کچھ عرصہ بعد تحقیق و تدقیق نحوی سے ہر ایک کو معلوم ہو گیا کہ وہی اعراب جس کے ساتھ حضرت پڑھا کرتے تھے اس لفظ پر صحیح تھا۔

شعر

کسی کہ طالب و سالک رہِ خدا باشد — ہر ایک شخص جو ہے طالبِ طریق خدا
دم از خطاش زدن بر تراز خطا باشد — خطا بتانا اُسے ہے خطا سے بڑھ کر خطا

شرطِ دہم

یہ ہے کہ ہر اس شخص کے حکم کا فرمانبردار ہو جس کو شیخ نے اس پر افسر کر رکھا ہو۔ خواہ خود علم میں اس ہستی سے بلند و برتر ہی کیوں نہ ہو۔ (شیخ نے جس کو اس پر مقدم رکھا ہے اس سے علم میں بالاتر اور بلند ہونے کے باوجود اس کی اطاعت کرے اور خود سے مقدم جانے) اور یہ اعتقاد رکھے کہ شیخ نے جو طریقہ اختیار فرمایا ہے وہی بہترین ہے اور سب طریقوں میں اشرف ہے۔ اور اس کا شیخ سب سے زیادہ کامل ہے ورنہ اکثر صورتوں میں بحسب اوقات اس کا دل کسی اور اشرف و اکمل کی طرف متوجہ ہوگا اور یہ رغبت و میلان نسبتِ ذوقیہ کے ظہور میں مانع ہوگا۔

حضرت خواجہ بہاؤالدین فرماتے تھے کہ ہم ایک بار مولانا ابو بکر کی ملاقات کے لیے گئے ان کی خدمت میں اس وقت ایک شخص بھی موجود تھا۔ جو کسی دوسرے رسمی پیر کا ارادت مند تھا۔ حضرت مولانا ابو بکر نے اس شخص سے مخاطب ہو کر دریافت فرمایا کہ تم اپنے پیر کو زیادہ چاہتے ہو یا حضرت امام اعظم رحمہ اللہ علیہ کو۔ اس شخص نے جواب دیا کہ میں اپنے پیر کو حضرت امام اعظم سے زیادہ چاہتا ہوں۔ یہ سن کر وہ بہت غضبناک ہوئے اور فرمایا کہ اے کتے! تو اپنے شیخ کو امام اعظم سے زیادہ دوست رکھتا ہے۔ اور سخت طیش کے باعث وہ وہاں نہ بیٹھ سکے اور اٹھ کر گھر میں چلے گئے۔ میں اور وہ دونوں شخص حیران تھے۔ کچھ دیر بعد وہ شخص اُٹھ کر چلا گیا اور میں وہاں تنہا رہ گیا اور یہ سوچ رہا تھا کہ مولانا نے اس شخص کے بارے میں یہ کیا بات کہہ دی۔ کچھ دیر کے بعد مولانا باہر تشریف لائے اور مجھ سے دریافت کیا کہ وہ شخص کہاں چلا گیا میں نے عرض کیا کہ وہ تو اسی وقت چلا گیا تھا۔ مولانا نے فرمایا کہ آؤ اس سے چل کر عذر خواہی کریں۔ چنانچہ ہم اس شخص کی تلاش میں روانہ ہوئے۔ راستہ میں اس شخص سے ملاقات ہوگئی وہ سامنے آ کر کہنے لگا۔ میں آپ ہی کی خدمت میں جا رہا تھا۔ اس وقت آپ کے غصہ کی وجہ سے آپ کی بات کے جواب میں کچھ نہ کہہ سکا۔ اب میرا جواب سنیے! کہ میں پچاس سال سے مسلکِ امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا پیرو ہوں۔

اور امام اعظم کبھی مجھے ناپسندیدہ اور نامناسب کام سے نہیں روک سکے۔لیکن میرے پیر نے چند ہی روز میں تمام برے کاموں سے مجھے روک دیا۔ اور اب میں ان کی بیعت کی برکت سے حق تعالیٰ کی طرف رغبت اپنے دل میں پاتا ہوں پس اگر ایسے شخص کو اس شخص کے مقابل میں زیادہ دوست رکھنا اور زیادہ چاہنا ازروئے شریعت وطریقت جائز نہیں ہے تو میں اپنے الفاظ واپس لیتا ہوں۔ اور توبہ کرتا ہوں۔ یہ سن کر مولانا نے اس کے سر اور چہرہ کو بوسہ دیا اور اس سے بہت معذرت کی۔

حضرت قدوۃ الکبرا فرماتے تھے کہ اپنے سے بالا پیر بھائی کی خدمت و ملازمت بہت زیادہ ضروری ہے اسی لئے حضرت نے تمام اپنے ساتھیوں کو حضرت کبیر کی خدمت و تعظیم کا حکم دیا تھا۔قریب قریب فرماتے تھے جس طرح کہ حضرت شیخ نظام الدین اولیاء نے کہا ہے قیامت میں ہر شخص کسی چیز پر فخر کرے گا میرا فخر اس ترک خدا یعنی خسرو دہلوی کے سینہ کے سوز پر ہوگا۔ اسی طرح ایک رات اس فقیر کے سر میں ندا کی کہ اشرف دنیا میں کیا ہاتھ لگا جو میری سب سے بڑی نعمت ہو۔ہم نے عرض کیا بار خدایا اگرچہ تو نے مجھ کو بے حد نعمتیں دی ہیں۔

وَاِنْ تَعُدُّوْا نِعْمَةَ اللّٰهِ لَا تُحْصُوْهَا [1] اور اگر تم اللہ کی نعمتیں گنو تو انہیں گن نہ سکو گے۔

لیکن چار نعمتوں کا شکر میں ادا ہی نہیں کرسکتا اور قیامت میں بھی انشاء اللہ تعالیٰ مجھے ان چار چیزوں پر فخر ہوگا: ایک یہ کہ مجھے درگاہ مصطفےٰ و بارگاہ سید الانبیاء صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے غلاموں اور چار دب کشوں میں پیدا کیا دوسرے یہ کہ حضرت والا درجت سرکار علائی کے شرف خدمت سے مجھے مشرف کیا، تیسرے یہ کہ عرفان الٰہی و وجدان نامتناہی کی دولت وشوکت مجھے دی۔ چوتھے یہ کہ دریائے حقائق کے دو گوہر اور کان دقائق کے دو جوہر مجھے نصیب کئے اور وہ دو گوہر ایک حضرت نور العین دوسرے حضرت کبیر ہیں۔خدا نے چاہا تو ان کے ولایت کی روشنیاں اور ہدایت کے اثرات قیام قیامت تک باقی رہیں گے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور ان کی پیاری اولاد کے طفیل

حضرت قدوۃ الکبرا فرماتے تھے ہر پیشوا اور رہنما کے اصحاب واحباب میں ایک پیر بھائی بالا ہوتا آیا ہے اور میرے احباب میں میرے فرزند شیخ کبیر ہیں۔ جب حضرت کبیر نے بیابان فنا سے میدان بقا کا سامان باندھا اور وصال حقیقی کی منزل میں پہنچے تو حضرت درِّ یتیم کو اس عہدہ سے سرفراز کیا اور فرمایا کہ یہ منصب میرے فرزندوں میں فرزند کبیر کی اولاد میں کسی ایک کو ہر زمانہ میں پہنچتا رہے گا۔انشاء اللہ تعالیٰ۔

حضرت قدوۃ الکبرا فرماتے تھے کہ حضرت خواجہ ابو یوسف ہمدانی نے اپنی حیات کے آخر وقت میں چار خلیفہ کو رشد وہدایت کے محل پر بٹھایا اور چاروں کو ارشاد کی اجازت دی ایک خواجہ عبداللہ برقی، دوسرے خواجہ حسن اندقی، تیسرے خواجہ احمد یسوی جو ترک تھے، چوتھے خواجہ عبدالخالق غجدوانی رضی اللہ تعالیٰ عنہم حضرت شیخ یوسف کے بعد ان چاروں سے جن کا ذکر ہوا ان کے پہلے یعنے یار پیش قدم مقام ارشاد میں تھے۔

---

[1] پ۱۴ النحل ۱۸

http://Ashrafi.org

دوسرے حضرات نے ادباًان کی خدمت وملازمت کی کیونکہ یارپیش قدم کا ادب رکھنا طریقت کے لوازم سے ہے اور جب ان پہلے پیر بھائی کی رحلت وسفر آخرت کا وقت قریب ہوا سب پیر بھائیوں کو دوسرے یعنی خواجہ حسن اندقی کی طرف اشارہ کیا اور اُن کا سفرِ آخرت قریب ہوا تو سب پیر بھائیوں کو خواجہ احمد یسوی کی صحبت کا اشارہ فرمایا اور سپرد کر دیا جب خواجہ احمد یسوی کا سفر ترکستان کی طرف ہوا سارے پیر بھائیوں کو خواجۂ جہاں خواجہ عبدالخالق غجدوانی کی فرمانبرداری کا اشارہ کیا۔

شعر

از صدائ گنبد گردون چنین آمد بگوش	کان میں یوں گنبد گردوں سے آتی ہے صدا
کز بزرگان ہر کسی نوبت بنوبت میزنند	باری باری سے بزرگوں کی ہیں بجتی نوبتیں

مرید حتی الوسع شیخ کی خدمت بجالائے

حضرت نورالعین نے حضرت قدوۃ الکبرا سے خدمت شیخ کے بارے میں دریافت کیا آپ نے فرمایا کہ مقامات خواجہ میں منقول ہے کہ مرید کو حددرجہ خدمتِ شیخ میں کوشاں رہنا چاہیئے اور کسی مالی اور جانی شے سے دریغ نہ کرنا چاہیے۔ مرید کے لئے شیخ کی خدمت سے بڑھ کر اور کوئی دولت نہیں ہے۔

شعر

ارادت نداری سعادت مجوئ	ارادت نہیں تو سعادت کہاں
بچوگانِ خدمت بر آورد گوئ	ملے گیند چوگان خدمت سے ہاں

شیخ کی خدمت سے مرید کو جو لذت حاصل ہوتی ہے وہ دونوں جہاں کی لذتوں سے زیادہ ہے۔

حضرت شیخ سیف الدّین باخرزی نے کس طرح شیخ کی خدمت کی

حضرت نے تقریباًان الفاظ میں فرمایا کہ ایک بار حضرت شیخ نجم الدین کبریٰ کیلئے خطا سے ایک کنیز لائی گئی۔ شب زفاف سے پہلے آپ نے اپنے ارادت مندوں سے فرمایا کہ آج رات ہم ایک مشروعہ لذت میں مشغول رہیں گے۔ تم لوگ بھی میری موافقت میں آج رات کی ریاضت ترک کردو (آج رات ریاضت مت کرو) اور آسودگی وراحت کے ساتھ اپنے اپنے گھروں میں آرام کرو۔ یہ فرما کر شیخ گھر میں چلے گئے۔ شیخ سیف الدین باخرزی نے یہ کیا کہ ایک مشک پانی سے بھر کر شیخ کے خلوت خانہ کے باہر دروازہ پر لیکر کھڑے ہو گئے۔ اور تمام رات اسی طرح کھڑے کھڑے گزاردی۔ جب صبح ہوئی اور شیخ خلوت سے باہر تشریف لائے تو انکو وہاں کھڑا ہوا پایا۔

شیخ نے ان سے فرمایا کہ ہم نے کیا یہ نہیں کہا تھا کہ آج رات ہر شخص اپنی لذت (مشروعہ) وآرام میں بسر کرے پھر تم نے ریاضت و تکلیف کیوں اٹھائی؟ شیخ سیف الدین نے جواب دیا کہ شیخ نے یہ ارشاد فرمایا تھا کہ ہر شخص اپنی لذت میں آج رات مصروف رہے اور میرے لیے اس سے بڑھ کر اور کوئی لذت نہیں تھی کہ میں شیخ کے آستانہ پر خدمت میں مصروف رہوں۔ (چنانچہ میں نے ایسا ہی کیا) یہ سن کر شیخ بہت خوش ہوئے

http://Ashrafi.org

اور فرمایا کہ تم کو بشارت ہو کہ شاہان وقت تمہاری رکاب میں دوڑیں گے۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا کہ ایک بار ایک سلطان شیخ سیف الدین کی زیارت کے لیے آیا۔ واپسی کے وقت اس نے حضرت شیخ سے استدعا کی کہ میں نے ایک گھوڑا آپ کی نذر کیا ہے۔ شیخ محترم قدم رنجہ فرمائیں تاکہ اپنے ہاتھ پر سے آپ کو گھوڑے پر سوار کراؤں۔ شیخ نے اس کی درخواست قبول فرمائی۔ اور خانقاہ کے دروازہ پر آئے۔ سلطان نے آپ کی رکاب پکڑلی تاکہ آپ اطمینان و آسانی سے سوار ہو جائیں۔ مگر گھوڑا بدک گیا اور باگ تڑا لی تقریباً پچاس قدم تک سلطان شیخ کے ساتھ دوڑتا ہوا گیا۔ اس سے قبل اس گھوڑے نے کبھی سرکشی نہیں کی تھی۔ شیخ سیف الدین نے سلطان سے کہا کہ اس گھوڑے کی سرکشی میں حکمت یہ تھی کہ ایک رات ہم شیخ الاسلام شیخ نجم الدین کبریٰ کی خدمت میں حاضر تھے۔ تو انہوں نے فرمایا تھا کہ اے سیف الدین تمہاری رکاب میں سلطان دوڑیں گے۔ اس طرح آج ان کی پیش گوئی پوری ہوگئی۔ گھوڑے کی سرکشی میرے شیخ کے ارشاد کا مصداق ہے اور آپ کے کلمات مقدسہ سے یہ رباعی ہے۔

رباعی

ہر شب بمثال پاسبان کویت	ہر رات کو مثل پاسبان کوچہ
میگردم گرد آستان کویت	پھرتا ہوں میں گرد آستان کوچہ
باشد کہ بر آید ای صنم روز حساب	ممکن ہے "صنم" روز قیامت مرا نام
نامم زجریدۂ سگان کویت	ہو رونق دفتر سگان کوچہ

ایک بار حضرت قدوۃ الکبرا نے سفر حج کا ارادہ کیا اور چند اصحاب (مریدوں) کے ساتھ آپ مکہ معظمہ (زاداللہ شرفاً وتعظیماً) کو روانہ ہوگئے۔ یہاں سے دو تین منزلیں طے کرنے کے بعد آپ خطۂ اودھ میں پہنچے اودھ میں آپ نے حضرت شمس الدین کی خانقاہ میں قیام فرمایا۔ شیخ شمس الدین نے آپ کی دعوت کا شاندار انتظام و اہتمام کیا۔ چونکہ حضرت قدوۃ الکبرا کو شوربا بہت مرغوب تھا۔ لہٰذا شیخ شمس الدین خود اس کے پکانے میں مشغول ہوگئے۔ شوربا تیار کرنے میں ان کا ہاتھ جل گیا۔ انہوں نے ہاتھ پر کپڑا لپیٹ لیا۔ حضرت قدوۃ الکبرا کی ان کے ہاتھ پر نظر پڑی تو آپ نے دریافت فرمایا! کسی خادم نے بتادیا کہ شوربا پکاتے ہوئے ہاتھ جل گیا۔ آپ نے فرمایا کہ اے فرزند عزیز (شمس الدین) میرے پاس آؤ۔ پھر فرمایا کہ یہ داغ ولایت ہے جو تمہارے ہاتھ پر لگائی گئی ہے۔ کوئی پرواہ نہیں۔ اور زبان مبارک سے ذرا سا لعاب اس زخم پر لگا دیا فوراً وہ زخم اچھا ہوگیا۔

شیخ کی خدمت سے کوتاہی مقصد سے محرومی ہے

حضرت قدوۃ الکبرا نے ارشاد فرمایا کہ اگر کوئی شیخ کی خدمت سے جی چراتا ہے تو ایسا شخص مقصد حاصل نہیں کرسکتا۔ خدمت میں کوتاہی کا تو ذکر ہی کیا اگر شیخ پر جان قربان نہ کرے تو یہ بھی بے ہمتی کی بات ہے۔ ایک جان کیا ہے۔ ایسی ہزار جانیں شیخ پر قربان کردے تب بھی کم ہے بے چارہ

مجذوب شیرازی نے کیا خوب کہا ہے۔

شعر

جان نقد محقر است حافظ از بہر نثار خوش نباشد
جان ایک حقیر شے ہے حافظ کرنے کو فدا نہیں کچھ اچھی

اس سلسلہ میں آپ نے ارشاد فرمایا کہ شیخ امیر علی دینوری کا ایک مرید تھا جس کو محمد شہر آبادی کہتے تھے شیخ نے اس مرید کو بازار سے کسی چیز کے لانے کا حکم دیا۔ یہ بازار گئے۔ ان کے پاس اس وقت اس چیز کو خریدنے کے لیے کچھ نقدی نہیں تھی۔ انہوں نے خود کو بیچ ڈالا۔ اور جو دام ملے اس سے وہ چیز خرید کر پیر کی خدمت میں روانہ کر دی۔ جب اس واقعہ کو کچھ دن گزر گئے اور اس شخص کو جس نے ان کو خریدا تھا یہ قصہ معلوم ہوا اس نے ان کو جانے کی اجازت دے دی تا کہ پیر کے پاس چلے جائیں۔ محمد شہر آبادی اجازت پا کر پیر کی خدمت میں حاضر ہوئے تو امیر علی نے ان سے کہا کہ اے جواں مرد! چند ہزار سال تک ہماری جان غیبت عدم میں تیرے عشق آفرینش میں سوختہ رہی لیکن وہ فراق اور جدائی شاید کافی نہیں تھی کہ یہ ظاہر میں بھی ضروری تھا۔ اب ایک ہفتہ کے لیے قرب ظاہری بھی درکار ہے۔ (ایک ہفتہ کے لیے تم ہمارے پاس رہو)۔

حضرت درّ یتیم نے آداب پیر و مرید کی وضاحت کے سلسلہ میں گزارش کی تو حضرت قدوۃ الکبرا نے ارشاد فرمایا کہ مقامات[۱] خواجہ میں بیان کیا گیا ہے:

''نیت کے اخلاص اور سبب سے بے توجہی کو مناسب وقتوں میں اپنی ذات میں تلاش کرے اور دیکھے کہ نیت میں کس حد تک خلوص پیدا ہوا ہے اور ترک سبب کی کیفیت کس حد تک موجود ہے۔ تا کہ ان دونوں کی موجودگی کے باعث اس کے اندر دوسروں سے آگے بڑھنے اور دوسروں سے مرتبہ میں بلند ہونے کی رغبت کا جذبہ، بزرگی کی خواہش دوسروں پر برتری اور لوگوں کو اپنا مطیع بنانے کی آرزو جو مخلوق کی جبلّت میں داخل ہے، باقی نہ رہ جائے۔ وہ اپنے نفس کو ٹٹولے۔ ہر چند کہ وہ طبعی آرزوؤں سے معرا اور خواہشوں کی چنگاریوں سے پاک ہو چکا ہے۔ پھر بھی اس کو بالکل پاک وصاف نہ سمجھے۔ ممکن ہے کہ لوگوں پر تصرف کا جذبہ اور دوسروں کو اپنی طرف راغب کرنے کی

---

۱ چونکہ اس کتاب کا ذکر کئی جگہ حضرت قدوۃ الکبرا نے فرمایا ہے لہٰذا مترجم اس کی وضاحت ضروری سمجھتا ہے ''مقامات خواجہ'' سے مراد کتاب اسرارالتوحید فی مقامات شیخ ابوسعید'' ہے۔ یہ کتاب یعنی مقامات خواجہ آپ کے پوتے کے فرزند ''یعنی پر پوتے کی تصنیف ہے۔ یعنی محمد ابن منور ابن ابی سعید ابن طاہر ابن ابوسعید ابوالخیر قدس اللہ اسرارہم نے اس کو ۵۷۰ھ میں مرتب کیا تھا ۱۳۱۷ھ میں یہ کتاب ''ماسکو'' سے شائع ہو چکی ہے حضرت قدوۃ الکبرا کے سامنے اس کا کوئی مخطوطہ ہوگا۔ (شمس بریلوی)

http://Ashrafi.org

آرزو اپنی حد سے زیادہ باریکی کے سبب کہیں اس میں چھپی تو نہیں رہ گئی ہے۔اور وہ اس سے بے خبر ہے۔ جب وہ یہ دیکھے کہ بعض طالبانِ حقیقت ازروئے صدق وارادت اس کی طرف متوجہ ہیں اور اس سے ارشاد و ہدایت کے طالب ہیں تو عجلت کے ساتھ آمادہ تصرف نہ ہو(انکی ہدایت وارشاد کی طرف متوجہ نہیں ہونا چاہیئے)اور توقف کرے تا اینکہ اسکا صدق وارادت اس معاملہ میں اللہ تعالیٰ کی مرضی کے مطابق ظاہر ہوتب اس طرف توجہ کرے۔''

حضرت قدوۃ الکبرا نے فرمایا کہ زمانۂ قبل کے مشائخ (رضوان اللہ علیہم اجمعین) مرید کی تربیت میں جلد اقدام نہیں فرماتے تھے۔ جب تک کہ اعتقاد واطاعت کی کسوٹی پر اس کو کس نہیں لیتے تھے۔ چنانچہ خانوادۂ زیدیاں میں یہ دستور تھا کہ اگر کوئی شخص اس خاندان سے وابستگی چاہتا اور ملازمت کی خواہش کرتا تو اولاً اس کی اصلاح حال کراتے اور اس کو قرآن مجید حفظ کراتے۔ جب قرآن پاک حفظ ہوجاتا تو اس سے شب وروز میں دوختم کرواتے اور تسلسل کے ساتھ اس سے طے کے روزے رکھواتے اس کا افطار جنگل کی گھاس اور جنگلی پھلوں سے کرواتے وہ اپنے تمام اثاث البیت سے کنارہ کشی اختیار کر لیتا تب کہیں اس کو حلقۂ ارادت میں لاتے (مرید کرتے)اور پھر اس کے لیے کچھ اور شرائط ارشاد وتلقین کے لیے مقرر کردی جاتیں۔ چونکہ اب زمانہ بدل گیا ہے اور لوگوں میں وہ ہمت باقی نہیں رہی لہٰذا وہ شرائط بھی باقی نہیں رہیں۔اب تو یہ حالت ہے کہ تم دیکھ رہے ہو کہ ایک شخص آج مرید ہوا اور دوسرے دن خلافت وولایت کا طلب گار بن گیا ۔

شعر

کسی کا مروز بر شخصی مرید است — یہ بکتا ہے ہوا ہے جو مرید آج
چنان لافد کہ بہ از بایز یداست — نہیں ہے مثل اسکا بایزید آج

اس بیان کی مناسبت سے حضرت قدوۃ الکبرا نے فرمایا کہ اس شخص کے بارے میں سنو جو مشائخ متقدمین کا پیشوا اور شیوخ کاملین کا مقتدا گزرا ہے کہ حضرت خواجہ شبلی قدس سرہ وزیرزادہ تھے اور اپنے شہر کے حاکم تھے۔ جب حضرت سید الطائفہ شیخ جنید بغدادی قدس سرہ کی خدمت میں آئے تو عرض کیا کہ میں آپ کی خدمت میں رہنے کا خواستگار ہوں اور آپ سے بیعت کا طالب ہوں۔حضرت سید الطائفہ نے فرمایا کہ میاں !تم وزیرزادہ ہوتم نے اس شہر پر حکمرانی کی ہے اس لیے میں تم کو جو کچھ حکم دوں اسے شاید تم بجانہ لاسکو گے۔پس بیعت کس طرح قائم رہ سکے گی۔انہوں نے جواب دیا کہ میں آپ کا ہر حکم بسر وچشم بجالاؤں گا۔

شعر

ہر چہ فرمائی بفرماسرورا فرمان برم — جو بھی فرماؤ گے آقا وہ بجالاؤں گا میں
سرنمی تابم زحکمت بندہ ام تازندہ ام — زندگی بھر آپ کا خادم ہی کہلاؤں گا میں

آپ نے فرمایا نہیں تم نہیں کرسکو گے۔تین مرتبہ دونوں میں یہی بات ہوئی چونکہ خواجہ شبلی طالب صادق تھے لہٰذا حضرت سید الطائفہ نے فرمایا کہ ہمارا طریقہ سر منڈوانا اور گدڑی پہننا ہے ۔

شعر

قلندران حقیقت بہ نیم جو نخرند — قلندران حقیقت نہ آدھے جو میں بھی لیں
قبائی اطلس آنکس کہ از ہنر عاریست — قباء اطلسی اس کا جو ہے ہنر سے جدا

کیاتم یہ کر سکتے ہو؟ انہوں نے کہا جی ہاں! مجھے یہ قبول ہے۔اس وقت فرماندہی کا خیال ترک کر کے حضرت سیدالطائفہ کے سامنے حاضر ہوگئے۔حضرت سیدالطائفہ کے حکم سے اسی وقت سر مونڈا گیا اوران کو گدڑی پہنادی گئی اس کے بعد آپ نے حکم دیا کہ درویشوں کی ہمیانی (پٹی) اورزنبیل (کاسہ) ہاتھ میں لواور جہاں جہاں تم نے حکمرانی کی ہے اور جہاں کے لوگوں کی نظر میں تم امیرو بزرگ تھے وہاں وہاں جاؤاوران سے بھیک مانگو۔

قطعہ

عقل مردیست خواجگی آموز — عقل ہے مرد اقتدار آموز
عشق بازیست بادشاہی سوز — عشق ہے نار بادشاہی سوز
بنہ از شیخ عشق آن داری — رکھدے تو عشق پیر کے آگے
درمیان انچہ درمیان داری — جس کی الفت تھی آج سے پہلے

پیر کے فرمان کے موافق جھولی ہاتھ میں لی اور گدائی کرنے لگے۔پہلی مرتبہ جو بھیک مانگ کرآئے تو سونا چاندی لائے، دوسری مرتبہ مختلف جنس لائے،تیسری مرتبہ میں نوبت چھدام اور پیسوں کی پہنچی آخر درجہ کہ روزانہ بھیک مانگنے جاتے اور کچھ نہ لاتے آخرکارایک روز جھولی خالی لائے اور پیر کے سامنے رکھدیا حضرت سیدالطائفہ نے فرمایا کیوں آج کچھ نہ لائے؟ عرض کیا مجھے آج کسی نے نہیں خریدا۔حضرت نے فرمایا اب تمہارا خریدار خدا ہے چلّہ میں بٹھایا۔معاملہ یہاں پہنچا کہ وہ پیشوائے زمانہ ہوئے۔

رباعی

کسی کو بر در دلہا گدائی — دلوں کے در کی جس نے کی گدائی
کند آخر بیامد بادشاہی — بالآخر کرتا ہے وہ بادشاہی
چو کالا راکسادی شد ببازار — گھٹا جس مال کا بھی نرخ بازار
یقین می دان کہ شد پیدا خریدار — یقین رکھو ہوا پیدا خریدار

حضرت قدوۃ الکبرا نے فرمایا کہ یہ شرائط خود ہمارے زمانہ میں موجود تھیں۔ میں خود حضرت مخدومی کے دروازہ پراس جذبہ کے ساتھ حاضر ہوا تھا۔لیکن اس خدمت کی نہایت کونہیں پہنچ سکا۔جس طرح حضرت مخدومی کے اکثر مرید کم سے کم بارہ سال تک امتحان کی کسوٹی پر پرکھے گئے ہیں اوراپنی قابلیت اوراہلیت کے معیار کوظاہر کیا ہے۔تب کہیں انہوں نے اسرار طریقت کی خوشبو سونگھی ہے (اسرار طریقت سے آگاہ ہوئے) ہیں اور شرف اشغال سے مشرف ہو سکے ہیں۔ دوسرے طالبان طریقت کا ذکر ہی کیا ہے۔ خود حضرت مخدوم زادہ حضرت شیخ نورالحق والدین نے خانقاہ میں آٹھ برس لکڑی جمع کرنے کا کام کیا ہے۔

ایک دن اعظم خاں۔مخدوم زادۂ بزرگ (میرے مخدوم کے بڑے صاحبزادہ) جو حضرت شیخ نورالحق کے بھائی تھے اس وقت وزیر سلطنت تھے۔ حضرت مخدومی کی خانقاہ میں بیٹھے ہوئے تھے۔ کہ ان کی موجودگی میں۔ مخدوم زادہ لکڑیوں کا گٹھڑ لاد کر لائے اور باورچی خانہ میں لاکر ڈال دیا۔ حضرت خان اعظم یہ منظر دیکھ کر تڑپ گئے اور کہنے لگے بھائی نور تم نے حضرت والد ماجد کی تمام نعمتوں کو غارت کر ڈالا۔ لیکن وہ اسی طرح ہیزم کشی کرتے رہے۔ ایک دن حضرت مخدومی تشریف فرما تھے۔ آپ کے سامنے ہی مخدوم زادہ لکڑیوں کا گٹھا لا رہے تھے۔ حضرت مخدومی کی نظر مبارک ان پر پڑی تو دیکھا کہ لکڑیوں کا گٹھا مخدوم زادہ کے سر سے ایک گز کی بلندی سے ان کے ساتھ ساتھ چلا آ رہا ہے۔ اس روز سے حضرت مخدومی نے ان کی یہ خدمت موقوف کر دی اور حکم دیا کہ جس مقام پر ضعیف عورتیں پانی بھرتی ہیں وہاں زمین خراب ہے اور ان بےچاریوں کے پاؤں پھسل جاتے ہیں (اور ان کے برتن گر کر ٹوٹ جاتے ہیں) تم وہاں جا کر ان کے پانی کے برتن پنگھٹ سے اٹھا کر صاف ستھری سخت زمین پر رکھ دیا کرو۔ (وہاں سے وہ اٹھالیا کرینگی) چار سال تک وہ اس خدمت کو انجام دیتے رہے۔ حضرت مخدومی فرمایا کرتے تھے کہ تعجب ہوتا ہے آجکل اس قسم کے لوگ پائے جاتے ہیں کہ بغیر خدمت کے ہی چاہتے ہیں کہ نعمت حاصل کرلیں

مصرعہ

نا بردہ رنج گنج میسر نمی شود
بے رنج کے کسی کو خزانہ نہیں ملا

حضرت قدوۃ الکبرا فرماتے تھے کہ شیخ سراج الحق قدس سرہٗ حضرت مخدومی کی نسبت کمال درجہ لطف و مہربانی فرمایا کرتے تھے۔ لیکن ان سے خدمت اس حد تک لیتے تھے کہ اکثر اوقات حضرت سراج الحق پالکی میں سوار ہو جاتے اور سیر کو نکل جاتے۔ حضرت مخدومی پالکی کا سیدھے ہاتھ کا ڈنڈا اپنے کاندھے پر رکھ کر دور تک پالکی لے جاتے تھے اکثر ایسا بھی ہوتا تھا کہ شیخ سراج الحق قدس سرہ کے خدام کھانے کی گرم گرم دیگ (دیگچی) حضرت مخدومی کے سر پر رکھ دیا کرتے تھے۔ آپ کے بعض خدام کوشش کرتے کہ وہ برتن آپ سے لے کر خود اپنے سر پر رکھ لیں۔ لیکن حضرت مخدومی کسی دوسرے کو دینے پر تیار نہیں ہوتے تھے۔

اشعار

بسی بر سر کشیدہ دیگِ نعمت — بہت سر پر اٹھایا دیگِ نعمت
کہ برسر نہادہ دیگ نعمت — بسا سر پر لیا ہے دیگ نعمت
بسی در آتش اندوہ سختہ — بہت دن آتش غم میں ہو سختہ
بباید تا شود این دیگ پختہ — تو پائے پھر کہیں وہ دیگ پختہ
کسی کین دیگ نعمت پختہ خوردہ — کسی نے دیگ نعمت سے جو کھایا
ز دیگ آسمان سرپوش بردہ — فلک کی دیگ سے سرپوش لایا
چہ داند نعمتی این دیگ خامی — بھلا کیا دیگ کو جانے کوئی خام
نداند سرّ ہیچ از خاص و عامی — کہ سرِّ خاص کا دانا نہیں عام

http://Ashrafi.org

حضرت مخدومی نے یہ گرم دیگچیاں اس کثرت سے اپنے سر پر اٹھائی تھیں کہ آپ کے سر کے تمام بال (جل کر) گر گئے تھے۔ اکثر اوقات شیخ سراج الحق قدس سرہ کی پالکی حضرت مخدومی کے سسرال والوں کے محل کے سامنے سے گذرتی تھی (اس حال میں کہ پالکی کا بازوئے راست حضرت مخدومی کے کندھے پر ہوتا تھا) اس زمانہ میں آپ کے سالے منصب وزارت پر فائز تھے۔ انہیں حضرت مخدومی کی اس خدمت سے بہت شرم و عار آتی تھی اور کہا کرتے تھے کہ اے بے ننگ و نام عالم یہ خدمت کر کے مجھے کیوں شرمندہ کر رہا ہے۔ حضرت مخدومی جواب میں فرمایا کرتے تھے کہ

قطعہ

چہ می گوئی کہ زین ننگ تمام است	یہ کیا کہتے ہو ہے یہ ننگ کا کام
کہ مارا در جہان زین ننگ نام است	جہاں میں ہے مرا اس ننگ سے نام
کسی کورا بود زین خدمتش ننگ	جو کہتا ہے اسے کارِ کمینہ
زند فرداز حسرت سینہ برسنگ	تو کل کوٹے گا وہ حسرت سے سینہ

حضرت قدوۃ الکبرا نے فرمایا کہ میں نے بہت چاہا کہ آپ کی خدمت میں مشکل کام سرانجام دیا کروں لیکن حضرت مخدومی اس فقیر پر اس قدر مہربانی فرماتے اور مجھے لطف و کرم سے نوازتے کہ کوئی سخت کام مجھ سے نہیں لیتے تھے۔ اور میں بھی الاطاعة احسن من الخدمة (فرمان پذیری خدمت سے زیادہ بہتر اور احسن ہے) کے بموجب اسی خدمت کو بجالاتا جس کا آپ حکم فرماتے۔ کبھی کبھی میں حضرت کے ''قدمچہ'' کو صاف کر دیا تھا اور اس ''قدمچہ'' کے صاف کرتے وقت کبھی بھی نجاست کی بُو میرے دماغ میں نہیں آئی۔ لیکن ایک روز میں چھپ کر حضرت کے ''قدمچہ'' کو صاف کر رہا تھا کہ آپ کی نظر مجھ پر پڑ گئی۔ حضرت مخدومی نے فرمایا کہ خوب اچھی طرح صاف کرو۔ کہ اس طرح تم اپنی اولاد کے فقر کی نجاستوں کو صاف کر رہے ہو۔

قطعہ

نروید تا کسی خاشاک کثرت	نہ جھاڑے جب کوئی خاشاک کثرت
ز جا روب عیوں درگاہ وحدت	پلک سے تا ملے درگاہ وحدت
نہ بیند پیش گاہ وحدت حق	نہ دیکھے پیش گاہ وحدت حق
مقید در نیاید سوئ مطلق	مقید پھر نہ آئے سوئے مطلق

حق تعالیٰ نے یہ جو کچھ سعادت ابدی اور دولت سرمدی مجھے عطا کیا ہے وہ اسی جاروب کشی سے حاصل ہوا ہے۔

قطعہ

آنہا کہ جام خدمتِ مردان خشیدہ اند	جو لوگ جام خدمتِ مرداں کو ہیں چکھے
در بر قبائ دولتِ یزدان کشیدہ اند	وہ خلعت خدا سے ہیں ملبوس ہوگئے
مردان زراہ رنج و تعب از حضیض گلِ	ان مرد بعد رنج کے پستی سے خاک کے
براوج وصل عشق بہمت رسیدہ اند	اوج وصال عشق کے ہیں لوٹتے مزے

http://Ashrafi.org

حضرت مخدومی نے بار بار فرمایا کہ اس راہ (طریقت) میں جوانمرد کو تیار ہوکر آنا چاہیئے۔ جس طرح میرے فرزند اشرف (قدوۃ الکبرا) نے اپنی ولایت کے تمام اسباب فراہم کرلئے تھے اور اپنی قابلیت کے چراغ کو روغن اور فلیتہ (بتی) سے تیار رکھا تھا۔ بس اسے دیا سلائی دکھانے کی دیر تھی۔ (آگ کی لو دکھاتے ہی وہ چراغ روشن ہوگیا) پس یہی ایک توجہ کرنا باقی رہ گیا تھا۔

اشعار

مریدی کان چراغ خویش آورد	مرید اپنا چراغ دل جو لایا
ز شمع حال خود پیریش پر کرد	تو اس کے پیر نے اس کو جلایا
چراغ قابلیت گر نباشد	چراغ قابلیت گر نہوئے
چہ کار آید زپیرش گر خراشد	تو پھر کیا پیر گر اس کو تراشے
اگر نیسان ہمہ گوہر بریزد	اگر نیساں سے سب موتی ہی برسے
صدف گرنیست لو لواز چہ خیزد	صدف ہی جب نہیں موتی ہے کیسے

آداب الشیوخ

پہلے شرائط شیخ مختصراً بیان کردئے گئے۔ اب چند آداب بیان کئے جاتے ہیں۔

پہلا ادب

حضرت خواجہ فرماتے تھے کہ شیخ کو چاہیئے کہ مرید کی استعداد کو دیکھے اور اس کے انجام کار پر نگاہ رکھے۔ اگر اس میں دیکھے کہ تصفیہ وجہ خاص کی قابلیت رکھتا ہے تو وہ اشغال جو وجہ خاص کے مناسب ہیں اس کو خاص طور پر بتائے اور مقربین وکاملین کے طریق پر رہنمائی کرے اور بعضوں نے اس مذہب کو مذہب شطار کہا ہے مگر کسی ہی میں ہوتا ہے کہ وہ تصفیہ وجہ خاص کے قبول کرنے کی قابلیت رکھتا ہو ذٰلِكَ فَضْلُ اللّٰهِ يُؤْتِيهِ مَنْ يَّشَآءُ (یہ اللہ کا فضل ہے دیتا ہے جس کو چاہتا ہے) اگر جان لے اور دیکھے کہ سلسلہ تربیت کے سلوک کی استعداد اس کے وجود کا جزء ہے تو اس کی ترغیب دے لیکن اس مشرب کے لئے بلند ہمت چاہیئے۔

شعر

تا نبود سالک ہمت بلند	ہوئے نہ گر سالک ہمت بلند
بر سر این برج نریزد کمند	پھینکے نہ اس برج پر ہرگز کمند

تو ایسے شخص کو پہلے اچھی نصیحت اور ترغیب اور ڈرانا اور جنت دوزخ کا ذکر سناوے اس کے بعد فرائض اور مقررہ سنتوں اور چاشت و اشراق و تہجد وتحیۃ الوضوٗ جو علماء وبعض مشائخ کا پسندیدہ

ہے سب کا شائق بنائے اس کے بعد جو شغل اس کے مناسب ہو اس میں مشغول کرے لیکن ذکر جہری اس کے لئے زیادہ مفید ہے۔

قطعہ

سر نز ند آتش ز آہن برنگ — لوہے سے آتش نہ نکالے گی رنگ
تا نز ند بر دل سندان ترنگ — مارے نہ اہرن پہ اگر وہ ترنگ
روئے دل آرائے نہ بیند کسی — روئے دل آرائی نہ دیکھے کوئی
تا نزد ایندز آئینہ زنگ — آئینہ سے چھیل نہ ڈالیں جو زنگ

حضرت قدوۃ الکبرا فرماتے تھے کہ حضرت خواجہ فرماتے ہیں کہ جس کسی کو طالب و مرید کی قابلیتوں اور استعدادوں کا فرق و امتیاز نہ ہو اور اس کی پہچان نہ ہو کہ کون صاحب کس شغل میں مشغول ہو اس کو مسندِ ارشاد پر بیٹھنا حرام ہے اور مریدوں میں تصرف کرنا برا ہے اور جو پہلی نگاہ میں مرید کے انجام کو نہ دیکھے کہ کس مرتبہ کو پہنچے گا اور کس حال و ذوق سے مشرف ہوگا اور اس کا انجام کیا ہوگا اس کو پیری کرنا جائز نہیں ہے کیونکہ یہ بزرگ گروہ کسی لوہار سے کم نہیں ہے کہ جس وقت کوئی لوہا اس کے سامنے لاتے ہیں اپنے ملکہ سے وہ صفتوں کو جانتا ہے کہ وہ لوہا کس چیز کی صلاحیت اور کس ہتھیار کی قابلیت رکھتا ہے اور کیا چیز اس سے ہوگی۔ حضرت قدوۃ الکبرا فرماتے تھے کہ ہمارے مشائخ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کسی کو سلسلۂ ارادت میں نہیں لاتے جب تک اس کی حالتوں کو لوح محفوظ میں نہیں دیکھ لیتے۔

قطعہ

چو مرأت الصفا روحانیۂ شیخ — مثالِ آئینہ روحانیۂ شیخ
نماید ہرچہ ہست در لوح محفوظ — دکھاتی ہے کتاب لوحِ محفوظ
خیال زشت دارد در جہان او — بڑا ہے بدعقیدہ وہ جہاں میں
کہ در آئینہ شان نیست ملحوظ — نہیں جو آئینہ میں ان کے ملحوظ

حضرت قدوۃ الکبرا فرماتے تھے کہ ارشاد و پیری کی قابلیت کی ایک شرط یہ ہے کہ طالب کی استعداد کو جانے اور یہ دو طرح پر ہے ایک یہ کہ اللہ تعالیٰ اس کی بصیرت کو سرمۂ عرفان سے سرگیں کئے ہو کہ اپنی فراست سے مرید کے انجام کار اور اس کی قابلیت کو پہلی ہی مرتبہ صرف دیکھنے سے جان لے۔ دوسرے یہ کہ خداوندی شناخت اور کشف سے اس کی حالت سے باخبر ہوجائے مثلاً واقعہ اور الہام سے قابلیت واہلیت سے خبردار ہوجائے چنانچہ حضرت شیخ علاؤ الدولہ سمنانی فرماتے تھے کہ شب پنجشنبہ کے انتالیسویں چلہ میں میں نے بے خودی میں دیکھا

کہ مسافروں کی ایک جماعت پہنچی ہے اوران کے درمیان ایک جوان ہے جس پر حق سبحانہ وتعالیٰ کی عنایت کی ایک نظر ہے اس کو میرے سپرد کیا گیا ہے۔ جب میں اپنی حالت میں آیا تو خادم سے کہا کہ ہرگز کسی مسافر کو میرے باہر آنے تک چلے جانے کی اجازت نہ دو۔ اتفاقاً اسی وقت ایک مسافر گروہ پہنچا میں نے کہا کہ کل جمعہ کے دن جب چلہ ختم ہو چکا ہو تو جامع مسجد میں جہاں میں بیٹھتا تھا وہ لوگ مجھ سے ملیں۔ جمعہ کے دن مسجد میں میرے آنے پر مسافر لوگ آئے اور سلام کیا۔ میں نے کتنا ہی غور کیا اس کو اُن کے درمیان نہ پایا جسے میں نے دیکھا تھا۔ میں نے خیال کیا کہ شاید کوئی دوسری قوم آئے گی نماز ادا کی اور خانقاہ میں آیا۔ خادم نے آکر عرض کیا کہ اُن لوگوں میں سے ایک شخص جوان کی خدمت کرتا رہتا ہے ان کے اسباب کی نگرانی میں تھا اور مسجد میں نہیں آسکا تھا اب وہ شیخ کی زیارت کرنے کی درخواست کرتا ہے میں نے کہا۔ اچھا۔ جب وہ اندر آیا دور سے میں نے دیکھا اور سمجھ گیا کہ وہی ہے ۔

مصرعہ

بر آمد صورتی کان دید در خواب وہ صورت آئی جس کا دیکھا تھا خواب

اس نے سلام کیا اور کچھ دیر بیٹھ کر باہر چلا گیا میں نے خادم کو بلا کر کہا جاؤ اور اس جوان سے کہو کہ تم کو چند روز یہاں ہمارے پاس رہنا چاہیئے اور ان لوگوں سے علیحدہ ہو جاؤ کیونکہ مجھے تم سے ایک کام ہے۔ جب خادم باہر گیا اس کو دیکھا کہ اِدھر لوٹ چکا تھا اور دروازہ پر کھڑا تھا۔ خادم نے اس سے پوچھا کہ کیا حال ہے اس نے کہا میں چاہتا ہوں کہ حضرت شیخ سے کہو کہ مجھے قبول فرمالیں اور میں بھی یہاں درویشوں کی خدمت میں مشغول رہوں خادم نے کہا کہ میں بھی اسی کام کے لئے آیا ہوں اسے بیان کیا اور اسے حضرت شیخ کے پاس لے گیا اور خدمت میں لگا دیا اس نے ایسی خدمت کی جس سے زیادہ بہتر آدمی سے ممکن نہیں تین سال کے بعد ذکر کہا اور چند خلوت بھی بیٹھا۔ حضرت قدوۃ الکبرا فرماتے تھے کہ اللہ تعالیٰ نے بعض مشائخ کو بصیرت دی ہے اور فراست نصیب کی ہے کہ مرید پر آنے والے واردات سے وہ مطلع ہو جاتے ہیں اور فرما دیتے ہیں کہ آج یا کل یا پرسوں یا اتنے دِنوں میں مرید پر فلاں واردات کا نزول ہوگا اور اُس کو اس سے آگاہ کر دیتے ہیں ۔

شعر

دہد نیسان چو آبی گوھران را جو موتی کو ہے دیتا آب نیسان
صدف را گو کہ بکشاید دہان را صدف کو کہدو کھولے اور دندان

تا کہ اس دولت کمال و آب فیض زلال کے لئے آمادہ و تیار ہو جائے اور بلند حال ہو جائے اور جس طرح آنے والے واقعات اس پر ظاہر کرتے ہیں گذشتہ حالات کو بھی اُس پر روشن کر دیتے ہیں۔ حضرت شیخ علاؤالدولہ سمنانی سے نقل کرتے تھے کہ فرماتے تھے میں سفر میں تھا اور میرا ایک طالب اپنے کمرہ میں بیٹھا تھا میں جہاں تھا وہاں سے میری نظر اسکے نزول حال پر پڑی میں نے دیکھا کہ ایک وارد عالی اس پر نازل

ہور ہاہے اور بڑا اچھا حال اس پر کشف ہو رہا ہے اسی وقت میں اٹھا اور وہاں گیا۔ وہ مغلوب ہو کر اس کیف میں مست ہو گیا تھا میں نے اس کو آواز دی اور کہا کہ کس حال میں ہو اور کیا دیکھتے ہو کہو بولا میں کچھ نہیں کہہ سکتا میں نے پھر کہا کہ کہو' بولا نہیں کہہ سکتا میں نے کہا بیہودہ نہ بکو کہو اس طرح ڈانٹنے سے کہا

رباعی

چنان صورت کزان عالم مرا از لطف بنمودند	کرم سے ایسی صورت مجھکو اس عالم سے دکھلایا
بفکرم در نمی گنجد چگونش بر زبان آرم	ہماری عقل میں آتا نہیں میں منہ سے کیا بولوں
ازان دریائے حسن او کہ بی قعر است دبی ساحل	جو ہے بے قعر و بے ساحل اسی بحر تجلی سے
کشیدہ جان من جامی چسالش برلسان آرم	پیا ہے روح نے میری پیالہ کیسے لب کھولوں

بلا شبہ مقام بہت بلند تھا لیکن جب میں نے دیکھا کہ اس واقعہ سے اس کی ذات میں عجب ظاہر ہوگا تو اس کو میں نے باز رکھا بالآخر وہ تجلی صمدیت کی صفت سے موصوف ہوا جس کا تذکرہ اپنے محل پر انشاء اللہ تعالیٰ آئے گا۔ حضرت قدوۃ الکبرا اسی سلسلہ میں دوسری حکایت بھی فرماتے تھے اور شیخ عبداللہ سے نقل کرتے تھے کہ حضرت شیخ عبداللہ نے کئی درویشوں کو چلہ میں بٹھایا تھا ایک رات خادم سے کہا آج کی رات درویشوں کو زبردست کیف ہوگا۔ خیال رکھو کہ وہ بے خودی نہ کریں اور خلوت سے باہر نہ جائیں اور جنگل و پہاڑ کی طرف متوجہ نہ ہوں۔

قطعہ

چو صوفی رارسد وارد گرانبار	ہوئی صوفی کی جب حالت گر انبار
زخلوت سرنہددر سوئی کہسار	نکل بھاگے گا وہ خلوت سے کہسار
دران وادی بود سرگشتہ جاوید	رہے جنگل میں سرگشتہ ہمیشہ
اگر واقف نبا شد پیرش ازکار	نہ ہو گر پیر اس کا واقف کار

خادم موجود رہتا تھا ناگاہ بابا محمود نعرہ مارتے فریاد کرتے خلوت سے باہر تڑپے دوسرے درویش نے بھی جس کا نام ہندوالیاس تھا بابا محمود کے بعد باہر جست کی خادم ان کے پیچھے دوڑا ہندوالیاس تک تو پہنچ سکا اور ان کو پکڑ لیا لیکن بابا محمود جنگل و پہاڑ کی طرف چلے گئے۔

شعر

زشیرین داروی کورا در افتاد	ہوا جب جذبۂ شیریں اُسے یاد
گرفتہ کوہ و صحرا ہمچو فرہاد	گیا وہ کوہ و صحرا مثل فرہاد

ہندوالیاس پیر کے انتظام وتربیت کی خوبی سے کسی قدر اپنی حالت پر آگئے بابا محمود اسی طرح مجذوب ومغلوب رہے۔ **شعر**

مرید افتد چو از تربیت پیر	مرید آغوش مرشد سے جو نکلا
رود در جذبۂ جاوید تاثیر	ہمیشہ جذب میں پھرتا رہے گا

اوران سے کرامتیں اور خلاف عادت باتیں اس دیار میں مشہور ہوئیں۔

حضرت قدوۃ الکبرا فرماتے تھے کہ اللہ تعالیٰ نے اس گروہ کو فراست دی ہے اور جماعت صوفیہ میں

http://Ashrafi.org

بصیرت رکھی ہے کہ زمانہ میں پیدا ہونے والے حالات اور آنے والے واقعات کو آنکھ جھپکتے معلوم کر لیتے ہیں بلکہ دنیا کے پوشیدہ بھید اور انسان کے چھپے حالات ان کے سامنے مثل ہتھیلی پر رکھی ہوئی چیز کے ہیں۔

رباعی

مرا ایشانرا بود آئینہ صاف ۔۔۔ انہیں کا دل ہے اک آئینہ صاف
زدود از صیقل انوارالطاف ۔۔۔ چڑھا ہے صیقل انوار الطاف
چو عنقائے بصیرت شان زند پر ۔۔۔ کرے مرغ بصیرت ان کا پرواز
پرد از ذروہ این قاف تا قاف ۔۔۔ تو دم میں طے کرے از قاف تا قاف

اور یہ خود ان کے نزدیک بہت کم ہے کہ طالبان خدا و سالکان راہ ہدا کی حقیقت و قابلیت کو آنے والے حالات سے جان لیں کہ کس کس کا نتیجہ اور کس کی رسائی اور کس طالب کا انجام کار اور کس ساتھی کا آخری معاملہ کیا ہوگا۔

شعر

کسی کو دست دارد جام جمشید ۔۔۔ ہے رکھتا ہاتھ میں جو جام جمشید
عجب نی دیدہ گر یک ذرہ خورشید ۔۔۔ عجب کیا ذرہ بھر دیکھے جو خورشید

اسی سلسلہ میں شیخ معز بلخی سے ایک حکایت نقل کی کہ شیخ رکن الدین جب پہلی مرتبہ ملتان سے دہلی پہنچے چند امام اور پیشرو لوگوں نے بغرض امتحان آپس میں طے کیا کہ شیخ ملتانی کے پاس ہم سب چلیں اور چند مسئلے امتحاناً پوچھیں۔ آخر کار بزودی کے پانچ مسئلوں کو مقرر کیا کہ دریافت کریں گے جب شیخ کے پاس پہنچے تو انہیں پانچ مسئلوں کو پوچھا۔ حضرت شیخ نے جو دریائے علوم کے غوطہ لگانے والے اور سلطنت عقل کے مدبر تھے ہر مسئلہ کا دو دو تین تین طرح سے جواب دیا لیکن چونکہ ان کے دماغ میں بوئے اخلاص کا کوئی اثر نہ تھا بحث کرنے لگے۔

شعر

چو خواہی نفحۂ از عنبر خاص ۔۔۔ اگر ہے سونگھنا کچھ عنبر خاص
مشامی پرکن از کافور اخلاص ۔۔۔ تو بھر لو سر میں تم کافور اخلاص

تب حضرت شیخ نے اپنے علوم باطن سے اُن کے جوابات بیان کئے اس طرح کہ پانچوں مسئلوں کی گتھی سلجھ گئی اس کے بعد ان شرمندہ مولوی صاحبان نے ارادت اختیار کی بعض نے انکار سے توبہ کی اور خدمت میں رہنے لگے۔ حضرت شیخ کو ان کے جواب دینے کے بعد عجیب وغریب رقت وگریہ ہوا لوگوں کے اس رونے کا سبب پوچھنے پر فرمایا کہ تیس سال کے کچھ اوپر سے میں ان واقعات کے انتظار میں تھا جس کی تفصیل یہ ہے کہ جب میں بزودی پڑھتا تھا اور میرا سبق یہیں پہونچا تھا ہر چند کہ استاد ذہن نشین کراتے تھے۔ مجھکو نہیں معلوم ہوتا تھا، میں نے حضرت والد شیخ صدرالدین کو دیکھا کہ میرے پیچھے کھڑے ہیں اور فرماتے ہیں کہ اے فرزند اٹھو ان پانچ

http://Ashrafi.org

مسئلوں کو میں تمہیں بتاؤں گا مجھے پکڑ کر خانقاہ میں لائے اور عبادت خانہ میں لے گئے۔ ایک شرح و بیان سے کہ اس سے بہتر کوئی نہ ہوگا ان پانچ مسئلوں کا مقصد مجھے بتادیا اور آخر میں فرمایا اے فرزندان پانچ مسئلوں کو خوب خیال رکھو کہ ایک دن تم کو اس بیان سے کام پڑے گا۔

شعر

نصیحت کردہ ام دردل نگہدار　　نصیحت یاد رکھ تو بادل شاد
کہ روزی پیش تو می آیداین کار　　کہ اک دن کام آئے گی تری یاد

میں اس وقت کا منتظر تھا جو ظاہر ہوا اور یہ حکایت بھی اس سلسلہ میں حضرت قدوۃ الکبرا بیان کرتے تھے کہ ایک بزرگ اپنے لڑکے کو درس میں بھیجتے تھے اور بڑی تاکید کرتے تھے کہ کچھ پڑھ لے، لڑکا باپ کے کہنے پر کچھ کان نہ دھرتا تھا۔

شعر

شود روز آسودہ زین رہ گذر　　ہو آسودہ اس راہ میں بے خطر
پسر چون کند گوش پندِ پدر　　پسر گر سنے دل سے پند پدر

ایک دن اس کے والد نے کہا کہ جو مجھے کسی مسافر کے آنے کی خوشخبری دے گا وہ جو مانگے میں اس کو دوں گا۔ خدا کی شان ان کے لڑکے نے انتظار کرتے کرتے ایک مسافر کو دیکھا اور باپ کے پاس مژدہ لایا کہ ایک مسافر آتا ہے جب مسافر آیا تو باپ کے دامن کو پکڑ لیا کہ اپنا وعدہ وعہد پورا کیجئے۔ باپ نے کہا کیا چاہتے ہو؟ ناخلف بیٹے نے کہا یہی چاہتا ہوں کہ اب پھر پڑھنے کے لئے نہ بھیجئے۔ باپ نے جب سنا فکرمند ہوئے کہ دونوں صورت نقصان سے خالی نہیں ہے۔

بیت

یکی را گر بودھردو تفکر　　کسی کو گر کہیں ہود و تفکر
فتد کشتیش دربحر تحیّر　　ہے کشتی اس کی در بحرِ تحیّر

بے حد غور و فکر کے بعد فرمایا کہ اچھا تعلیم کے لئے نہ جاؤ لیکن ایک شرط ہے کہ سورہ م اِنَّـا فَتَـحْنَـا یاد کرلو لڑکے نے قبول کرلیا سورہ انا فتحنا یاد کرلی۔

شعر

زسرّ فتحنا چہ داند پسر　　فتحنا کا سرّ کیسے جانے پسر
کہ اورا ازوپیش آید ظفر　　کہ اس کو ملے گی اسی سے ظفر

ایک مدت کے بعد جب پدر بزرگوار نے دارِ دنیا سے سرائے آخرت کا سامان باندھا شیخ کے مریدین وخلفاء باہم جمع ہوئے اور بالآخر طے یہ پایا کہ لڑکے کے سوا باپ کے سجادہ پر کون بیٹھے گا۔

قطعہ

درختی گر رود از باغ مایہ — لیا جب باغ سے پیڑوں نے مایہ
بود از تخمِ او امیدِ سایہ — تو ہوگی تخم سے امید سایہ
صدف گر رفتہ ازدریائی گوہر — صدف نے بحر سے پھینکا جو جوہر
چہ باکست گر بود بر جائی گوہر — حرج کیا ہو کسی جا جو وہ گوہر

بالآخرلڑکے کوسجادہ پر بٹھایا گیا دن بدن پیرزادہ صاحب سجادہ کا کام بڑھتا جاتا تھا اوراس کی پیری کا چمن کرامتوں کے میووں کے لئے تیار تھاایک دن اس لڑکے نے اُس شہر کی طرف جہاں اس کے والد کے مریدین تھے سفر پر کمر باندھی اور روانہ ہوا۔ جب شہر کے لوگوں نے پیرزادہ کے آنے کی خبر پائی ۔ چندمیل استقبال کو آئے اور بادشاہ شہر بھی تھوڑی دور تک آیا اور شہر میں عزت و احترام سے لائے چونکہ ان کے والد کے مرید اعلیٰ اورادنیٰ سب تھے خلوص وعقیدت کے ساتھ سب اُمڈ پڑے لیکن علماء نے اعتراض کیا کہ جس شخص نے قرآن پاک بھی نہ پڑھا ہواس طریقہ میں کس طرح داخل ہوگا اور طالبان حق کوراستہ کیسے دکھلائے گا کیونکہ اس راہ کی لازمی شرط علم ہے یہ جھگڑا آخر عقلمند بادشاہ تک پہونچا اس نے علماء کو بلاکراس واقعہ کودریافت کیا علماء نے کہا کہ یہ بات تو آسان ہے پیر زادہ کو بھی بلانا چاہیئے ۔ بادشاہ نے مجمع کیا سب علماء کو بلایا اور پیرزادہ کو بھی طلب کیا۔ بادشاہ نے پیرزادہ کے اصحاب کی طرف رخ کر کے کہا کہ یہ علماء کہتے ہیں کہ صاحب سجادہ نے کچھ پڑھا نہیں ہے اس کی تصدیق یا تکذیب کس طرح کی جائے؟ مریدوں نے کہا ہم کو مولویوں کی باتوں کا کوئی اعتبار نہیں کیونکہ یہ لوگ فقراء کے اسرار سے باخبر نہیں ہیں اگر کچھ کہیں تو معذور ہیں ۔

قطعہ

زعالم چون نباشد زاہد آگاہ — نہیں جب حال سے زاہد ہے آگاہ
گر انکاری کند معذور باشد — کرے انکار گر وہ تو ہے معذور
چہ داند مشرب آبحیات او — وہ کیا جانے رہ آب حیات آج
کہ در ظلمات خود مستور باشد — کہ جو ظلمات میں اپنے ہو مستور

لیکن اگر وہ امتحان کرنا چاہتے ہیں تو پیرزادہ سے سوالات کریں۔ علماء نے کہا کہ انہوں نے قرآن نہیں پڑھا ہے پہلے ہم کو قرآن کی کوئی سورۃ سنائیں۔انہوں نے پوچھا کون سی سورۃ پڑھی جائے سب نے مل کر کہا کہ سورہ انافتحنا پڑھیں۔ پیرزادہ نے باپ کے حکم سے یہی سورۃ یاد کی تھی فوراً سنادی اور ایک حرف کی بھی غلطی نہ ہوئی۔ سب شرمندہ ہوئے بادشاہ نے گڑگڑا کر معافی طلب کی اور خود ان کا مرید ہوا۔

شعر

بود درویش را نوعی سرانجام — فقیروں کے ہیں ہوتے اس طرح کام
کہ از آغاز دریا بند انجام — کہ پہلے جان لیتے ہیں وہ انجام

حضرت قدوۃ الکبرا فرماتے تھے کہ میں نے حضرت بہاء الدین نقشبند سے سنا ہے کہ جب کوئی شخص صوفیہ کے سامنے آتے ہے تو وہ اپنے آئینہ دل پر نظر کرتے ہیں جو کچھ ان کے دل میں اس کے آنے کے بعد ظاہر ہوتا ہے وہ جان لیتے ہیں کہ یہ چیز اسی سے ہے ان کو اس سے کوئی کام نہیں ہے اسی کے مطابق اس سے برتاؤ کرتے ہیں کیونکہ شیخ کی روحانیت عالم مثال میں جلوہ افروز رہتی ہے جو شخص سامنے آتا ہے اس کا مثالی نقشہ سامنے آجاتا ہے۔ شیخ محی الدین ابن عربی نے اسی کو تجلّیٰ مقابلہ کہا ہے۔ حضرت قدوۃ الکبرا کے حضور ایک شخص آیا جس کے دل میں فلسفیوں کا عقیدہ جما ہوا تھا ظاہراً اسلام کی صورت میں بہروپ تھا جب کچھ دیر بیٹھا تو حضرت نے فرمایا کیا تو فلسفی مذہب کا ہے وہ شرمندہ ہوا اور اسی وقت دل میں اپنے مذہب سے توبہ کی اور اہلِ سنت و جماعت کے مذہب میں مضبوطی سے آگیا۔ فوراً حضرت قدوۃ الکبرا نے فرمایا اللہ کا شکر ہے تو سنی ہوگیا۔ ہرگز اس سے نہ پھرنا، وہ جلدی سے اٹھا سر کو حضرت کے پاؤں پر رکھدیا اور مرید ہوکر سلوک میں مشغول ہوا۔

چنان آئینہ صافی دل صاحب نظر دارد	دلِ صاحب نظر ایسا ہے اک آئینۂ صافی
کہ ہر صورت کہ پیش آید ہمہ تشبیہہ بردارد	کہ آئی سامنے جو شکل اس میں ہے اتر جاتی

دوسرا ادب

(پیر مرید کے مال کی لالچ نہ کرے) یہ ہے کہ حضرت قدوۃ الکبرا فرماتے تھے کہ مقامات خواجہ میں لکھا ہے کہ پیر مرید کے مال کی لالچ سے پاک ہو اور کسی طرح اس کے مال وخدمت کی طرف مائل نہ ہو اگرچہ مرید خود اپنے تمام کاموں پر پیر کی خدمت مقدم رکھے گا۔ پیر تربیت و ہدایت کو جو بہترین نعمت اور اعلیٰ درجہ کی عطا ہے بدلہ قبول کرکے باطل نہ کرے۔ اگر مرید یکبارگی اپنی املاک و اموال ترک کرنا چاہے تو اجازت نہ دے مگر اس وقت جبکہ اس کے مقابلہ میں ایسا کیف وحال بدلہ دے سکے جو مرید کے لئے موجب تسلی و باعث دل جمعی ہو اور بعضوں نے کہا ہے کہ اگر مرید بلند ہمت وصاحب عزم ہو اور کیف وحال میں مضبوط وقوی ہو تو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی اتباع سنت میں تمام مال خرچ کرنے کی اجازت بزرگوں نے دی ہے۔ اگر ایسا نہ ہو تو ضروری اور لابدی مقدار سے زیادہ اور بچت میں بزرگوں نے اس کی اجازت دی ہے۔

نقل ہے کہ ایک دفعہ سید الطائفہ حضرت جنید بغدادی کا ایک مرید تمام مال لایا آپ نے اس کو اجازت نہ دی اور فرمایا کہ روز مرہ کے خرچ بھر نکال لو اور زیادہ کو خرچ کر ڈالو کیونکہ تمام مال خرچ کردینے کے بعد مطالبۂ نفس سے میں تمہاری طرف سے مطمئن نہیں ہوں۔ حضرت قدوۃ الکبرا فرماتے تھے کہ میں نے اسی وجہ سے فرزند تنگر قلی کو ایکبارگی سامان دنیا سے نکلنے کی اجازت نہیں دی کیونکہ وہ شاہان سمرقند سے تھے اور بڑا دبدبہ تھا اور اقتدار رکھتے تھے بہت اصرار کیا تھا کہ ایکبارگی علیٰحدگی اختیار کریں اور تعلقات وموانع سے دامن بچالیں اس فقیر نے کہا کہ اے فرزند ابھی تمہارا نفس توکل کے کمال کو نہیں پہنچا ہے

شعر

گرچہ شرط راہ تجرید ست لیکن ایعزیز	گرچہ ہے تجرید شرط راہ لیکن اے عزیز
برنتابد ہر کسی این بار ازروئے تمیز	زور ہر بازو میں ہوتا ہے نہیں اس بار کا

تیسرا ادب

یہ ہے کہ شیخ صاحب ایثار ہو لذتوں کا قربان کر دینا اور ظاہری تعلقات کو توڑ دینا پیر پر غالب ہوتا کہ اس کے دیکھنے سے مرید کے عقیدہ کا صدق و یقین زیادہ ہو اور تعلقات کو چھوڑ دینا اور لذتوں کا قربان کر دینا اور علیحدگی و تنہائی کا شوق اس کو حاصل ہو اور پیر کی حالت پر بدظنی کا عقیدہ جو راہ فیض کی رکاوٹ ہے اس سے دور ہو اور اس کا دل پیر کے تصرفات پر یقین کرے کیونکہ بزرگوں نے فرمایا ہے کہ پیر ہر حالت میں مرید کا زینہ ہے اور حضرت صمدیت کی نزدیکی کی بلند چوٹی پر چڑھنا بجز اس زینہ کے ممکن نہیں ہے اور چاہیئے کہ اگر کوئی نذر و فتوح غیب سے پہنچے تو ضرورت سے زیادہ کو خرچ کر ڈالے اور ذخیرہ نہ بنائے۔

حضرت قدوۃ الکبرا فرماتے تھے کہ قطع تعلقات اور ترک ملکیت جس کو مشائخ نے پیروں کے لئے فرمایا ہے اس سے مراد مال و منال کی کثرت اور خزانہ جمع کرنے کو ترک کرنا ہے نہ یہ کہ پیر کو محتاج ہونا چاہیئے کیونکہ اتنا جس سے ساتھیوں اور طالبوں کی حاجت پوری ہو بہت زیادہ ضروری ہے۔ مبتدی کو کھانے پینے سے بے فکری نہ ہو تو اس کے کام میں تفرقہ پڑے گا۔

ایک دن میں صالحیہ میں حضرت شیخ علاؤ الدولہ سمنانی کی خدمت میں بیٹھا تھا کہ پیشواؤں کے قطع تعلقات اور سارے کل و جز اسباب دنیا کو ترک کر دینے کی بات نکلی فرمایا کہ یہ لوگ عجیب عقیدے رکھتے ہیں کہتے ہیں کہ درویش کو محتاج اور منگتا ضرور ہونا چاہیئے اور یہ نہیں جانتے کہ اللہ تعالیٰ نے ہرگز کسی پیر و مرشد کو خلق کا محتاج نہیں رکھا ہے اور کیوں یہ ہونا چاہیئے کہ اللہ تعالیٰ کے بندے خدائے برتر کے سوا کسی اور کے محتاج ہوں۔

قطعہ

چو دارند از ولایت بر سراین تاج	ولایت کا ہیں رکھے سر پہ جب تاج
چرا بر خلق میکر دند محتاج	تو کیوں مخلوق کے ہوئیں وہ محتاج
بسر ہرکز ولایت تاج دارد	لقب دنیا میں ہے ان کا ولی کا
خدایش چون بکس محتاج دارد	خدا منگتا کرے پھر کیوں کسی کا

حالانکہ اللہ تعالیٰ دنیا کو اس تمام سامان عیش و اسرار آلات لشکر و جیش کے ساتھ ان کی برکت سے قائم کئے ہوئے ہے بلکہ آفرینش اور نور عقل کی پیدائش سے مقصود یہی لوگ ہیں۔

قطعہ

چو مقصود از وجود آفرینش	یہی تخلیق کے گویا ہیں مقصود
ہم ایشانند در بکشائ بینش	یہی ہیں عقل کی راہوں میں باجود
کہ خوش دانندراہ حق نمودن	کہ راہ حق کے ہیں یہ لوگ ہادی
نعیم ہر دو عالم را فزو دن	بڑھاتے ہیں دو عالم کی یہ شادی

http://Ashrafi.org

حضرت شیخ مجدالدین بغدادی قدس سرہ العزیز کا سالانہ خرچ دسترخوان خانقاہ دولاکھ اشرفی تھا اور میں حساب کرتا ہوں تو پانچ لاکھ اشرفیوں کی اپنی جائیداد ہمارے طریقہ کے صوفیہ پر وقف کی اور اسی طرح مثلاً شیخ الشیوخ حضرت ابوسعید ابوالخیر کے پاس اسقدر مال ومنال تھا کہ جب سفر کعبہ کا قصد کیا تو ریشمی خیمے کھڑے کئے جاتے تھے جن کی طنابیں بھی ریشمی ہوتی تھیں اور سونے کی میخیں لگائی جاتی تھیں ۔

قطعہ

چو گردون برزدہ خرگاہ زربفت	فلک نے گاڑا جب خیمہ سنہرا
طناب ریشمین با میخ زربست	طناب ریشمی سونے کا کھونٹا
دران خرگاہ چون خورشید زرین	تو اس خرگاہ میں خورشید پایہ
مہ مہتر شدہ اصحاب پروین	تھا آقا چاند ہر ساتھی ستارہ

اثناءراہ میں خرقان پہنچے اور شاہی پردے اور بادشاہی خیمے کو شہر کے کنارے نصب کیا حضرت شیخ ابوالحسن خرقانی نے نور فراست سے جان لیا اور اپنے خادم سے فرمایا کہ ایک بزرگ مہمان آیا ہے کچھ فقیرانہ مہمانی کرنی چاہیئے ۔ دو جو کی روٹی بڑی دشواری سے مہیا کی اور خادم کے ہاتھ بھیجا۔ جب خادم بارگاہ حضرت شیخ میں پہنچا دیکھا کہ ایک دنیا خیمے کے گرد سر ڈالے ہوئے ہے اور ایک آسمان ستاروں سے بھرا ہوا دروازے پر کھڑا ہے ۔

شعر

درون در گہی دید چون آسمان	وہاں جاکے دیکھا عجب یہ سامان
زمین بوس اوہم زمین ہم زمان	زمیں بوس ہے ہر زمین و زمان

خادم مجمع کی وجہ سے حضرت شیخ کے پیام کو پہنچانے سے عاجز رہا اور کہا کہ کون ہوگا جو میری خبر حضرت شیخ ابوسعید کے کان تک پہنچادے

قطعہ

کہ باشد آنکہ عرض مور مسکین	کوئی ہے جو کہ عرض مور مسکین
رساند بر سلیمانی بہ تمکین	کو پہنچا دے سلیمان تک بہ تمکین
فرستادہ چو مور اندر خورخویش	مثال مور دی اپنی غذا ہے
پر ملخی ضیافت از کم و بیش	ضیافت کے لئے جو کچھ ملا ہے

دیر ہوگئی کہ خادم دروازہ پر بیٹھا رہا۔ جب حضرت شیخ کے خادموں نے دسترخوان سامنے بچھایا فرمایا کہ بھائی شیخ ابوالحسن کا خادم دروازہ پر بیٹھا ہے اور دعوت کا کھانا لایا ہے۔ بلایا۔ خادم اندر آیا جو کی دو روٹیاں حضرت کے سامنے رکھ دیں بڑے شوق سے مائل ہوئے اور حضرت شیخ ابوالحسن کی تعریفوں میں زبان کھولی ۔

http://Ashrafi.org

قطعہ

دو نانی جو کہ پیش آوردبی قید	دو روٹی جو کی لایا ہے جو بے قید
بسی بہترز قرص ماہ خورشید	مقابل اس کے کیا ہے ماہ وخورشید
بلی بر خوان دولت سرفراز است	ہے دسترخوان دولت پر سرافراز
یکی از ناز دیگر بانیاز است	کوئی با نیاز اور کوئی ہے با ناز

بالآخر فرمایا سبحان اللہ کسی کی ناز ونعمت سے پرورش کرتے ہیں اور دوسرے کو سوز وگداز دوڑ دھوپ کے بعد دیتے ہیں اور پچھلی صورت چیز ہی دوسری ہے۔

مقامات حضرت خواجہ سے حضرت قدوۃ الکبرا نے نقل کیا کہ اکثر محققین اس پر ہیں کہ پیر کے لئے اتنی دنیا جو مریدوں کی کافی و مناسب خوراک ہو ضروری اور تکمیل کے شرائط سے ہے کیونکہ اتنی دنیا اگر نہ ہوگی تو مریدوں کو مجبوراً حاجت بھر کے لئے دنیاوی کام میں مشغول کرے گا اور یہ شروع شروع میں کمال شغل کے خلاف ہے۔

شعر

نیارد ہر مرید اندر ہدایت	مریدِ نوکو کیسے ہوگا معلوم
کہ باشد دریقین رزق غایت	کہ پہنچے گا یقیناً رزق مقسوم

بعض بزرگوں نے فرمایا ہے کہ اس کو صاحب جاہ ہونا چاہیئے تاکہ مرید سے بیحد عاجزی اور اطاعت ظاہر ہو اور طریقت کا رکن اعظم پیر کی غلامی ہے اور پیر کے صاحب درجہ ہونے کی حالت میں زیادہ ہے، بعض لوگ اس اطراف کے جنہوں نے بزرگوں کی روش کو مختلف شہروں ملکوں میں نہیں دیکھا تھا حضرت قدوۃ الکبرا کے بارے میں ساتھیوں کے لئے سامان واسباب کی کثرت وافراط کے سبب کچھ برا کہتے تھے اور نہیں جانتے تھے کہ یہ تو آپ کے کمال حال کا سبب تھا کیونکہ قریب پانچ سونفر فقرا وجز با مختلف شکل کے مثلاً قلندر، جوگی جنی اور کمبل پوش لوگ اور آپ کے بہت سے اصحاب جو لباس تصوف ومعرفت پہنے تھے حضرت قدوۃ الکبرا کی بدولت کھانے پہننے کی بشری حاجتوں سے مطمئن تھے اور دلجمعی کے ساتھ ہر شخص اپنے مناسب حال شغل میں بآرام رہتا تھا۔

قطعہ

کریمی کہ درپیش بسیارکس	سخی ایک بہتوں کے آگے جو روز
زنعمت کشد روز دستارخوان	بچھاتا ہے نعمت کا دسترخوان
دگر عکس او میخورد باد دیگ	کوئی دوسرا کھاتا ہے باد دیگ
چہ نسبت بود در دل این و آن	ہے نسبت ہی کیا دونوں کے درمیان

چوتھا ادب

(شیخ کا فعل قول کے موافق ہونا چاہیئے۔) یہ ہے کہ دعوت میں فعل کی قول سے موافقت ہو یعنی کسی کام کو کرنے نہ کرنے کیلئے جو کچھ فرمائے پہلے خود اس پر

http://Ashrafi.org

کاربند ہونا چاہیے ورنہ لوگوں پر چنداں اثر نہ ہوگا جیسا کہ اگلوں نے فرمایا ہے کہ جس نے اپنے عمل وحظ سے نفع نہیں پہنچایا وہ لفظ سے ہرگز نہ نفع پہنچائے گا پس اس مصلحت سے پیر پر لازم ہے کہ جو فرمائیں پہلے خود کاربند ہوں اس وقت دوسرے سے فرمائیں کیونکہ زبان حال زبان قال سے زیادہ گویا ہے۔

شعر

گر بود در ماتمی صد نوحہ گر	ہوں کسی ماتم میں گر سو نوحہ گر
آہ صاحب درد با شد کارگر	آہ صاحب درد ہوگی کارگر

تاکہ اس وعید کے دائرہ شمول سے باہر رہے جس کو اس آیہ کریمہ میں بیان کیا گیا ہے

لِمَ تَقُوْلُوْنَ مَالَا تَفْعَلُوْنَ ○ كَبُرَ مَقْتًا عِنْدَاللّٰهِ اَنْ تَقُوْلُوْا مَالا تَفْعَلُوْنَ [1]	کیوں کہتے ہو وہ بات جو کرتے نہیں۔ اللہ کے نزدیک یہ بات سخت ناپسندیدہ ہے کہ تم وہ بات کہو جو کرتے نہیں۔

حضرت قدوۃ الکبرا فرماتے تھے ضرور جس کام کو آپ نہ شروع فرمایا ہو دوسرے پر اثر نہ ہوگا چنانچہ حضرت خواجہ نظامی نے فرمایا ہے۔

بیت

پذیرا سخن بود شد جائے گیر	تھیں مقبول باتیں ہوئی جائے گیر
سخن کز دل آید شود دلپذیر	کہ جو بات دل سے ہو ہے دلپذیر

لکھا ہے کہ امام اعظم کے حضور ایک عورت آئی عرض کیا کہ میرا لڑکا مٹھائی بہت کھاتا ہے گھر میں جو کچھ تھوڑا بہت ہوتا ہے سب مٹھائی پر خرچ کر ڈالتا ہے میں محتاج ہوں کس طرح بسر ہوگی براہ کرم میرے لڑکے کو مٹھائی کھانے سے روک دیجئے۔ حضرت امام نے فرمایا کہ تین روز بعد اپنے لڑکے کو میرے پاس لانا تاکہ اس کو سمجھا دوں چنانچہ تین دن کے بعد وہ لڑکے کو لے گئی۔ حضرت نے اس کو نصیحت کی وہ زیادہ مٹھائی کھانے سے رک گیا عورت نے پوچھا کہ اے امام کیا سبب تھا کہ اسی روز حضرت نے نصیحت نہ کی فرمایا کہ مجھے بھی مٹھائی سے رغبت تھی میں نے بھی تین دن مٹھائی نہیں کھائی تاکہ میرے کلام میں اثر پیدا ہو۔

شعر

اگرچہ پندرا تقصیر نبودہ	نہیں ہے وعظ کی گو کوئی تقصیر
سخن ناکردہ را تاثیر نبودہ	پہ قول بے عمل میں کیا ہو تاثیر

حضرت قدوۃ الکبرا فرماتے تھے کہ حضرت شیخ خواجگی راوی ہیں کہ کسی نے حضرت خواجہ ابو حفص کبیر

---

[1] پ٢٨ الصف٢، ٣

http://Ashrafi.org

رحمۃ اللہ علیہ سے ایام بیض کے روزوں کا ثواب دریافت کیا آپ نے کچھ جواب نہ دیا چند روز کے بعد اس شخص سے پھر ملاقات ہوئی ٹھیک جواب دیا اور امید سے زیادہ ثواب کے موتی پروئے سائل نے کہا آپ نے اسی دن کیوں نہ جواب دیا فرمایا اس وقت ایام بیض کے روزے میں نہ رکھتا تھا مجھے حق تعالیٰ سے شرم آئی کہ اس بارے میں بات کروں۔

خواجہ سری سقطی سے منقول ہے کہ ان سے صبر کے معنی کسی نے پوچھا اسی وقت ایک بچھو نے آپ کو کاٹا مگر آہ نہ کی اور اپنی جگہ سے نہ ہلے اسی طرح صبر کا بیان شروع کیا اس حالت کے متعلق سب نے پوچھا تو فرمایا کہ اگر میں اپنی حالت سے تجاوز کرتا تو میرا قول فعل کے خلاف ہوتا حق تعالیٰ سے میں نے شرم کی اور حضرت خواجہ ابراہیم ادھم سے کسی نے درویشی کی صفت پوچھی وہ فوراً گھر کے اندر چلے گئے وہاں سے واپس آ کر جواب دیا میری املاک میں چار پیسے موجود تھے مجھ کو شرم معلوم ہوئی کہ اس قدر مال موجود ہو اور میں درویشی کا بیان کروں۔ ایک مجلس میں چند حضرات درود شریف کا ورد کر رہے تھے وہاں ایک بزرگ بیٹھے تھے ان کی حالت میں تغیّر ہوا اٹھ کر گھر کے اندر چلے گئے اور وہاں سے واپس آ کر درود شریف پڑھنا شروع کیا کسی نے پوچھا کہ آپ نے پہلے درود شریف کیوں نہ پڑھا تو جواب دیا کہ مجھے شرم معلوم ہوئی کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر درود پڑھوں اور میرے گھر میں کوئی چیز ان کی سنت کے خلاف ہو۔ حضرت خواجہ شقیق بلخی نے شروع شروع میں ایک کافر پر اسلام پیش کیا اس نے انکار کیا اور خواجہ کو مارا۔ مدت کے بعد جب شقیق کامل ہو گئے وہی کافر آیا اور اسلام قبول کیا شقیق نے حال پوچھا تو بولا کہ پہلے آپ گناہوں سے آلودہ تھے اور میں بھی اس درجہ کفر میں پھنسا تھا۔ نجس نجس کو پاک نہیں کر سکتا جب آپ طاہر ہوئے تو حق سبحانہ وتعالیٰ نے آپ کے واسطہ سے مجھ کو پاک کر دیا ۔

شعر

در آب آلودگی چون گشت ظاہر — نجاست جب ہوئی پانی میں ظاہر
نبا شد ہمچو آب جوئ طاہر — نہ دریا کی طرح وہ ہوگا طاہر

حضرت قدوۃ الکبرا فرماتے تھے البتہ ان شرائط کا حکم دینے کے وقت موجود ہونا ضروری نہیں ہے کیونکہ وہ پرہیز سے آزاد ہے اور طالب ابھی بیماری میں ہے۔ حضرت قدوۃ الکبرا فرماتے تھے کہ علوم اس سے حاصل کرنا چاہیئے جس نے خود اس سے فائدہ اُٹھایا ہو کیونکہ جس علم نے اس کو فائدہ نہ دیا ہو دوسرے کو کیا فائدہ دے گا۔ جب علوم ظاہر اس طرح ہیں تو علوم باطن کو بھی اسی طرح حاصل کرنا چاہیئے (یعنی علوم باطن کی تعلیم بھی اس شخص کو سزاوار ہے جو اس راستہ پر چل چکا ہو)۔

پانچواں ادب

(کمزور اور کم ہمت مریدوں سے نفس کی مخالفت زیادہ نہیں کرانا چاہیئے)

یہ ہے کہ حضرت قدوۃ الکبرا فرماتے تھے کہ مقامات خواجہ میں لکھا ہے کہ پیر کو کمزوروں

http://Ashrafi.org

کے ساتھ نرمی کرنی چاہیئے کیونکہ جب طالب میں عقیدت وارادت کی کمزوری دیکھے اور سمجھ لے کہ نفس کی مخالفت اور پسندیدہ چیزوں کے چھوڑنے میں سچی نیت نہیں رکھتا تو چاہیئے کہ اس کے ساتھ مدارات کرے اور اس کو اس وجہ سے کہ نیت کا سچا پختہ نہیں ہے واپس نہ کرے اور اس طریق سے محروم نہ کرے اور شقاوت کا خط اس کی پیشانی پر نہ کھینچے کیونکہ اس بزرگ جماعت کا وصف ہے قدس اللہ تعالی اسرارہم کہ قَوْم'' لَا یَشْقٰی جَلِیْسُھُمْ (یہ قوم اپنے ساتھیوں کی شکایت نہیں کرتی) تو اسے قبول کرلے اور اس طرح بسر کرے کہ اس کو نقصان کی پستی سے کمال کی بلند چوٹی پر چڑھادے اور شروع میں تمام ریاضتوں اور مجاہدوں سے منع کرے اور حدِ رخصت پر اقتصار کرے تاکہ جلدی میں تنفر نہ ہو اور الٹے قدم پھر نفس طبیعت پر نہ جھک پڑے اور رفتہ رفتہ اس کو قبضہ میں لائے۔

شعر

چو مرغی کز برائ دانۂ کام	مثال مرغ جو از بہر دانہ
بتدریجش فتد در حلقۂ دام	ہے پھنستا جال میں وہ رفتہ رفتہ

اور وہ فقراء کے زیادہ میل جول اور عرصہ تک کی صحبت سے اثر پذیر ہو اور ہم جنسی کا رنگ پائے اور اس کا ارادہ قوت اختیار کرے اور مناسبت وجنسیت کے اثر سے محبت کا جذبہ اس میں جڑ پکڑ لے اور رخصت کی پستی سے عزیمت کی بلندی پر ترقی کرے اور سب مشقتوں کو برداشت کرے۔ لکھا ہے کہ ایک شہزادہ کسی بزرگ کی صحبت میں آیا اور دنیا سے بالکل علیحدہ ہوگیا۔ شیخ اس میں کمزوری محسوس کرکے وقت پر اچھے اچھے کھانے اس کے لئے موجود کرتے رہتے اور کہتے کہ نعمت کا خوگر ہے اور اس سے انس ہوگیا ہے اس کے ساتھ مہربانی اور دلدہی سے بسر کرنا چاہیئے اور لذتوں سے اسکو بالکل منع نہیں فرمایا۔ فرماتے تھے کہ آہستہ آہستہ عادت ترک کرانا چاہیئے۔ جب وقت آئے گا وہ آپ ان سخت ریاضتوں کی طرف میلان کرے گا اس لذت کی وجہ سے جو پائے گا۔ حضرت نورالعین فرماتے تھے کہ حضرت قدوۃ الکبرا نے تنگر قلی کی نسبت یہی برتاؤ کیا ہے وہ صاحبِ جاہ تھے اور جب توفیق توبہ پائی حضرت کی خدمت میں حاضر ہوئے ان کو ایکبارگی ریاضت کا حکم نہیں دیا آہستہ آہستہ ریاضتوں میں لائے پہلے پہل جیسا ان کا تقاضائے طبع تھا اسی قسم کا کھانا کپڑا دیا۔

شعر

چو بام وصل بلند آمدای عزیز جہان	ہے بام وصل جب اونچا تو ای عزیز جہان
برو بر آمدن از سرعتی چگونہ توان	ہے اس پہ جلدی سے چڑھنے کا کس میں پھر امکان

چھٹا ادب

(**<u>کلام کی صفائی</u>**) مقامات خواجہ میں لکھا ہے کہ کلام کو صاف ہونا چاہیئے شیخ کو اپنی گفتگو خواہش کے میل اور مذاق ومہملات سے پاک وصاف رکھنا چاہیئے تاکہ مریدین اس کے نفع کا اثر ظاہر دیکھیں کیونکہ گفتگو مرید کے دل میں مثل بیج کے ہے جو پڑے گا وہی ظاہر ہوگا تو پیر کو چاہیئے کہ مرید سے گفتگو کے وقت کلام کو خواہش کے میل سے پاک رکھے اور جو مرید کے دل میں ڈالے معرفت کے

http://Ashrafi.org

پانی سے اس کو ہمیشہ سرسبز وشاداب رکھے تو ضرور حقائق کے پھل ظاہر ہوں گے اور اشارات کی حقیقتوں سے متحقق ہو اور حق سبحانہ تعالیٰ کے سپرد کرے تاکہ وہ اپنی بے سبب عنایت سے ڈاکوؤں اور چوروں اور شیطان اور نفس کی خواہشوں کی آفتوں سے محفوظ رکھے۔ مرید سے گفتگو کے وقت حق سبحانہ وتعالیٰ سے معنی کے لئے دُعا کرے کہ اس وقت کا کام سننے والے کے حال کی صلاح اور فوائد کو شامل ہو اور یہ کہ اس کی زبان حق کی گویا ہو اور اس کی گفتگو فائدہ رسانی میں صادق ہو۔

حضرت قدوۃ الکبرا فرماتے تھے گفتگو کے وقت اپنے کو اپنے سے خالی کرے اور اپنے کو پانی کا پرنالہ سمجھے کہ حق تعالیٰ چشمۂ معرفت سے ابرِ کرم اس کی زبان پر بہاتا ہے اسی لئے حضرت مولوی نے اپنے کو''نے'' سے تعبیر کیا ہے جیسا کہ کہا۔

شعر

بشنواز نی چون حکایت میکند	سن تو نے سے کرتی ہے وہ کیا بیان
کز جدائی ہا شکایت میکند	دوری کی کرتی شکایت ہے عیان

کیونکہ نے کو خدا رسیدہ کاملوں اور مکملوں سے جو اپنے سے اور خلق سے فانی ہوگئے ہیں اور حق کے ساتھ باقی ہیں پوری نسبت ہے بالخصوص بعض موقوں پر نفی کے معنی میں استعمال کرتے ہیں اور اس گروہ نے اپنے وجود عارضی کی نفی کر کے بعد میں حقیقی مردہ کی طرف رجوع کیا ہے۔

شعر

چوابری کز دم دریا بر آید	اگر بادل کوئی دریا سے اٹھا
وگر باسیل سوئ خود گراید	تو کل سیلاب دریا میں گرایا

جسطرح کہ نے اپنے سے خالی ہے جو آواز از قسم نغمہ والحان اس سے منسوب ہے درحقیقت بجانیوالے سے ہے نہ کہ اس سے۔

شعر

ہر آن صوتی کہ خیزد ازدم نی	صدا کوئی اگر اس نے سے آئی
زنائ میدہد خبری نہ از وی	خبر دی اس نے یاں کوئی ہے نائی

اسی طرح یہ بزرگ لوگ بالکل اپنی خودی سے خالی ہوگئے ہیں جو کچھ ان پر غالب ہے افعال واقوال واخلاق واوصاف سے وہ حضرت حق کے کمالات ہیں جو ان میں ظاہر ہوئے اور ان میں مرتبۂ مظہریت سے زیادہ نہیں ہے اگر مراد نے سے قلم ہے جو اپنے سے تعبیر کی ہے تو وہ بھی درحقیقت کوئی چیز نہیں ہے بلکہ حرکت دینے والا اور تصرف کرنے والا دوسرا ہے جس طرح کہ مشائخ کی گفتگو اور ان کے درجات اور جو اُن سے ظاہر ہوتا ہے سب حق تعالیٰ سے ہے کہ:

http://Ashrafi.org

يُضِلُّ اللّٰهُ مَنْ يَّشَآءُ وَيَهْدِىْ مَنْ يَّشَآءُ ط[1] اللہ گمراہ کرتا ہے جسے چاہے اور راہ دکھاتا ہے جسے چاہے۔

کی صفت نے ان کی شان میں ظہور کیا ہے جسطرح نے سے پہلی مرتبہ میں۔

رباعی

آتش ست این بانگ نائی نیست باد — بانگ نائی کو ہوا مت کہہ ہے آگ
ہر کہ این آتش ندارد نیست باد — وہ مٹے رکھتا نہیں جو اس سے لاگ
آتش عشق است کا ندرنی فتاد — عشق کی نے میں پڑی ہے تیز نار
جوشش عشق است کاندرنی فتاد — جذبۂ الفت کی نے میں ہے اُبھار

حضرت قدوۃ الکبرا فرماتے تھے کہ اس گروہ کی بات کہنا اسی کے لئے زیبا ہے جو سالوں جان کی جھاڑو سے اور مدتوں یقین کی راہ سے خانقاہ مشائخ کے پاخانہ گیا ہو اور سر پر اٹھا کر دوسری جگہ پھینکا ہو۔ شیخ ابوالمکارم کو جب راہِ حق تعالیٰ کے سلوک کا جذبہ پیدا ہوا خراسان سے قصد طواف کعبہ کیا۔ حضرت قدوۃ الکبرا کے پاس آئے اور سلوک میں مشغول ہوئے اور اس گروہ کی باتیں حاصل کرتے تھے ان کے بارے میں حضرت قدوۃ الکبرا فرماتے تھے کہ اس زمانہ کے لحاظ سے مقام شکر ہے کہ ایک شخص پانسو کوس کی راہ طے کر کے اور منزلیں قطع کر کے آیا اور اپنے دقایع کا حل چاہتا ہے۔

حضرت قدوۃ الکبرا شیخ عمو سے نقل کرتے تھے کہ میں ایک بزرگ شیخ ابوبکر فالیزبان کی زیارت کے لئے بخارا گیا ان کو تلاش کیا کوئی گھر نہ تھا صرف ایک دروازہ رکھتے تھے وہ وہاں تھے میں سامنے گیا سلام کیا مجھکو بٹھایا اور دسترخوان لائے جو کی روٹی تھی اور نمک، میں بھوکا تھا ہاتھ بڑھایا اور کھانے لگا۔ کھانے کے درمیان ان کو دیکھا کہ وہ روتے تھے۔ میں نے ہاتھ کھینچ لیا۔ مجھ سے کہا تم کھاؤ میں فرطِ مسرت سے روتا ہوں کیونکہ ابوالقاسم جنید نے مجھ سے کہا تھا کہ جلد ہاں جلد ہوگا کہ یہ باتیں ایسی ہوں گی کہ ایک گلی میں دو حجرہ ہوں گے ان میں سے ایک حجرہ میں یہ باتیں ہوں گی (یعنی تصوف کی) اور دوسرے میں نہ ہوں گی۔ دوسرے حجرہ میں رہنے والا معارف سیکھنے کیلئے پڑوس کے حجرہ میں جانے کی تکلیف برداشت نہیں کرے گا آپ ہرات سے چل کر بخارا آئے ہیں ابھی تک اچھا ہے۔

ساتواں ادب

بات کا بطور کنایہ کہنا ہے۔ پیر جس وقت مرید میں کوئی بری چیز معلوم کرے اور چاہے کہ اس پر گرفت کرے تا کہ وہ اس سے پاک ہو جائے تو بات بطور کنایہ کہنی چاہیئے اور صاف صاف کہنے سے بچے۔ نصیحت اس طرح دلدہی اور حکمت سے زیادہ موثر ہوتی ہے۔ ایک دن ان کلمات

---

[1] پ۲۹ المدثر ۳۱

http://Ashrafi.org

شریفہ ومقاماتِ لطیفہ کا جامع حضرت کے ساتھ ایک راستہ میں گذر رہا تھا اتفاقاً نگاہ ایک خوبصورت عورت پر پڑی اور دل کی سوزش اور قلب کی کشش اس کی طرف حد سے گذر گئی ایسا کہ کھانا پینا بھی کبھی چھوٹ جاتا تھا اور میرے اس واقعہ سے کوئی باخبر نہ تھا مگر پوشیدہ نہ رہ گیا۔

شعر

نسازد گر کسی از عشق اظہار — کرے گر عشق کا کوئی نہ اظہار
بخواند ہر کسی بر ورق رخسار — بتادیتے ہیں سب کچھ زرد رخسار

جب حضرت قدوۃ الکبرا کی خدمت میں مقررہ عادت کے موافق میں گیا جیسے ہی اس فقیر کے چہرہ پر نگاہ پڑی کسی قدر تبسم فرمایا۔

شعر

چو در بحر دلش این دُرّ اسرار — جو نکلا بحر دل سے دُرِ اسرار
بر آمد از تبسم کرد اظہار — تبسم کا کیا اس وقت اظہار
زہی دریائ اسرار منور — زہے دریائے اسرار منور
کہ ریزد از تبسم دُرّ و گوہر — تبسم سے ہے جھڑتا دُرّ و گوہر

معرفت وحقیقت کی بعض باتیں فرمائیں اور اس کے ذیل میں قصّہ مجنون کی ایک بات نکالی کہ اس کو اللہ تعالیٰ نے عشق حقیقی کے شرف سے مشرف کیا تھا دوسرے کے لئے نقصان ہے۔

شعر

درین سودا کہ از عشق بتا نست — یہ سودا جو کہ ہے عشق بتاں کا
یکی را سود و دیگر راز یانست — ہے باعث نفع کا بھی اور زیاں کا

اس بات کے سنتے ہی وہ میلان میرے دل میں نہ رہ گیا گویا تھا ہی نہیں۔ بعض مشائخ کا قول ہے کہ مریدوں سے علی الاعلان مواخذہ کرنا چاہیئے یہ زیادہ مناسب اور حکمت سے زیادہ قریب ہے جیسا کہ خواجہ علاؤالدین عطار قدس اللہ سرہ سے منقول ہے کہ ایک مرید اجازت لیکر وطن گیا جب خدمت شریف میں واپس آیا ایک بڑا مجمع تھا خواجہ نے فرمایا ہمارے بزرگوں کا دستور محاسبہ ہے لہٰذا جدائی کے وقت سے لیکر سامنا ہونے تک جو گذرا ہے سب بیان کرنا چاہیئے اس نے سب عرض کیا۔

شعر

زاوّل تابہ آخر ہرچہ بودہ — زاوّل تابہ آخر جو ہوا تھا
بعرضِ سلطنت یکیک نمودہ — وہ اک اک بات کو حضرت سے بولا

اور قلب اقدس میں جمادیا لیکن ایک چیز جس کو نہ کہہ سکا حضرت خواجہ نے فرمایا یہ نہ ہوگا سب کو کہنا

http://Ashrafi.org

چاہیئے ورنہ میں خود کہوں گا اور تجھ کو رسوا کروں گا بالآخر مجمع میں کہا ؎

شعر

صاحب دل آئینہ شش سر بود	صاحب دل آئینہ شش سر بنا
زانجہت از شش طرف ناظر بود	شش جہت سے چیز کو ہے دیکھتا

حضرت قدوۃ الکبرا فرماتے تھے کہ اس گروہ کے لئے تعریض ضروری ہے اور وہ ساتھیوں اور دوستوں کو برے کام سے بطور کنایہ و مثال کے آگاہ کر دینا اور باخبر بنانا ہے کیونکہ انداز سنت مصطفیٰ اور فن نبی صلی اللہ علیہ وسلم ہے کہ زمانۂ رسالت میں اگر کسی صحابی سے کوئی ناگوار اور سخت کام واقع ہوتا وہاں آپ فرماتے تھے کہ جو اس قسم کا کام کرتا ہے وہ اچھا نہیں ہے اور اگر کسی جماعت و قوم سے کوئی برائی اور خرابی صادر ہوتی تو فرماتے تھے کہ جن لوگوں میں کہ ایسی بری روش ہے کس طرح بھلائی ہوگی سبحان اللہ کیسا خلق مصطفیٰ تھا ہاں جس میں ایسا خلق ہو اس کی شان میں نازل ہوتا ہے ؎

وَاِنَّکَ لَعَلٰی خُلُقٍ عَظِیْمٍ ۝ [۱] اور بے شک آپ خلق عظیم پر ہیں۔

رباعی

کسی کو مظہر ستار باشد	جو ہوتا ہے ظہور شان ستار
بعیب برہنہ ستار باشد	کھلے عیبوں پہ ہوتا ہے وہ ستار
ازان راہ اولیاء اوبرحمت	اسی سے اولیاء حق کی رحمت
بیاران بر زجان دلدار باشد	ہے یاروں کے لئے غمخوار و دلدار

قریب قریب حضرت ابراہیم خلیل اللہ کے واقعہ سے فرماتے تھے کہ کیا کہنا ہے انبیاء کے خلق کا کہ اسلام کی تبلیغ بھی اسی کنایہ سے کرتے تھے اگر چہ دوسرے موقعہ پر ڈرانے کے انداز پر کرتے تھے روشن تاویل اور زیادہ صحیح قول حضرت خلیل اللہ کی شان میں وہ ہے جو تفسیر زاہدی میں لکھا ہے کہ ابراہیم علیہ السلام کے وقت میں تین قومیں تھیں ایک ستارہ پوجتی تھی دوسری چاند کو پوجتی تھی تیسری آفتاب پوجتی تھی آپ نے چاہا کہ ان کو دعوت دیں اور یہ تینوں قومیں نہایت سخت دل اور اپنے کفر میں مصر تھیں اور جماعت بڑی تھی آپ نے کہا کہ ایکبارگی ان پر دعوت کا اظہار کروں گا تو نہ سنیں گے ؎

شعر

دلی کان بود از خم آہن بتر	جو دل لوہے سے ہو کجی میں بتر
درو پند مردم نگیرد اثر	نصیحت نہیں کرتی اس میں اثر

---

[۱] پ۲۹ القلم ۴

http://Ashrafi.org

توحیلہ پیدا کیا کہ پہلے آپ اکیلے اس قوم میں گئے اور انہی لوگوں میں ایک آپ ہو گئے جس طرح وہ لوگ ستارہ طلوع ہونے کے منتظر رہتے تھے آپ نے بھی کیا یہاں تک کہ ستارہ نکلا تو بطور کنایہ و تعریض کے نہ کہ از راہ شک و تردد آپ نے کہا هٰـذَا رَبِّـیْ ج ا (یہ میرا رب ہے) تا کہ وہ لوگ جانیں کہ ہم میں سے ہیں اور بھاگ نہ جائیں۔ جب ستارہ ڈوب گیا آپ کہنے لگے اس طرح کہ وہ لوگ سن لیں کہ یہ ستارہ نکلا اور ڈوب گیا خدا کے لئے تغیر و تبدل جائز نہیں ہے اگر یہ صفت خدا کی ہو تو بندہ اور خدا میں کیا فرق ہو۔

شعر

اگر این وصف راشمری ز صانع — اسی کو سمجھے تم گر وصف صانع
چہ باشد فرق در مصنوع و صانع — ہے کیا مصنوع اور صانع میں مانع

تو یہ خدا نہیں ہے اسے ہم دوست نہیں رکھتے اور چاند میں بھی ایسا ہی کہا اور طلوع آفتاب میں اسی طرح فرمایا تو جہ لوگ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے پاس بیٹھے تھے سنا ان کی عقل میں آ گیا سب نے کہا ٹھیک کہتا ہے کہ خدا کے لئے تغیر اور حرکت نکلنا اور ڈوبنا عیب ہے سب پھر گئے اور دین ابراہیم میں آ گئے اس طریقہ سے ان کو اسلام میں لائے اور اس کو تلبیسات انبیاء کہتے ہیں تو ابراہیم کا کلام بطور تعریض تھا اور مقصود اس سے یہ رکھا تھا۔

بیت

مکن انکار تو در کارِ اخیار — نہ کر ہرگز کبھی انکار اخیار
کہ ہست در کارِ شان بسیار اسرار — کہ ان کے کام میں بے حد ہیں اسرار

اور وہ حق ہے نہ کہ معاذ اللہ ایسا ہے جیسا کہ لوگ کہتے ہیں۔

حضرت قدوۃ الکبرا حضرت شیخ شمس بلخی سے نقل کرتے تھے انبیاء اظہار نبوت کے بعد اور اظہار نبوت سے پہلے شرک سے معصوم ہوتے ہیں چنانچہ کتب عقائد میں آیا ہے کہ دونوں حالتوں میں یہ حضرات سب سے زیادہ صاحب عرفاں ہوتے ہیں اور اس تقریر پر لازم آتا ہے عقیدہ کے خلاف کہنا اور حضرت ابراہیم نے اپنی زوجہ کو هٰـذِہٖ اُخْتِیْ (یہ میری بہن ہے) کہا مراد آپ کی یہ تھی کہ دین میں میری بہن ہے اور یہ ٹھیک ہے دوسرے یہ کہ جب چاہتے تھے کہ حیلہ کریں بتوں کو توڑنے کے لئے تو کہتے اِنِّیْ سَقِیْمٌ" (میں بیمار ہوں) حالانکہ تندرست ہوتے مقصود اس میں آپ کا یہ تھا کہ انسان کسی وقت بیماری سے خالی نہیں ہوتا اگرچہ اسکو معلوم نہ ہو یا آپ کا مقصود یہ تھا کہ جو مرنے والا ہے وہ بیمار ہونے والا ہو گا کیونکہ حادث برائے نام موجود ہے حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے شمعون اور یحیٰ بن زید کو شہر انطاکیہ میں تبلیغ کے لئے بھیجا اور یہ واقعہ بیان سے زیادہ ہے جب وہ لوگ گئے اور تبلیغ کا اعلان کیا تو انطاکیہ والوں نے ان کی دعوت قبول نہ کی۔

ا پ ۷ الانعام ۷۶

http://Ashrafi.org

شعر

کسی را کہ درنار باشد مقر — کسی کا جہنم میں ہو گر قرار
سر از خط دعوت بر آرد بدر — ہے وہ دعوت حق سے کرتا فرار

نالائقی سے جولوگ ان کو رکھتے تھے انہیں بہت تکلیف دی اور قید خانہ میں ڈال دیا۔ اللہ تعالیٰ نے قواس کو حکم دیا کہ وہ جا کر ان کو قید سے نکال لائیں اور تبلیغ میں ان کا ساتھ دیں۔ قواس جب آئے ایک دن سارے اہل ملک بتخانہ میں جمع تھے قواس ان کی شکل بنا کر بتخانہ میں گئے اور تعظیم وادب سے بتوں کی پوجا کو اٹھے حالانکہ دل سے خدا کی نماز ادا کرتے تھے۔

شعر

بمحراب بتان از ترس اغیار — عدو کے ڈر سے محراب بتاں میں
بدل در کردہ سجدہ سوئے دا دار — کیا سجدہ خدا کا تا نہ سمجھیں

ان کا بادشاہ آپ کی اس تعظیم کو دیکھ کر تعجب میں ہو کر رہ گیا بولا کسی نے اس عظمت و محنت کے ساتھ بتوں کی پوجا نہیں کیا ہے یہاں تک کہ اپنے پاس بلایا اور مقرب کا عہدہ دیا ایسا ہوا کہ قواس ہی ملک کا انتظام کرنے اور مسندِ قرب پر جلوس فرما ہونے لگے۔ ع

بقربت زدیگر کسان برگزشت — وہ قربت میں اغیار سے بڑھ گئے

ایک دن قواس نے بادشاہ سے کہا میں نے سنا ہے کہ دو آدمی آپ کو دوسرے دین کی دعوت دیتے تھے آپ نے قید خانہ میں بند کر دیا ہے بڑی جرأت انہوں نے کی ہے ان کو بلایئے تا کہ ان کی بات میں سنوں۔ ان کو قید خانہ سے بادشاہ کے سامنے لایا گیا تو قواس نے کہا تمہارا خدا قادر ہے کہ نئی مخلوق پیدا کر دے اور مردہ کو زندہ کر دے اس طرح کہ ہم لوگ دیکھ لیں انہوں نے کہا ہاں بے شک قواس نے سر پر ہاتھ رکھا اور کہا لوگو بتاؤ یہ کیا کہتے ہیں میں تو روئے زمین پر کسی مخلوق کو نہیں سمجھتا کہ مردہ کو زندہ کر دے اور میں اس کام سے عاجز ہوں بادشاہ کی طرف رخ کیا اور کہا معلوم ہوتا ہے کہ ان کے پاس کوئی علم اور حق ہے اب آپ اپنے بتوں سے کہیئے کہ وہ مخلوق پیدا کریں اور مردہ کو زندہ کریں تا کہ یہ عزت آپ کو اور آپ کے بتوں کو ہو۔ بادشاہ نے کہا تم جانتے ہو کہ یہ بت تو مردہ ہیں کچھ نہیں کر سکتے تو اس نے شمعون اور یحییٰ سے کہا جو دعویٰ کیا ہے اس کو لاؤ دکھاؤ۔ ایک اندھے غلام کو اور ایک مردہ کو جو سات روز کا مردہ تھا لے آئے کہنے لگے غلام کو آنکھ والا کر دو انہوں نے مٹی کی دو گولیاں بنائیں اور اپنے تھوک سے تر کیا اور غلام کی دونوں آنکھوں میں رکھ دیا اور دُعا کی اسی وقت آنکھ کا حلقہ ہو گیا اور غلام دیکھنے لگا، اور دعا کی یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے ان کی دُعا کی برکت سے مردہ کو زندہ کر دیا اس کے بعد قواس خوش ہو گئے اپنا حال شمعون و یحییٰ سے ظاہر کیا شمعون نے بادشاہ کو اور قوم کو دعوت دی۔ حضرت

http://Ashrafi.org

قدوۃ الکبرا فرماتے تھے کہ تواس نے یہ جانا اور بتوں کو پوجنا بطور تلبیس کیا تھا۔

شعر

مرو از رہ تو از تلبیس ابلیس — نہ بن تو پیر و تلبیس ابلیس
کہ میبا شد برایان این زتلبیس — کہ نافع خلق کو ہے حق کی تلبیس

آٹھواں ادب

نفلوں کا بڑھا دینا ہے۔ اس کی حالتوں کے غلبہ کو اعمال صالحہ سے اوقات کو سنوارنے بنانے میں مانع نہ ہونا چاہیئے اور یہ خیال نہ کرے کہ مجھکو اس کی حاجت نہیں ہے کیونکہ افضل البشر صلی اللہ علیہ وسلم باوجود کمال حال کے کہ کوئی آپ کا نذیر نہیں ہوسکتا عبادت پر سب سے زیادہ حریص تھے کہ راتوں کو نماز میں اس قدر قیام فرماتے کہ پائے مبارک ورم کر آتا۔

حضرت قدوۃ الکبرا فرماتے تھے اتفاقاً ملک روم میں ایک مذہب اہل سنت و جماعت ومشرب اساطین دین ودیانت کے مخالف ومعاند سے ملاقات ہوئی وہ شریعت پر طریقت کو ترجیح دیتا تھا اس کے جواب میں کہا گیا کہ اے شخص اگر تم ایک لفظ بھی لادو جو شریعت میں نہ ہو تو ہم اعتراف کرلیں کہ شریعت طریقت سے علیٰحدہ ہے لیکن یاد رہے کہ اخلاق کو بدلنا دل اور روح کو صاف کرنا عروج وترقی ونزول وغیرہ سب قرآن میں لکھا ہے جو تِبْیَانـاً لِکُلِّ شَیْءٍ (ہر چیز کا روشن بیان) ہے اور مشائخ نے کشف وتحقیق سے اس کو مستنبط کیا ہے۔ اور رسالوں میں لکھ دیا ہے یہ سب شریعت کے قواعد ہیں حضرت قدوۃ الکبرا فرماتے تھے کہ ہر چند کہ مشائخ کے کلمات میں ہم نے تلاش کیا اور بزرگان زمانہ کی خدمت میں پہنچے ان لوگوں کی کسی گفتگو اور صوفیوں کی کسی بات نے عبادت معاف ہونے پر دلالت نہ کی اگرچہ بلند وبالا مقام ومقصد تک وہ پہنچے ہوئے تھے لیکن عمل صالح کا کوئی دقیقہ فرد گذاشت نہ کیا۔ یہاں تک کہ مرنے کے وقت ان کا کوئی ادب فوت نہ ہوا چنانچہ حضرت شبلی قدس اللہ تعالیٰ سرہ سے نقل کرتے ہیں جس وقت نزع میں تھے حضرت کبیر دنیوری نے فرمایا کہ شبلی نے مجھ سے کہا کہ وضو کرا دو انہیں میں نے وضو کرا دیا اور داڑھی کا خلال بھول گیا ان کی زبان بے قابو تھی میرے ہاتھ کو پکڑا اور اپنی داڑھی میں لاکر خلال کیا پھر جان دے دی۔ ایک بزرگ نے اسکو سنا تو کہا کہ لوگ کیا کہتے ہیں اس مرد کے بارے میں کہ آخر عمر میں بھی اس سے آداب شریعت سے کوئی ادب فوت نہ ہوا۔ حضرت ابوالحسن مالکی کہتے ہیں کہ خیر نساج کی جانکنی کے وقت میں موجود تھا ان پر غشی طاری تھی شام کی نماز کا وقت آیا تو آنکھ کھولی اور دروازہ کی طرف اشارہ کر کے کہا ٹھہر جا مجھکو امان دے تو اللہ کا محکوم ہے میں بھی اس کا محکوم ہوں تیرے پاس جو حکم ہے وہ فوت نہیں ہوتا میں تیرے قبضہ میں ہوں لیکن مجھکو نماز کا حکم ہے اس کا وقت آ گیا اور فوت ہونے کا اندیشہ ہے اس کے بعد پانی طلب کر کے وضو کیا اور شام کی نماز ادا کی پھر سو گئے اور آنکھیں بند کرلیں اور جان دے دی۔ اللہ اللہ مردوں نے راہِ عبادت وطریق تعبد اس طرح طے کی ہے اس وقت کسی مقام پر پہنچے ہیں اور اگر پناہ بخدا ایسا نہ ہوا اور اس کے

دل میں دوسرے قسم کا فاسد خطرہ آئے کہ مجھے عبادت کی کیا ضرورت ہے تو اس کا ٹھکانا محرومی کا قعر جہنم ہے۔ جس طرح کہ یحییٰ معاذ رازی کے سامنے لوگوں نے ایک قوم کا حال نقل کیا کہ کہتے ہیں ہم اس مقام پر پہنچے ہیں کہ ہم کو نماز نہ پڑھنی چاہیئے فرمایا کہہ دو کہ پہنچے ہو مگر جہنم میں پہنچے ہو ۔

قطعہ

آنہا کہ در طریق آئینہ دویدہ اند — طور سلوک جس کے کہ دیدہ شنیدہ ہیں
رخت سلوک خویش بمنزل کشیدہ اند — وہ منزل سلوک میں سامان کشیدہ ہیں
گویند در سلوک بجائے رسیدہ ایم — کہتے ہیں ہم سلوک میں پہنچے بڑی جگہ
آری رسیدہ اند بدوزخ رسیدہ اند — ہاں ہاں رسیدہ ہیں وہ پہ دوزخ رسیدہ ہیں

حضرت قدوۃ الکبرا فرماتے تھے دار دنیا میں اعمال مطلوب ہیں اسی لئے بزرگان عارفین اور دنیائے معرفت کے غواص حضرات نے فرمایا ہے کہ سالک عارف کو چاہیئے کہ اپنے کو احکام مشاہدہ کا محکوم و مغلوب نہ بنائے اور پوری ہمت سے وظائف عبادات اور اعمال حسنہ و افعال صالحہ میں کوشش کرے اور کسی وقت آرام نہ کرے اور زیادہ عجیب وہ معلوم ہوتا ہے جو دریائے شہود میں ڈوبا ہوا اور صحرائے وجود کا سیاح ہوا اور ذرات کائنات و اجزاء موجودات کے ہر ذرہ و جز کو وجود تعالیٰ کا آئینہ جانے اور اس میں اسماء الٰہی و اوصاف نامتناہی کا پرتو معائنہ کرے وہ عبادت و وظائف اور نوافل کی پابندیوں میں کیوں اس کے شہود سے غافل اور اس کے انوار کے ملاحظہ سے فراموش ہو جاتا ہے کیونکہ مشاہدہ تو اعمال کے نتیجوں سے ایک نتیجہ ہے فوری طور پر یہاں ظاہر ہوا ہے اور مقام اس کا دار الجزاء ہے اور اس وطن کا مقتضیٰ جو دار خدمت ہے عمل آیا ہے اور مقتضیٰ اس مقام کا جو دار قربت و نزدیکی ہے جزا اور اعمال کے نتیجوں کا ظہور ہے پس مشغولی کے موافق اسی وطن میں اعمال کے نتیجوں کا ظہور اس مقام میں نتائج اعمال کے نقصان کا سبب ہوگا اور یہ عارف کیلئے بالکل نقصان اور ٹوٹ ہے تو نہایت درجہ کوشش کرنی چاہیئے اور پوری سعی بجالانی چاہیئے تاکہ ہر مقام پر اس کے مناسب عمل کرے۔

مثنوی

ہر کہ او در مجلس رندان نشست — مجلس دنداں میں جس نے کی نشست
لشکر پرہیز خود بر ہم شکست — لشکر تقوے کو اپنے دی شکست
ہر کہ ہر دم ہمدمِ رندان بود — جو کہ ہر دم ہمدم رنداں بنا
ہمچو رندان دم زند رندان بود — رند وہ رندوں میں خود ہو جائے گا

مروی ہے کہ امام زین العابدین علی بن حسینؓ ہزار رکعت نماز روز پڑھتے تھے ایک رات ان کو حضرت علی کرم اللہ وجہہ کا دیوان اعمال مکشوف ہوا تو دیکھا کہ ان کی عبادت حضرت امیر سے بہت کم تھی حضرت

http://Ashrafi.org

نے تمام اعمال صالحہ اور وظائف مقررہ بڑھا دیئے۔

حضرت قدوۃ الکبرا فرماتے تھے کہ صوفی ہر چند مغلوب الحال ہو لیکن ادائے عبادات مقررہ سے چارہ نہیں ہے جس طرح کہ منصور حلاج باوجود اس دعویٰ کے ہر رات دن میں ہزار رکعت نماز ادا کرتے تھے اور اس رات جس کی صبح کو قتل کئے گئے پانچ سو رکعت ادا کی تھی۔ بعض کامل اور ناداں لوگ کہتے تھے کہ جب کوئی عرفان و وجدان کی نہایت اور آخری درجہ کو پہنچ جاتا ہے تو تکالیف وعبادات ساقط ہو جاتے ہیں اس آیہ کریمہ سے استدلال کیا اور مشائخ کا قول شہادت میں لائے

وَاعْبُدْ رَبَّكَ حَتّٰى يَاْتِيَكَ الْيَقِيْنُ ۝ ۱؎ اور عبادت کرو اپنے رب کی یہاں تک کہ آوے تم کو یقین۔

اس فقیر نے اس کے جواب میں کہا خدا کی پناہ کوئی سمجھدار اس معنی کی طرف ہرگز توجہ نہ کرے کیونکہ علماء ظاہر کی اصطلاح میں یقین سے معنی مرنے کا دن ہے اور صوفیوں کے موافق اس کے معنی یہ ہیں کہ جب تک بندہ یقین سے مشرف نہیں ہوا ہے وہ عابد ہے اور عبادت اس کی طرف منسوب ہے۔ جب یقین درجۂ کمال کو پہنچا تو عبادت کی نسبت اس سے اٹھ گئی اور وہ عابد و معبود ہے کہ حقیقت نے اپنے جمال جہاں آرا کے سامنے سے پردہ اٹھا دیا اور یقیناً جان گیا کہ سب ایک چیز پر قائم ہے اور اس کی اپنی ذات کسی وصف کے قیام کا محل نہیں ہے۔

ذٰلِكَ فَضْلُ اللّٰهِ يُؤْتِيْهِ مَنْ يَّشَآءُ ۭ وَاللّٰهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِيْمِ ۝ ۲؎ یہ اللہ کا فضل ہے جسے چاہے عطا فرماتا ہے اور اللہ بہت بڑے فضل والا ہے۔

اور یہ ایک پرند ہے نہ معلوم کس سعادتمند کی شاخ پر بیٹھے ۔

شعر

ہمہ کس بمیدان کوشش دراند	ہیں میدان کوشش میں سب آدمی
دلی گوئی دولت نہ ہرکس برند	مگر گوئے دولت نہ پائیں سبھی

نواں ادب

(مرید سے تعظیم کی توقع نہ رکھے) اپنے حق سے اترنا ہے مرید سے اپنی تعظیم وتکریم کی امید نہ رکھنی چاہیئے لیکن مریدوں کا اس پر قائم رہنا سب ضروری باتوں سے زیادہ ضروری ہے مگر پیر کے لئے اس کی امید رکھنی پسندیدہ نہیں ہے کسی وقت مرید کے حقوق ادا کرنے سے غافل نہ ہو کیا صحت میں اور کیا بیماری میں اور سفر وحضر میں اور تنگی و وسعت میں بلکہ ہر وقت مرید کے حقوق ادا کرنے اور اس کی حالتوں سے باخبر رہنے میں سستی وتن آرامی نہ کرے، ان کی ارادت کی صداقت پر اعتماد کرنے کے سبب اس کو چھوڑ دینا جائز نہ سمجھے اور پیر کو مرید کی تمام بیماریوں کی تشخیص میں مثل ایک طبیب کے

۱؎ پ ۱۴ الحجر ۹۹ ۲؎ پ ۲۷ الحدید ۲۱

http://Ashrafi.org

چاہیئے کہ اس کے تمام اعضاء سے حقیقت معلوم کرے اور نبض کی رگوں سے خطرات سے آگاہی حاصل کرے۔قریب قریب حضرت قدوۃ الکبرا نے مثنوی مولوی سے ایک حکایت نقل کی کہ پرانے زمانے میں ایک بادشاہ تھا کہ زیور آثار آئندہ ولباس اعمال موجودہ سے آراستہ اور طرق انصاف وقاعدۂ دادرسی سے پیراستہ اتفاقاً ایک دن شکار کے لئے سوار ہوا تھا کہ اس کی نگاہ ایک لونڈی پر پڑی لاکھ جان سے اس کے چہرہ کا عاشق ہوگیا ۔

شعر

یک کنیزک دیدشہ برشاہ راہ — شہ نے ایک لونڈی کو دیکھا پیش راہ
شد غلام آن کنیزک جان شاہ — ہوگیا پھر اس کا خادم پادشاہ

جب اس کے عشق کا غلبہ حد سے بڑھ گیا اور اس کے چہرہ کی محبت کا دریا سر سے اوپر آگیا بہت سی اشرفیاں دیں اور اس لونڈی کو خرید لیا اور گھر میں لے آیا۔قریب تھا کہ اس کے گلزار وصال سے لذت کا پھول چنے اور اس کے تل کے لب جوئبار پر بیٹھے کہ بیماری کا بارخزاں اور جان آزاری کا صرصر اس کے گلزار حال پر چلا۔

شعر

چون خرید اورا وبرخوردارشد — جب خریدا اور پھل کھانے لگا
آن کنیزک ازقضا بیمار شد — ہوگئی بیمار وہ شان خدا

حکماء شہر واطباء نامی کو جمع کیا کہ اس کا علاج کریں ہر چند دوا کی صحت رونما نہ ہوئی ۔

شعر

ہرچہ کردنداز علاج و ازدوا — جس قدر سب نے علاج اس کا کیا
گشت رنج افزون و حاجت ناروا — مرض اس کا دن بدن بڑھتا گیا

جب طبیبوں کی دوا سے ناامید ہوا مسجد کی طرف رخ کیا اور عاجزی و نیازمندی کے ساتھ بارگاہ خالق جان وعطا کنندہ درمان میں مناجات کی وہ رونے چلانے میں تھا کہ اس کو نیند آگئی۔خواب میں ایک پیر خوش نصیب آئے اور کہا تیری حاجت پوری ہوئی اُٹھ کل جو میری شکل میں آئے تیرے درد کی دوا اس کے دواخانہ میں ہے جب وعدہ کی صبح افق نصیب ومطلع تقدیر سے نکلی بادشاہ نے آنکھ دروازہ پر رکھی ناگاہ ایک نورانی شخص دور سے ظاہر ہوا بادشاہ بڑی تعظیم سے ان کو لایا اور بیمار کی بیماری عرض کی بیمار کو دکھلایا طبیب حاذق نے نبض وقارورہ سے مرض کی علامتیں دریافت کیں۔کہاان لوگوں نے درد کی دوا نہیں کی ہے بلکہ اس کے درد کو سمجھے ہی نہیں ہیں۔

شعر

گفت ہر دارو کہ ایشان کردہ اند — بولا ان لوگوں نے کی ہے جو دوا
آن عمارت نیست ویران کردہ اند — کچھ نہ کی تعمیر ویران کردیا

کیونکہ اس کو ایسی بیماری ہے کہ طبیعت شناس اطبا نبض وقارورہ کے قیاس سے نہیں جان سکتے ۔

شعر

درد دل را از کجا داند طبیب — درد دل کو جانے گا کیسے طبیب
گرچہ باشد درہمہ حکمت لبیب — گرچہ ہو حکمت میں عاقل اور لبیب

مگر وہ طبیب جو عشق کے پوشیدہ درد کا علاج کرے اور عشق کے آثار جو انسانی شجر پر لپٹے ہوئے ہیں اور اس کی آرزو جو دل میں رکھتا ہے باہر کردے ۔

مثنوی

رنجش از سودا واز صفرا نبود — سودا اور صفرا سے بیماری نہ تھی
بوئ ہرہیزم پدید آید زدود — لکڑیوں کی بودھویں سے کھل گئی
عاشقی پیداست از زاری دل — عاشقی کا چشمہ ہے زاری دل
نیست بیماری چو بیماری دل — کچھ نہیں ہے مثل بیماری دل
علت عاشق زعلت ہا جداست — ہر مرض سے علت عاشق جدا
عشق اصطرلاب اسرارِ خداست — عشق اصطرلاب ہے سرِّ خدا
عاشقی گرزین سروگرزان سراست — عاشقی اِس سر سے ہو یا اُس سر سے ہو
عاقبت مارا بدان در رہبراست — فائدہ آخر کسی رہبر سے ہو

جب لائق طبیب اس کے اندرونی مرض سے خبردار ہوا تو بادشاہ سے چھپائے رکھا اور دوسرے طریقہ سے ظاہر کیا کہ بیمار کو خالی مکان میں رکھو جہاں میرے اور بیمار کے سوا کوئی دوسرا نہ ہوتا کہ میں اس سے بعض چیزیں دریافت کروں جب سب نے خالی کردیا تو طبیب نے محبوب کے درد محبت کو پوچھا بالکل ظاہر نہ کیا کیونکہ حدیث نبوی وخبر مصطفوی کے معنے سے آگاہ تھی کہ جس نے عشق کیا اور عفت و پرہیزگاری برتی اور چھپایا اور مرگیا تو وہ شہید مرا جب بیمار نے صریح طور پر بیان نہ کیا تو عاقل طبیب نے دوسری ترکیب سے پوچھا اور اس کی تفتیش میں کمر چست کی ہر شہر کا نام لیتا تھا اور نبض پکڑے تھا اور اس کے چہرہ کی رنگت پر نگاہ کئے تھا اسی طرح ہر شہر کا نام لئے جاتا تھا۔نبض اسی طرح چلتی رہی اور چہرہ کی رنگت اسی حال پر دیکھا۔

قطعہ

سوئ قصہ گفتنش میداشت گوش — قصہ کہنے پر لگائے تھا وہ گوش
سوئ نبض جستنش میداشت ہوش — جستجو میں نبض کے تھا اس کا ہوش
تا کہ نبض از نام کہ گردد جہان — ہے اچھلتی نبض کس کے نام سے
او بود مقصود جانش درجہان — ہے وہی مقصود خاص و عام سے

http://Ashrafi.org

ہر شہر اور اس کے اہالی کا نام لیتا چونکہ یک بیک نام لیتا تھا تو صفحۂ دل سے امتحان لئے جانے کا نقش صاف کر رہا تھا۔

بیت

نام شہری برد زانہم در گذشت — نام پہلے اک لیا پھر دوسرا
زانکہ رنگ روئ اودیگر نگشت — کیونکہ رخ کا رنگ جیسا تھا رہا

پوچھتے پوچھتے سمرقند کی بات نکلی اس گلزار وگلشن پر از شاخسار کا نام لیتے ہی اس کے غنچہ دہن سے بھی نکل پڑا ''سمرقند''۔

شعر

نبض جست وردی سرخ او زرد شد — نبض کو دی رنگ چہرہ کا گیا
کز سمرقندی چو زرگر فرد شد — گویا زرگر پیارا اس کا آپڑا

طبیب نے سمجھ لیا کہ اس کا محبوب سمرقند میں ہے اب اس کے درپے ہوا کہ یہ جان لے کہ اس کا محبوب کس قوم کا ہے اور کیا نام رکھتا ہے اسی طریقہ سے سمرقند کی ہر قوم کا نام لیتا تھا اور اس کی نبض ورنگ رخ کو دیکھتا تھا۔

رباعی

تا کہ نام زرگرش بر لب رسید — نام زرگر لب پہ آخر آگیا
رنگ رویش نبض از شادی جہید — نبض اچھلی رنگ رخ کا کھل پڑا
کرد معلوم او کہ مطلوبش چو زر — سمجھا وہ محبوب اس کا مثل زر
ہست دردی زرگری عالی ہنر — ہے وہاں زرگر کوئی عالی ہنر

طبیب نے جب اس کے زرِ رخ اور سیم بدن سے اندازہ لگالیا تو اس کو وصال کی خوشخبری دی اور کہا

مثنوی

من بدانستم کہ رنجت چیست زود — مل گیا تیرے مرض کا اب پتہ
در علاجش سحرہا خواہم نمود — مثل جادواب کروں گا میں دوا
شادباش و فارغ و ایمن چو من — مطمئن ہو دل کو خوش رکھو سدا
آن کنم باتو کہ بارانِ باچمن — سمجھو مجھکو بہر گلشن ابرسا
ہان دہان این رازرا باکس مگوی — ہاں مگر آئے نہ اس کی گفتگو
گرچہ شاہ از تو کندصد جستجوئ — گرچہ شہ تجھ سے کرے سو جستجو

طبیب اس محبوبہ کے پاس سے خواہ مخواہ اٹھا اور بادشاہ کے حضور میں آیا اور عرض کیا کہ میں نے اس کی بیاری کا علاج سمجھ لیا کہ اس کی طبیعت مرض و بیاری کی کثرت اور دوا پینے کی زیادتی سے ایسی ناہموار ہوگئی ہے کہ کوئی معجون وشربت اثر نہیں کرتا اس کے لئے سنہرا اور جواہرات کا زیور بنانا چاہیئے اور اس زیور کو بعض دواؤں

کے عرق میں ڈالنا چاہیئے تا کہ سوکھے اس کے بعد اس زیور کو وہ پہنے خدا نے چاہا وہ اچھی ہو جائے گی اور ایسا زیور اس شہر میں کوئی نہیں بنا سکتا مگر ایک بڑا ماہر سنار جو سمرقند میں ہے اس کو بہت سے مال وزر کی امید دلا کر لانا چاہیئے بادشاہ نے جان سے قبول کیا اور مصاحبوں کی ایک جماعت کو اس کے بلانے کے لئے بھیجا یہاں تک کہ ایک مدت گزرنے پر اس کو سب لائے اور بیمار کے سامنے بٹھایا اور بعض جواہر اور سونا اس کو دیا تا کہ زیور بنائے اور دوسری بات کہی کہ عورتوں کا اس کے زر پر پورا میلان ہے اپنے سامنے زیادہ خوبصورت بنواتی ہے بادشاہ نے ایسا ہی کیا۔ جب اس کی لونڈی نے وصال محبوب سے لذت حاصل کی تو اچھی ہوگئی اور اس کی بیماری بالکل نہ رہی کیونکہ اپنی دوا پا گئی ۔

شعر

چو داروئے وصالش خورد بیمار — دوائے وصل پی پی کر وہ بیمار
شدہ نیکو زرنج و درد بسیار — ہوا اچھا ہٹا سب درد کا بار

ایک زمانہ اسی پر گذر گیا زرگر کو ایک شربت دے دیا وہ بیمار ہو گیا جب اس کا آفتاب حسن ڈھل گیا اور اس کے رنگ کا مغربی سنہرا پن اضمحلال وسستی کے خورشید میں جالگا تو معشوقۂ ماہرو کے دل سے اس کا عشق سست ہو گیا اور بادشاہ کے حسن کی محبت او پر کود کے آگئی ۔

شعر

عشق نبود عاقبت ننگی بود — عشق کا ایسے نتیجہ ننگ ہے
عشقہائے کز پئے رنگی بود — یعنے وہ جو از برائے رنگ ہے

حضرت قدوۃ الکبرا فرماتے تھے کہ اللہ اللہ کیسا عاقل وحاذق اور پیارا طبیب تھا اور پیر لوگ حقیقت میں ایسے ہی ہوتے ہیں اور اس حذاقت کو ہر طبیعت کی فطرت میں نہیں رکھا ہے اللہ تعالیٰ نے حضرت پیر و مرشد کو اس سے سو مرتبہ بڑھکر حذاقت بخشی تھی کہ ہر بیمار کا اس کی طبیعت کے موافق علاج کرتے تھے ۔

غزل

روح افزا روح و دلہا را طبیبی دیگر است — روح افزا روح و دل کا ہے کوئی دیگر طبیب
بہر بیمارئ دلہا را طبیبی دیگراست — دل کی بیماری کی خاطر ہے کوئی دیگر طبیب
ہر طبیبی را نصیبی از دوا آمد ولی — ہر طبیب اس کو دوا سے اک نصیب آیا مگر
حضرت مخدومی مارا نصیبی دیگر است — پیر و مرشد کیلئے میرے ہوا دیگر نصیب
برمنابر گرچہ خطبا خطبہ میخواند ولی — منبروں پر گرچہ خطبا خطبہ پڑھتے ہیں مگر
خطبۂ عشقی کہ میخواند خطیبی دیگراست — عشق کے خطبہ کو پڑھتا ہے جو ہے دیگر خطیب

از غرائب اولیا گرچہ کسی دیدم ولی | میں نے دیکھی ہیں غرائب اولیا بے حد مگر
در عجائب اصفیا مارا غریبی دیگراست | ہے عجائب اصفیا میں میرا اک دیگر غریب
درسپاہی بیحدت گرچہ نقیبا نندولی | تیرے لشکر میں نقیبوں کی ہے کثرت گومگر
اشرف سمنان بدرگاہت نقیبی دیگر است | اشرف سمنان ترے در کا ہے اک دیگر نقیب

حضرت قدوۃ الکبرا فرماتے تھے کہ پیروں کو ضرور چاہیئے کہ اپنے ساتھیوں کے بھیدوں کی حفاظت کرنے کو زیادہ ضروری سمجھیں اوران کے جو کشف ووا قعات کو معلوم کرے اس کا اظہار واشاعت نہ کرے اور جب خلوت میں جائے تو اس کی تحقیق کرے اور کہتے ہیں کہ اس قسم کی حالت اگر چہ نعمات الٰہیہّ وانعامات نا متناہیہ سے ہے لیکن اس پر ٹھہر جانا اوراس میں نگاہ جمانا بُعد ودوری اور ناپیدی و مہجوری کا سبب ہے حضرت خواجہ سے نقل کرتے تھے کہ طرح طرح کی ریاضتیں اور مجاہدے کشف صورت کا سبب ہیں اور کبھی ہوتا ہے کہ صاحب کشف کا مکاشفات کی طرف پورا میلان ہوتا ہے اور اس میلان کے ہونے سے مقصود حقیقی سے باز رہتا ہے۔ اسی وجہ سے بعضوں نے اس کو راستہ کا غول بیابانی کہا ہے اور خواجگان ترک کے بزرگ خانوادہ نے اس خیال کی بناء پر ایسا فرمایا کہ اُن مکاشفات کے ہونے سے نہایت پست مقصود کا پابند نہ ہو جائے۔

دسواں ادب

(مرید کو زیادہ قریب نہ ہونے دے) حضرت خواجہ نے فرمایا ہے اگر جان لے کہ زیادہ دیکھنے سے اس کی عظمت مرید کے سامنے کم ہوتی ہے تو اس کو دور رکھنے کی کوشش کرے اور ایسی جگہ ٹھہرائے جو بہت دور نہ ہو اور نزدیک بھی نہ ہو ہر چند کہ کبھی کبھی آئے پھر اسی جگہ جہاں ٹھہرا ہے چلا جائے تا کہ موافق حدیث نبوی واثر مصطفوی:

زرغبًّا تزد اد حبًّا | زیارت کرو ناغہ کر کے بڑھو گے محبت میں

کے عمل کیا جائے۔ درویشان اہل عشق کا طریقہ یہ ہے کہ مرید کو اپنے سامنے بہت نہیں رہنے دیتے۔ فرماتے ہیں کہ آتے جاتے رہو اور اپنی محبت کو تازہ رکھو، یہ پیری کے آداب وشرائط کے جامع قوانین ہیں اگر ایسے شخص کی صحبت ہاتھ لگے تو اس کے دامن کو مضبوط پکڑ لو جب تک اپنا خون اس مٹی سے نہ ملا دو اس کے دروازہ سے نہ اٹھو۔ حضرت خواجہ بار بار زبان مبارک سے فرماتے تھے ؎

شعر

پائ من جز بدرت بردردیگر نہ رود | تیرے در کے سوا یہ پاؤں نہ جائیں کسی در
گر مراسر برود عشق تو از سر نہ رود | سر سے جائے نہ ترا عشق جو کٹ جائے بھی سر

اس کے بارگاہ کی ملازمت اوراس کی شدید خدمت کو بہت زیادہ ضرور جانے اور اس کی صحبت کو اللہ تعالیٰ کی صحبت سمجھے ؎

http://Ashrafi.org

قطعہ

صحبت شیخ بہ ز ذکر خداست   صحبتِ شیخ ہے ذکر خدا سے بہتر
ذکر با شیخ بہ ز ذکر خداست   ذکر باشیخ ہے ذکر خدا سے بہتر
زانکہ اونیست آن صفات خداست   اس کا پیکر نہیں' وہ تو ہے صفات خدا
وصف اونیست وصف ذات خداست   وصف اس کا ہے اصل وصف ذات خدا

مثنوی

ہر کہ با شیخ ہمنشین گردو   پیر کا جوکہ ہمنشیں ہوگا
پاک از خشم و کبرو کین گردو   نہ کبھی اہل کبر وکیں ہوگا
صحبت شیخ صحبت حقست   صحبت پیر حق کی صحبت ہے
رحمت شیخ رحمت حقست   رحمت پیر حق کی رحمت ہے
پیش او میر تاکہ میر شوی   اس پہ مرجاؤ تاکہ میر بنو
ازہمہ واقف و خبیر شوی   سب سے واقف بنو خبیر بنو
پیش او ہرکہ مُرد زندہ شود   جو مرا اُس پہ ہوگیا زندہ
چون ملائک بسوئ عرش رود   ملکوتی بنا وہ عرش گیا
لیک گر طبل باز گونہ زند   کوئی باتونی لات گر مارے
بہر رو پوش گرد ہزل زند   منہ چھپانے کو ہزل کی تانے
تو ازانہا مرم میفت ازاسپ   بھڑ نہ ان سے اُلجھ نہ گھوڑے سے
روہمی کن علوم حق راکسب   علم حق سیکھ لے تو سینے سے
دامنش را مہل و پیش مرو   چھوڑو دامن نہ اس کے پیچھے چلو
ہر طرف رومکن بدان سوشو   ہر طرف دیکھو مت اسی سو ہو
ہرچہ گویند کہ خواہد او آن شو   جس طرح تجھکو چاہے وہ ہوجا
ہر سوئ کو روواندت میدو   جس طرف تجھکو لے چلے توجا
رنج اور ابکش کہ گنج بری   کرو محنت ملے خزانہ ہزار
پائ او بوس تا سری ببری   پاؤں کو چوموتا بنو سردار
ہر کہ ازجان غلام شاہ شود   جو بنا جان سے غلام شاہ
ملک وانس را پناہ شود   ملک و آدمی کا وہ ہے پناہ

حضرت کبیر نے پیر کے ساتھ مرید کے آداب کو دریافت کیا فرمایا کہ مقامات خواجہ میں ہے مرید کے لئے

http://Ashrafi.org

پیر کے آداب کا لحاظ رکھنا سب سے زیادہ ضروری ہے کیسا ضروری لحاظ کہ بزرگوں نے فرمایا ہے کہ تصوف بالکل ادب ہی ہے کیونکہ ادب دلوں کی محبت کو کھینچنے والا ہے چونکہ روح کی خوبی اور عقل کے کمال کا مشاہدہ حسن ادب ہی کی صورتوں میں ہوسکتا ہے لہٰذا جب مرید پیر کی صحبت میں باادب ہوتا ہے پیر کے دل میں محبت کے ساتھ جگہ بنالیتا ہے اسی ذریعہ سے اللہ کا منظور نظر ہوجاتا ہے کیونکہ حق سبحانہ وتعالیٰ روزانہ دوستوں کے دل میں تین ہزار ساٹھ مرتبہ رحمت کی نظر کرتا ہے جب تجھکو اس جگہ دیکھتا ہے تو دونوں جہان کے تیرے کام بن جاتے ہیں اگر یہ دولت نصیب نہ ہوتو دوبارہ کوشش کروکہ ان کے دل میں جگہ بنالو۔

شعر

جایٔ کن در اندرونہا خویش را	اُن دلوں میں کرلے تو اپنا مقام
دور کن ادراک غیر اندیش را	فہم غیر اندیش کا لینا نہ نام

پیر کے بعض حقوق تربیت کا بدلہ حسن ادب کا لحاظ رکھنے کے سوانہیں دے سکتا پس پیران طریقت، جو معنوی باپ ہونے کی نسبت رکھتے ہیں، کا وقار وتعظیم بڑے حقوق سے ایک حق کا ادا کرنا ہے جو شخص کہ بموجب فرمودہ

مَنْ لَّمْ يَشْكُرِ النَّاسَ لَمْ يَشْكُرِاللّٰهَ — جس نے لوگوں کا شکر ادا نہ کیا (اس نے) اللہ کا (بھی) شکرادانہ کیا۔

پیر، جو حق سبحانہ وتعالیٰ کے اسباب ربوبّیت سے سب سے زیادہ نزدیک سبب ہے، کے حقوق ادا کرنے میں مستعدی نہیں کرتا وہ حقوق الٰہی کے ادا کرنے سے قاصر رہے گا کیونکہ جس نے ادنیٰ مربی کے ساتھ تواضع نہ کی وہ رب اعلیٰ تک نہ پہنچا۔

قطعہ

بتو نعمت زدست ہر کہ رسد	تجھ کو ملتی ہیں نعمتیں جو تو چل
نہ بمیدان شکر گر بی پایٔ	شکر کی راہ گو کہ ہو بے پائے
کی بشکر خدا قیام کند	کس طرح شکر حق کریگا ادا
تارک شکر بندگان خدایٔ	تارک شکر بندگان خدائے

پیر بھی اسی لئے ہے (حضرت قدوۃ الکبرانے) حضرت نورالعین کو پدر معنوی کے طور پر پالا اور حقیقی فرزندی کے رتبہ کو پہنچادیا اور حضرت نورالعین نے بھی معنوی باپ ہونے کے حقوق ایسے ادا کئے جو ایک انسان اور جنس عنصری سے ممکن ہے۔

شعر

بنوعی یار خدمت برکشیدہ — تھا ایسا بار خدمت کو اٹھایا
کہ ناید اور زجنس آفریدہ — کہ جیسا دوسرے سے بن نہ آیا

لہٰذا اسی نسبت سے اس گروہ کی ولایت کا انتقال فرزند جو مرید ہو اس کی طرف ہوتا ہے۔

بیت

اگر آئینۂ دل صاف گردو — اگر آئینۂ دل صاف ہوجائے
مظلہ نور پر الطاف گردو — تو ظل نور پر الطاف ہوجائے

اگر کوئی فرزند نسبی ہے اور دونوں جانب کی نسبت حاصل نہیں کی تو مثل فرزند نوح علی نبینا وعلیہ السلام کے ہے کہ

اِنَّهٗ لَيْسَ مِنْ اَهْلِكَ ۚ ۱ — وہ آپ کے اہل سے نہیں۔

اس کی صفت ہے پس جو راہ شکر میں تیز رفتار نہیں ہے وہ مضمون آیہ کریمہ:

لَئِنْ شَكَرْتُمْ لَاَزِيْدَنَّكُمْ ۲ — اگر تم شکر کروگے (تو) یقیناً تمہیں (اور) زیادہ دوں گا۔

سے باخبر نہیں ہوتا بلکہ اس کا ضد سما تا ہے پیر ہر حال میں مرید کا زینہ ہے تا کہ مرید پیر کی ہم جنسی اور مناسبت کے تعلق و واسطہ سے اس کے حقوق سے باہر آئے اس وقت تک کہ مناسبت کے وسیلہ سے حق سبحانہ وتعالیٰ کا عرفان ہو اور حقتعالیٰ کے حقوق کی ذمہ داری سے باہر آسکتا ہے اُس وقت جبکہ اسکو دریائے صورت سے ساحل حقیقت تک عبور کرنے کی قوت ہوگئی تو خلیل کی طرح اپنے سے کہتا ہے کہ:

اِنِّىْ وَجَّهْتُ وَجْهِىَ لِلَّذِىْ فَطَرَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ حَنِيْفًا وَّمَآ اَنَا مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ ۚ ۳

بے شک میں نے یکسو ہوکر اپنا رخ اسی کی طرف کرلیا ہے جس نے آسمانوں اور زمینوں کو پیدا کیا۔ اور میں شرک کرنے والوں میں سے نہیں۔

یہاں ہوتا ہے کہ سالک کی دیدۂ بصیرت دود یکھنے کے پردہ سے پاک ہوجاتی ہے اور مظاہر کی دیوار بالکل اس کے سامنے سے اُٹھ جاتی ہے۔ جب تک اس درجہ پر نہ پہنچے تمام امور میں پیر کی خدمت و پیروی اور اسکی تقلید مرید پر واجب ہے۔

حضرت قدوۃ الکبرا قریب قریب فرماتے تھے کہ حضرت خواجہ محمد پارسا قدس سرہ کہتے تھے کہ مجھکو شروع میں حضرت خواجہ بہاؤالدین قدس سرہ نے اپنی تقلید کا حکم دیا حق تعالیٰ نے ان کو تقلید کی پستی سے تحقیق کی بلندی پر پہنچادیا۔

قطعہ

فراز ذروۂ تحقیق توحید — عروج ذروۂ تحقیق توحید
رسیدن میتوان از شیب تقلید — پہنچ سکتے ہیں اس پر اہلِ تقلید

---

۱ پ ۱۲ ھود ۴۶ — ۲ پ ۱۳ ابراھیم ۷ — ۳ پ ۷ الانعام ۷۹

http://Ashrafi.org

ریا ہم باعث اخلاص گردد ہو تو مخلص ریا پر بھی اگر چل
کہ چشم باغبان از تخم بروید کہ دیکھا بیج سے مالی نے ہے پھل

اور ان بزرگ نکتوں اور لطیف اشاروں کے جامع کا کام حضرت قدوۃ الکبرا کی تقلید سے تحقیق پر انجام ہوا اور کوچہ ریا سے محل اخلاص میں پہنچا۔

آدابِ مُریدین

حضرت قدوۃ الکبرا سلطان ولد سے نقل کرتے تھے کہ جو پرند زمین سے اوپر اڑتا ہے اگر آسمان تک نہیں پہنچتا لیکن اتنا تو ہے کہ جال سے دور ہے اسی طرح اگر کوئی درویش ہو جائے اور درویشوں کی صورت بنالے اگر چہ بطور مکرور یا ہوا اور اُن کے کمال کو نہ پہنچے لیکن اتنا تو ہے کہ خلقت اور بازاریوں سے ممتاز ہوتا ہے اور دنیا کی زحمتوں سے رہائی پاتا اور ہلکا ہو جاتا ہے کیونکہ ہلکے لوگوں نے نجات پائی اور گراں بار لوگ ہلاک ہوئے جو کچھ سارا ادب ہے جمہور صوفیہ کے نزدیک دس ادب میں موجود ہے۔

پہلا ادب

مقامات خواجہ میں لکھا ہے کہ مرید کو اپنے دل میں ٹھان لینا چاہیئے کہ میرا کشود کار پیر ہی کی خدمت و ملازمت صحبت سے ہوسکتا ہے تو اس کے آستانۂ دولت پر مجھکو یا جان دیدینی چاہیئے یا مقصود تک پہنچنا چاہیئے چنانچہ مجذوب شیرازی کہتے ہیں۔

شعر

خدا را رحم ای منعم کہ درویش سرکویت خدارا رحم کر منعم کہ کوچہ کا ترے منگتا
درِ دیگر نمیداند رہی دیگر نمیگرد نہ کوئی در ہے وہ رکھتا نہ کوئی راستہ لیتا

اور جو مرید اس اختیار کے زیور سے آراستہ ہوتا ہے اس کی پہچان یہ ہے کہ پیر کے ہٹانے اور دور کرنے سے وہ نہیں پھرتا اور اس کے دل میں رخنہ نہیں پڑتا کیونکہ اس راہ میں پیروں کی طرف سے جانچ بہت ہوتی ہے جو اُن کے امتحان سے کامیاب نکلا ان کی نگاہ کیمیا تاثیر میں مقبول ہو جاتا ہے۔

شعر

عبارت گر ز محک پیر گردد کھرے گر وقت محک پیر ہو جاؤ
وجودت کیمیا تاثیر گردد تو بالکل کیمیا تاثیر ہو جاؤ

حضرت قدوۃ الکبرا نے حضرت ابوعثمان حیری سے نقل کیا کہ وہ شاہ شجاع کرمانی رحمۃ اللہ تعالیٰ کی ملازمت میں نیشاپور پہنچے اور حضرت ابوحفص حداد رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی زیارت کو گئے جب اُن کے نور ولایت کو دیکھا تو نگاہ بافیض کی خاصیت نے جذبات احوال کی قوت سے ان کو کھینچ لیا اور اپنا مرید کرلیا انہوں نے واپس ہونے تک شاہ کرمانی سے یہاں رکنے کی اجازت لے لی اور ابھی شروع جوانی میں تھے ابوحفص رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اُن کو اپنے سامنے سے ہٹا دیا اور فرمایا میرے پاس نہ بیٹھا کر ابوعثمان نے تعمیل حکم کیا اور اُلٹے پاؤں لوٹ گئے یہاں تک کہ نگاہ سے غائب ہوگئے۔

http://Ashrafi.org

دل میں طے کیا کہ اُن کے گھر کے دروازہ پر ایک کنواں کھودیں اور اس کنویں میں بیٹھیں اور باہر نہ آئیں مگر جبکہ اس کو بلاویں۔ کہتے ہیں سال بھر وہ اس کنویں میں بیٹھے رہے اس کے بعد جب شیخ نے ان کی ارادت کی سچائی معلوم کی تو اپنی خدمت میں بلایا اور بے حد نوازا اور عزت کی اور مرحبا کہا اور اپنے مخصوصین سے بنالیا۔

حضرت نورالعین نقل کرتے تھے کہ حضرت قدوۃ الکبرا نے قاضی زادۂ روم کی نسبت یہی معاملہ کیا کہ جس وقت قاضی زادہ کی حضرت قدوۃ الکبرا کی توفیق خدمت نے رہبری کی تو صدارت اور قضا کو چھوڑ دیا جو کچھ بھی ہے اس سے نکل آئے اور خدمت کی بنیاد رکھی اور حضرت عمداً بے پرواہی کرتے تھے قریب سات برس تک جب نگاہ اقدس قاضی زادہ پر پڑتی تھی اپنی مجلس شریف سے نکال دیتے تھے اور سخت باتیں فرماتے تھے کہ قاضی زادہ عجب طرح کا ایک کم ہمت اور بے شرم ہے کہ کھانا کھانے کے لئے میرے پاس آتا ہے اور کبھی ہوتا کہ اپنے ساتھیوں کے گھر دو ایک منزل کے بعد جہاں پہنچ سکتے تھے آپ تشریف لیجاتے قاضی زادہ روتا چیختا پیچھے پیچھے آتا تھا کبھی بشری تقاضا سے کمزوری اور فتور واقع ہوتا تھا تو پھر اس طرح برتاؤ کرتے تھے کہ قاضی زادہ کا شوق سرے سے تازہ ہوجاتا تھا ایک بار اپنے حجرہ میں قاضی زادہ فراغت حاصل کئے ہوئے تھے اور لُنگی منہ پر رکھکر آپ ہی آپ کہتے تھے کہ اے محمد (اے قاضی زادہ) بہتیرے ہیں جو دولتِ ولایت سے محروم ہیں تو بھی اُنہیں میں سے ہو جا محنت کی حد یہی ہے جو تم کر چکے اب نہیں کرسکتے۔

چو آب محنت از سر بر گذشتہ	جو آب محنت ہے اب سر سے اونچا
در آب ورطہ پائی شدہ	بھنور میں چاہئے پھر بیٹھ جانا

وہ خود کہتے تھے کہ اسی فکر میں ایک لحظہ گذرا تو کسی پاؤں کی آہٹ اپنے حجرہ میں مجھے معلوم ہوئی اور میں نے توجہ کی ناگاہ حضرت قدوۃ الکبرا فرماتے ہیں کہ اے محمد رومی آرام سے سوتے رہو کہ تیرے کام کافی مقدار کو ہو چکے ہیں گھبرا کر اٹھا اور بے تابی کے ساتھ کہنے لگا۔

اینکہ می بینم بہ بیدار یست یارب بخواب	یہ کہ میں ہوں دیکھتا بیداری ہے یارب کہ خواب
خویشتن را در چنین نعمت پس از چندی عذاب	اپنے کو نعمت میں ایسی بعد از قہر و عذاب

حضرت کو میں نے دیکھا حجرے سے باہر گئے اور میں موافق اپنی خدمت کے راہِ خدمت کو بڑے شوق اور پوری آرزو کے ساتھ طے کرتا رہا یہاں تک کہ اپنے وسیع کرم سے قبول کرلیا اور اس گروہ کے مقامات ومکشوفات کو آنکھ جھپکتے دکھلا دیا اور نیشاپور کی ولایت سپرد کی جب تک رہے وہیں رہے اور جس مقام ومنزل کو پہنچے وہ تو پھر پہنچے۔

دوسرا اَدب

پیر کے تصرفات کو مان لینا ہے اس کے تصرفات کو نافذ کرنے کا راستہ اپنی جان اور مال میں کشادہ رکھے اور وہ جو فرمائے تابعدار اور نیاز مند راضی اور خوش رہے کیونکہ اس کی

محبت وارادت کے موتی سوااس طریقہ کے چمکدار نہ ہونگے اور اسکی سچائی واخلاص کی کھرائی اور بانگی اس انداز کے سوا معلوم نہیں ہوتی۔
حضرت قدوۃ الکبرا تقریباً فرماتے تھے کہ ایک دن شیخ ابوعثمان ہارونی نے بعض مسلمانوں کے خرچ کے لئے کچھ طلب کیا کسی نے نہ دیا ابوعثمان کا دل تنگ ہوگیا ایسا کہ مجلس میں رونے لگے جب رات آئی ابوعمر جوان کے مریدوں سے ہیں نماز عشاء کے بعد دو ہزار درہم کی ایک تھیلی ابوعثمان کے سامنے لائے اور کہا کہ اس کواس بارے میں جو آپ چاہتے ہیں صرف کیجئے ابوعثمان خوش ہوگئے ان کو دعاء خیر دی۔ جب صبح ہوئی تو ابوعثمان مجلس میں بیٹھے کہا اے لوگو ہم ابوعمر سے بے حدامیدوار ہوئے آج رات کو دو ہزار درہم مسلمانوں کے خرچ کے لئے لے آئے اللہ تعالیٰ جزائے خیر دے ابوعمر لوگوں کے درمیان سے اٹھے اور برسر مجمع کہا کہ وہ میری ماں کا مال تھا وہ اس سے راضی نہیں ہے اس کو مجھے واپس کر دیجئے تاکہ میں اس کو واپس دوں۔ ابوعثمان نے فرمایا یہاں تک کہ لوگ اس تھیلی کو لائے اور ان کو واپس دی جب رات آئی پھر اس درہم کی تھیلی کو ابوعثمان کے سامنے لے گئے اور عرض کیا کہ اچھا ہو کہ اس کو ایسا خرچ کیجئے کہ ہمارے سوا کوئی نہ جانے، ابوعثمان رو پڑے انہوں نے کہا بسا اوقات سکوت گفتگو سے زیادہ فصیح وبلیغ ہوتا ہے۔
حضرت قدوۃ الکبرا نے شہر روم میں کہ جس کی شان میں یہ ہے کہ اس میں کوئی معصوم داخل نہیں ہوا حضرت نورالعین کی بیماری کے سبب ایک سال کامل قیام فرمایا اور طبیبان زمانہ جمع ہوئے کوئی طبیب اپنی ذمہ داری سے عہدہ برآ نہ ہوا۔ اتفاقاً ایک طبیب یونان کی زمین سے آیا حضرت نورالعین کے نبض وقارورہ کو دیکھا بھالا اور علاج کے لئے آمادہ ہوا اور کہا کہ اس بیماری کے لئے میں تیل بناتا ہوں جس کو جسم مبارک پر ملیں گے لیکن تھوڑا سا آدمی کا گوشت چاہیئے۔ حضرت قدوۃ الکبرا متحیر ہوئے کہ آدمی کا گوشت کس طرح پیدا کیا جاسکتا ہے۔ قاضی محمد رومی اس واقع سے آگاہ ہوئے اور جنگل کو متوجہ ہوئے ایک گھڑی بعد آئے اور ایک برتن میں اپنا سیدھا ہاتھ کاٹ کر چھپائے ہوئے لائے طبیب کے حوالے کیا اس طرح کہ حضرت قدوۃ الکبرا مطلع نہ ہوئے اور خود کو ایک جگہ پوشیدہ کر دیا کہ فلاں جگہ ہم جاتے ہیں جب طبیب روغن بنا کر لایا اور وہ حضرت نورالعین کے جسم مبارک پر ملا گیا کچھ بیماری کی کمی معلوم ہوئی۔ حضرت قدوۃ الکبرا نے بڑا تعجب کیا کہ روغن کیسے تیار ہوا؟ طبیب نے عرض کیا کہ آپ کے فلاں مرید نے جو اس شکل کا ہے ایک ہاتھ لاکر دیا اور میں نے روغن تیار کرلیا اور اس شخص کے ہاتھ سے میں سرتاپا حیرت میں ہوگیا۔

شعر

کسی کز بہر جانان جان کشیدہ — جو کوئی جاں فدا کر دے بجاناں
چہ شد گر پارۂ از جان بریدہ — عجب کیا کاٹا گر اک پارۂ جاں

حضرت قدوۃ الکبرا کو معلوم ہوا کہ روم کا قاضی زادہ ہے متردّد ہوئے جہاں قاضی زادہ پوشیدہ مقام میں تھے تلاش کر کے لائے بہت افسوس کیا اور فرماتے تھے کہ کوئی ایسا کرتا ہے جو تم نے کیا ہے آخر کار معرفت کی ایک

بات چلنے لگی حضرت قدوۃ الکبرا معرفت گوئی میں آئے، کہتے کہتے کسی قدر گرم ہوئے اور فرمایا کہ قاضی زادہ کہاں ہے قاضی زادہ پاؤں پر کھڑے ہو گئے اسی وقت اس ہاتھ پر ذرا سا دم کر دیا ہاتھ نے وہیں سے گوشت پیدا کرنا شروع کر دیا کہ چند دِنوں میں پورا ہاتھ نکل آیا۔

شعر

بر ہر زمین کہ روزی آن نازنین بر آید — نکلے اگر کسی دن وہ نازنین کسی جا
از بہر پائ بوسش دست از زمین بر آید — نکلے گا ہاتھ بہرِ پابوسی پھر زمین کا

تیسرا ادب

اختیار کو مٹا دینا ہے کسی کام کو دنیا کا ہو آخرت کا ہو بہت ہو تھوڑا ہو پیر کی اجازت کے بغیر شروع نہ کرنا چاہیئے۔ یہاں تک کہ بزرگوں نے کہا ہے نہ کھائے اور نہ پیئے اور نہ پہنے اور نہ سوئے اور نہ لے اور نہ دے لیکن پیر کی اجازت سے اور اسی طرح تمام عبادتوں میں کہ روزہ اور افطار اور نفلوں کی زیادتی اور فرائض پر اقتصار اور ذکر و مراقبہ و تلاوت وغیرہ پیر کی اجازت اور مقرر کرنے کے بغیر شروع نہ کرے۔ حضرت قدوۃ الکبرا قریب قریب نقل کرتے تھے کہ حضرت شیخ ابو نصیر خباز کے ساتھی بہت تھے ان کے شاگردوں کی ایک جماعت نے حج کا اِرادہ کیا۔ راستہ میں حصری کی زیارت کو گئے حصری نے ان سے چاہا کہ کچھ اگر ممکن ہو تو پڑھو ان میں سے ایک نے آواز بلند کی۔

رباعی

ہمایٔ اوج وحدت از خوش آواز — ہمائے اوج وحدت سن کے آواز
بسویٔ آشیانت کرد پرواز — لگا کرنے تری جانب کو پرواز
چو صیتِ مرغ لاہوتی رسیدہ — صدائے مرغ لاہوتی سنا جب
بسویٔ باغ وحدت پر کشیدہ — بسوئے باغ وحدت وہ چلا تب

حصری بے قرار ہوئے وجد میں آ گئے اور کہا تم جیسوں کیلئے بوجھ نہیں ہے لوٹ جاؤ اور کہا کیا تم لوگ ابو نصیر خباز کے شاگرد نہیں ہو جو گوہری کے اس پہاڑ پر رہتے ہیں۔ سب نے کہا ہاں ہیں۔ فرمایا ان سے اجازت لئے بغیر باہر آ گئے ہو، لوٹ جاؤ اور انکے پاس جاؤ۔

شعر

کسی را کعبہ گر درخانہ باشد — اگر گھر میں کسی کا کعبہ ہووے
بوادی سرزند دیوانہ باشد — ہے دیوانہ اگر جنگل میں بھٹکے

جوان کے کہنے سے لوٹ گیا سلامت رہا اور جو چلا گیا لُو میں جل گیا اور عرفات تک نہ پہنچا۔

شیخ الاسلام ۲۵ ماہِ رمضان المبارک کو گجرات سے حضرت قدوۃ الکبرا کی خدمت میں پہنچے اور پابوسی سے مشرف ہوئے اور قیام گاہ کثرت آباد کے پہلو میں مقرر ہوا حضرت کے خادم لوگ ماہ رمضان میں کھانے کی تقسیم دو نماز کے

درمیان کرتے تھے کھانا بٹنے کے وقت حضرت قدوۃ الکبرا نے فرمایا کہ شیخ الاسلام کا حصہ الگ کرلواور دے دو آپ نماز عصر ادا کر رہے تھے کہ خدام کرام نے حصہ پہنچادیا۔ پہنچتے ہی کھالیا اور پیالہ کو صاف کر کے رکھدیا۔ جب حضرت کے پاس آئے حضرت نے فرمایا کیوں روزہ افطار کردیا کیونکہ زیادہ وقت نہیں رہ گیا تھا عرض کیا ایک روزہ کا کفارہ ساٹھ روزہ آسان ہے لیکن خطِ فرمان سے سرکشی گراں ہے۔

شعر

کسی از دم پیر یا بد اثر　　دم پیر سے با اثر ہو کوئی
کہ از خطِ او سرنیارد بدر　　کرے گا نہ پھر حکم سے سرکشی

چوتھا اَدب

یہ ہے کہ پیر کی نشست پر بیٹھنے سے گریز کرے۔ نہایت درجہ اس بارے میں کوشش کرے کیونکہ اس میں نحوست ضرور ہے۔

بیت

دلا تا بزرگی نیاری بدست　　دلا جب بزرگی نہ ہو زیر دست
بجائ بزرگان نباید نشست　　بجائے بزرگاں نہ کرنا نشست

اور جس کو جان لے کہ پیر کو ناپسند ہے ہرگز اس کو نہ کرے اور پیر کی دلدہی و بردباری اور حسن خلق پر اعتماد کرنے کے سبب اس کو چھوٹی بات نہ سمجھے کیونکہ اس کی تاثیر مریدوں کی ذات میں بہت بڑی ہے کیونکہ وہ جس قدر اپنے کو پیر کی مرضی میں لگاتے ہیں اور پیر کی ناپسندیدہ چیزوں سے بچتے ہیں تاکہ اس پرہیز سے ان کو پیر سے مناسبت پیدا ہو اور اس نسبت کے ہونے سے پیر کے باطن سے حضور و جمعیت کی نسبت مرید کے باطن میں منتقل ہو مثل فتیلہ کے جو دھواں رکھتا ہے دھواں کی مناسبت سے آگ کو جلد کھینچ لیتا ہے۔

بیت

چراغ نسبت پیر ار فروزی　　جو شمعِ نسبتِ مرشد جلائے
کند نورش بباطن دلفروزی　　چمک پھر نور سے اس کے وہ پائے

اسی طرح مرید کا دل پیر کے اختیارات وتصرفات کو مان لینے اور اپنے کو پیر کی مرضیوں میں لگا دینے کی مناسبت سے محبت الٰہی کا جذبہ پیر کے باطن سے کھینچتا ہے اور جمعیت اور حق سبحانہ وتعالیٰ کی محبت کے شرف سے مشرف ہوتا ہے۔

حضرت نورالعین فرماتے تھے کہ حضرت قاضی حجت ایک دن حضرت قدوۃ الکبرا کی خدمت میں کھانا کھاتے تھے اور آش پیتے تھے حضرت کا ایک مرید بڑے شوق سے گوشت کھارہا تھا فرمایا گوشت زیادہ کھانا انسان کی فطرت کو گراں کردیتا ہے اور مریدوں کی طبیعت میں سستی ڈال دیتا ہے۔ حضرت قاضی حجت کے کان میں جب یہ مبارک بات پڑی اس دن سے گوشت کھانا چھوڑ دیا۔ اتفاقاً ایک مدت کے بعد

http://Ashrafi.org

کھانے کی مجلس میں پھر نظر شریف حضرت قاضی پر پڑی دکھا کہ بالکل گوشت کھانے کی طرف توجہ نہیں کرتے فرمایا کہ گوشت کھانے کی طرف رجحان کم دیکھا جاتا ہے بکول فرخ حسین نے عرض کیا کہ آج ساتواں سال ہے کہ قاضی حجت گوشت کھانے سے باز آئے ہیں۔ حضرت کو تعجب معلوم ہوا دریافت فرمایا پھر بکول نے عرض کیا ایک دن حضور نے شاید کسی مرید کی نسبت گوشت کھانے کے بارے میں کوئی بات فرمائی تھی۔ اس دن سے ان کی بھی گوشت کھانے سے طبیعت ہٹ گئی ہے تبسم فرماتے ہوئے فرمایا کہ اس کو اس کی سختیٔ طبیعت کے سبب سے یہ بات ہم نے کہی تھی ورنہ لوگوں سے ہر شخص کے لئے وہ کلام واقع نہیں ہوا تھا بالآخر حضرت قدوۃ الکبرا نے اپنے ہاتھ سے گوشت کی بوٹی ان کو کھلائی۔ فرمایا بلاشبہ سچا طالب امرونہی کے راستہ میں جب تک اس درجہ پر پاؤں نہ رکھے منزل تک نہیں پہنچ سکتا۔

کسی راگوش ہوش ار باز باشد — جو اپنے ہوش کو اک کان کردے
براہِ بندگی جان باز باشد — رہِ طاعت میں جاں قربان کردے
زہر گوہر کہ ریزد ازد ہان پیر — جھڑے موتی زبان پیر سے جو
مرید از جان صدف پرواز باشد — صدف کے مثل اپنی جان کردے

پانچواں ادب

مقامات خواجہ میں لکھا ہے کہ پیر کے علم کی طرف رجوع کرنا ہے کشف دقائع میں۔ واقعات کے کشف میں وہ خواب میں ہو یا بیداری میں پیر کے علم کی طرف رجوع کرنا چاہیئے اور اپنی خودی سے اس کی صحت پر تعین نہ کرنا چاہیئے کہ خطا کا موقع اور شک واقع ہونے کا محل بہت ہوسکتا ہے تمام کاموں میں منتظر رہنا چاہیئے کہ کلام پیر میں کیا مذکور ہوتا ہے اور پیر کی زبان کو شجر موسیٰ جاننا چاہیئے۔

مثنوی

دراور وادی ایمن کہ ناگاہ — تو آجا وادی ایمن کہ ناگاہ
درختی گویدت اِنّی اَنا اللّٰہُ — شجر تجھ سے کہے اِنّی اَنا اللّٰہُ
چوسرِّ اَنا بر آید از درختی — اَنا کا سر ہے کہتا جب درخت ایک
پرا نبود روا ازنیک بختی — تو کیوں بولے نہ اس کو نیکبخت ایک

اور یقین کرلے کہ وہ خدا سے کہتا ہے نہ کہ ہوا سے اور دریائے بےنطق سے سیراب ہوا ہے اور اس کے دل کو دریائے موجزن کی طرح سمجھے جو علوم وکشف کے طرح طرح کے موتیوں اور معارف کے جواہر سے بھرا ہے کہ ہر وقت عنایت ازلی کی ہوا چلنے سے موج زنی پر آتا ہے اور موتیوں اور جواہر کو کنارے ڈال دیتا ہے۔

دلِ پیران بدان ای یار ہوشیار — سمجھ پیروں کے دل کو یار ہشیار
کہ باشد بہتر از دریائے ذخّار — مقابل اس کے کیا ہے بحر ذخّار

http://Ashrafi.org

چو بادِ فیض آید در و زیدن — ہوائے فیض جب چلنے ہے لگتی
بریزد از زبان لولوئے شہوار — تو جھڑتا ہے زباں سے درِ شہوار

بس ہمیشہ منتظر و حاضر رہنا چاہیئے تا کہ پیر کی باتوں کے نتیجوں اور فائدوں سے محروم اور بے نصیب نہ رہے اور پیر جو حکم عالم معانی میں کرے جلد مامور ہو۔ مجذوب شیرازی کیا خوب کہتے ہیں۔

بمی سجادہ رنگین کن گرت پیر مغان گوید — تو مے سے رنگ سجادہ اگر پیر مغاں کہد ے
کہ سالک بیخبر نبود ز راہ و رسم منزلہا — کہ ناواقف نہیں سالک ہے، راہ و رسم منزل سے

روایت ہے کہ زمانۂ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں آنحضرتؐ کی مجلس میں جب کوئی سائل سوال کرتا اور مسئلہ پوچھتا تو ایک جماعت کے لوگ جواب دینے میں جلدی کرتے حق سبحانہ وتعالیٰ نے ان کو اس آیت سے ادب سکھایا اور اس سے منع کیا کہ:

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تُقَدِّمُوْا بَيْنَ يَدَيِ اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ الآیہ — اے ایمان والو نہ آگے بڑھو اللہ اور اس کے رسول سے۔

تو ساتھیوں کے لئے زیادہ ضروری یہ ہے کہ تمام امور میں پیر کے سامنے جلد بازی نہ کرے اور احکام سے مامور ہو اور جمیع امور سے کیونکہ پیر موافق اس کے کہ الشّیخ فی قومہٖ کالنّبیّ فی اُمّتہٖ (پیر اپنی قوم میں پرتو ہے نبی کا اپنی امّت میں) وہ حق سبحانہ وتعالیٰ کا بھیجا ہوا ہے اور خدا کی رحمت ہے جو بندوں پہ نازل ہوئی ہے کہ اس سے تکمیل سلوک اور رسائی میں نفع پائیں اور خواہشات وسموم واقعات کی حرارت سے رہائی پائیں اور محبتِ دنیا کے دریا میں نہ ڈوبیں۔

استماع کلام او بہتر — بات کو اس کی سننا ہے بہتر
از ہزاران کتاب علم وہنر — پڑھنے سے کل کتاب علم و ہنر
رحمت عالم است مرد خدا — رحمت حق ہے پیر مرد خدا
مرشد و دستگیر ہر دوسرا — مرشد و دستگیر ہر دوسرا
دست دروی زنید تا برہید — تھام لو ان کو تا رہائی ملے
روئے سویش بعشق و صدق نہید — ملو ان سے بڑی محبت سے
نوح وقت است او درین دوران — اس زمانہ میں ہیں وہ نوحِ جہاں
کشتی او رہاند از طوفان — وہ ہٹاتے ہیں کشتی سے طوفاں

ے پ ۲۶ الحجرات ۱

http://Ashrafi.org

رنج طوفان و آب سہل بود — رنج طوفان و آب سہل تو مان
زان قوی تر بدانکہ جہل بود — اس سے بڑھکر ہے جہل اسکو جان
ہست طوفان حقیقت این عالم — ایک طوفاں ہے یہ تمام عالم
غرق در وی امیر و شاہ و حشم — غرق اس میں امیر و شاہ و حشم
بگریز ند بسوئ کشتی نوح — بھاگتے ہیں بسوئے کشتئ نوح
تاز غرقہ خلاص یابد روح — تا کہ بچ جائے ڈوبنے سے روح
شہوات جہان چو طوفا نست — شہوات جہاں تو طوفاں ہے
ہر کہ زو رُست او مسلمانست — جو بچا جلد وہ مسلماں ہے
و آنکہ از جہل ماند در شہوات — جس نے شہوت کی سمت کی پرواز
کافراست ارچہ آورد صلوات — ہے وہ کافر پڑھے اگرچہ نماز
کشتی ایمنی ولّی خداست — کشتی مطمئن ولی خدا
از برائ شما میانِ شماست — واسطے تیرے ہے پناہ ترا
تاشمارا رہاند از طوفان — پاس آئے نہ تیرے تا طوفاں
زانکہ این درداست او درمان — اس مرض کا ہے وہی اک درماں
اللہ اللہ فداء او گروید — اللہ اللہ اسپہ ہونا فدا
تاچہ اوبرنہم فلک گروید — آسمان نہم پہ تاہو جا
اللہ اللہ درا غلام شوید — اللہ اللہ غلام اس کے بنو
ہر طرف کو رودجملہ روید — جس طرف وہ چلے ادھر ہی چلو
تاچنین دولت نگردو دفوت — ایسی دولت کہیں نہوے فوت
روید و آورید ہش از موت — ہاں چلو ان کی طرف قبل از موت

چھٹا ادب

مقامات خواجہ میں لکھا ہے۔ آواز کا پست کرنا ہے پیر کی صحبت میں آواز بلند نہ کرنا چاہیئے کیونکہ بزرگوں کے سامنے آواز بلند کرنا ایک طرح کا ترکِ ادب ہے ۔

بیت

زطبع نازک دلدار ترسم — ہوں طبع نازک دلبر سے ڈرتا
کہ آوازہ ام آزردہ گردد — کہ آزردہ مرے آوازہ سے ہو

روایت ہے زمانۂ رسول صلی اللہ علیہ وسلم میں بعض لوگ آنخضرت کی مجلس میں آواز بلند کرتے تھے ان کو ادب سکھانے کے لئے یہ آیت نازل ہوئی کہ:

http://Ashrafi.org

يَآاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْ الَاتَرْفَعُوْ آ اَصْوَاتَكُمْ فَوْقَ صَوْتِ النَّبِيِّ [1]

اے ایمان والو اس نبی کی آواز پر اپنی آوازیں بلند نہ کرو۔

نقل ہے کہ اس کے بعد ایسے وہ لوگ ہو گئے کہ آواز کی بے انتہا پستی سے بات دشواری سے سمجھی جاتی اور یہ آیت کہ:

اِنَّ الَّذِيْنَ يَغُضُّوْنَ اَصْوَاتَهُمْ عِنْدَ رَسُوْلِ اللّٰهِ اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ امْتَحَنَ اللّٰهُ قُلُوْبَهُمْ لِلتَّقْوٰى ط [2]

بے شک جو لوگ اللہ کے رسول کے پاس اپنی آوازیں پست رکھتے ہیں وہی ہیں جن کے دلوں کو اللہ نے تقویٰ کے لئے پرکھ لیا ہے۔

بھی نازل ہوئی ہے۔ پیر کے ساتھ ہنسی کھیل کا طریقہ نہ برتے نہ قول میں نہ فعل میں کیونکہ ہنسی کھیل سے پیر کی عزت نظر سے اٹھ جاتی ہے اور وقار کی چادر نگاہ سے ہٹ جاتی ہے اور مقامات نزول فیض میں رکاوٹ ظاہر ہو جاتی ہے تو چاہیئے کہ اُن سے خطاب کرنے میں تعظیم واحترام کا خیال رکھے۔ مروی ہے کہ ابتدائے نبوت حضرت رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وسلم میں رسول کا نام تعظیم وتوقیر سے نہ لیتے یا محمد یا احمد کہکر پکارتے تھے ان کو ادب سکھانے کے لئے یہ آیت آئی کہ:

وَلَا تَجْهَرُوْا لَهٗ بِالْقَوْلِ كَجَهْرِ بَعْضِكُمْ لِبَعْضٍ اَنْ تَحْبَطَ اَعْمَالُكُمْ وَاَنْتُمْ لَا تَشْعُرُوْنَ o [3]

اور ان کے سامنے زیادہ بلند آواز سے بات نہ کرو ایک دوسرے کے ساتھ تمہارے بلند آواز میں باتیں کرنے کی طرح (ایسا نہ ہو) کہ تمہارے عمل ضائع ہو جائیں اور تمھیں شعور (بھی) نہ ہو۔

دوسری آیت آئی کہ:

لَاتَجْعَلُوْا دُعَآءَ الرَّسُوْلِ بَيْنَكُمْ كَدُعَآءِ بَعْضِكُمْ بَعْضاً ط [4]

نہ بنالو اپنے درمیان رسول کے پکارنے کو جیسے تم ایک دوسرے کو پکارتے ہو۔

اس آیت کی تفسیر میں اگلوں نے کہا ہے کہ نہ ان کو نام لے کر پکارو نہ کنیت سے اور آداب خدائے برتر سے ادب آموز ہوں کہ وہ فرماتا ہے يَآاَيُّهَا الرَّسُوْلُ تو تم کہو يَانَبِيَّ اللّٰهِ . جس طرح کہ قول میں پیر کے ساتھ ہنسی بند رکھے فعل میں بھی اس کے احترام وتوقیر کو واجب سمجھے تو چاہیئے کہ اس کی موجودگی میں اپنا سجادہ نہ بچھائے مگر فرض نماز کے وقت اور پیر کے سامنے نہ ہنسے اور سماع کے وقت جہاں تک ہو سکے اپنے کو ہلنے اور کودنے چلانے سے بچائے مگر یہ کہ اختیار وغیرہ ہاتھ سے جاتا رہے۔

ساتواں ادب

مقامات خواجہ میں لکھا ہے۔ گفتگو کے اوقات کا جاننا ہے جس وقت چاہے کہ پیر سے

---

[1] پ ۲۶ الحجرات ۲ [2] پ ۲۶ الحجرات ۳ [3] پ ۲۶ الحجرات ۲ [4] پ ۱۸ النور ۶۳

دین ودنیا کی کسی ضرورت میں کوئی بات کہے تو چاہیئے کہ پہلے پیر کا حال معلوم کرے کہ اس کی بات سننے کی فرصت رکھتا ہے یا نہیں اور جرأت کر کے دلیری کے ساتھ بات نہ کہے اور بات کرنے سے پہلے اللہ تعالیٰ سے کلام میں باادب رہنے کی دعا کرے اور اس کی بات کو حقیقت ومعرفت کے ظاہر کرنے کے لئے واسطہ جانے کہ دریائے غیب سے ساحل شہادت پر لاتا ہے اور مرید کو چاہیئے کہ پیر کی ہمجنسی اور پیر کے دل سے فیض کا پرتو کرنے کی قابلیت حاصل کرے تاکہ اس مناسبت و ہمجنسی سے فیوض غیبی وارادت لاریبی حاصل کئے جاسکیں اور ہرگز بے موقع بات نہ عرض کرے ۔

شعر

حرامش بلود نعمت بادشاہ — حرام اس پہ ہے نعمت بادشاہ
کہ وقت سخن را ندارد نگاہ — جو وقت سخن پہ نہ رکھے نگاہ

روایت ہے کہ لوگ رسول اللہ صلی علیہ وسلم کی صحبت میں زیادہ سوال کرنے میں مبالغہ کرتے تھے اور بے موقع عرض کیا کرتے تھے آنحضرت ؐ اس سے ملول ہوتے تھے تو یہ آیت نازل ہوئی:

یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْۤا اِذَا نَاجَیْتُمُ الرَّسُوْلَ — اے ایمان والو جب تم رسول سے تنہائی میں کچھ عرض کرنا چاہو
فَقَدِّمُوْا بَیْنَ یَدَیْ نَجْوٰىكُمْ صَدَقَةً ط [۱] — تو اپنی بات عرض کرنے سے پہلے کچھ صدقہ دے دیا کرو۔

مسلمان منافق سے ممتاز ہوگیا۔ نقل ہے کہ امیر المومنین علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے پہلے کسی نے اس آیت پر عمل نہ کیا ایک اشرفی لے گئے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے بات کی۔ اور چاہیئے کہ پیر سے سوال کرنے میں اپنی حد سے نہ بڑھ جائے اور بجز اس حال کے جو اس پر چھپا ہو کچھ نہ پوچھے یعنی اپنی ضروری حالتوں سے زیادہ پیر سے نہ دریافت کرے اور اس کے سوا بے کار ہے جس طرح کہ مفید کلام وہ ہے جو سننے والے کی سمجھ کے موافق ہو مفید سوال بھی وہ ہے جو سائل کے مرتبہ کے موافق ہو۔

آٹھواں ادب

بھیدوں کے چھپانے میں ہے مقامات خواجہ میں لکھا ہے کہ پیر اپنی کرامات وواقعات وغیرہ سے جو کچھ پوشیدہ رکھے اور مرید اس پر آگاہ ہو تو اس کو ظاہر کرنے کی اجازت نہ تلاش کرے اور اگر فرض کرو اس کا سر چلا جائے جب بھی اس کو ظاہر نہ کرے ۔

فرد

قلم سِرّ سلطان چہ نیکو نہفت — قلم شاہ کا خوب ہے رازدار
کہ تا کارد برسرزفتش نگفت — کہ چاقو سے کٹ کر کیا آشکار

منصور حلاج پر جو افتاد آئی وہ استاد کے راز کو ظاہر کردینے سے آئی مروی ہے کہ عمر و عثمان مکی نے

---

[۱] پ ۲۸ المجادلہ ۱۲

جواُن کے استاد تھے مسئلہ توحیداور علم صوفیہ میں چند جز تصنیف کئے تھے جن کو وہ ان سے پوشیدہ رکھتے تھے منصور نے ان کو پالیا اور ظاہر کردیا اور خلقت پر کھول دیا بات باریک تھی لوگ نہ سمجھے ۔

رباعی

ہرکہ اورا طالع شاہی بود	جس کی قسمت طالع شاہی بنے
محرم اسرار الٰہی بود	محرم اسرار الٰہی وہ ہے
وانکہ از اسرار دل آگاہ نیست	جو نہیں ہے سِرّ دل سے باخبر
در حریم سر حقش راہ نیست	اس پہ قصر سرِّ حق کا بند در

اس پر منکر ہوئے اور مہجور کردیا۔ استاد نے حلاج پر نفرین کی اور کہا الٰہی کسی کو اس پر مقرر کر کہ اس کے ہاتھ پاؤں کاٹ لے اور دار پر چڑھادے ۔

شعر

کسی کو سرّ وحدت کرد اظہار	کیا ہے سرّ وحدت جس نے اظہار
سزایش در طریقت دار باشد	سزا اس کی طریقت میں ہے بس دار

حضرت قدوۃ الکبرا فرماتے تھے کہ حضرت پیرومرشد سے روایت رکھتا ہوں کہ فرماتے تھے کہ منصور پر جنید کی دعا سے یہ افتاد آئی کہ ان کے ایک بھید کو ظاہر کیا تھا اور وہ یوں ہے کہ ایک دن منصور جنید کی خدمت میں گئے جب دروازہ پر پہنچے دروازہ کو کھٹکھٹایا اندر سے جنید نے آواز دی کون ہے کہا، حق! جنید نے کہا حق نہیں ہو بلکہ حق کی طرف سے ہو اور کہا کون سی لکڑی ہوگی جس کو تو خراب کرے گا کونسی لکڑی اور دار ہے کہ تجھ سے لوگ چرب کریں دوسرے سفر میں حضرت قدوۃ الکبرا شہر جونپور کی جامع مسجد میں اترے بعض مخلص احباب مثلاً حضرت کبیر وحضرت قاضی رفیع الدین اودھی وحضرت شیخ ابوالمکارم وخواجہ ابوالوفاء خوارزمی گوشۂ مسجد میں شرف حاضری سے مشرف تھے، حضرت قدوۃ الکبرا پر ایک عجیب وغریب حال ووجد کا غلبہ تھا کہ کوئی بولنے کی تاب نہ رکھتا تھا۔ بعض معرفت کی باتیں متشابہات کی اور وجد پیدا کرنے والی آپ فرماتے تھے اسی اثناء میں یہ کلمہ زبان مبارک سے نکل پڑا ۔

شعر

دلش چون بحر عمان جوش کردہ	کیا جب دل نے دریا کی طرح جوش
دو گوہر ریختہ خاموش کردہ	ہوا وہ ڈال کر دو موتی خاموش

”**قال الاشرف النّاس کلّھم عبد“ لعبید**“ فرمایا حضرت مخدوم سلطان سید اشرف جہانگیر نے کہ سارے لوگ میرے بندے کے بندے ہیں۔ پہنچے ہوئے لوگوں نے گوش دل سے سنا لیکن اس کا اظہار اچھا نہ سمجھا کیونکہ بعض علماء ظاہر جو اسرار باطن سے باخبر نہیں ہیں اگر سن لیں تو تاب میں نہ رہیں اور انکار پر سر اٹھائیں‘ جب ایک

http://Ashrafi.org

مدت گذر گئی حاجی صدرالدین علما وفضلا کے مجمع میں بیٹھے تھے کہ کسی سلسلہ میں اس کلمہ مبارکہ کو نقل کیا اس بات کے ظاہر ہوتے ہی بعض حاسد لوگ جو ہٹ دھرمی پر آمادہ تھے اعتراض پر آ گئے اور اس باریک بات کی تحقیق میں شروع ہو گئے۔ اس قدر کہ حضرت میر صدر جہان و حضرت قاضی شہاب الدین سے اس کلمہ کو نقل کیا حضرت قاضی نے فرمایا درویش لوگ ہیں نہ معلوم کس مقام و حالت میں بات کہی ہے اور کس وجہ سے ان سے یہ کلمہ نکل پڑا ہے۔ ٹھیک یہی ہے کہ ہم معرض اعتراض میں نہ آئیں اور روگردانی کے مقام سے باہر ہوں اور جو بات شطحیات (متشابہات) کی قسم سے ہو اس میں غور کرنا اچھا نہیں ہے بالخصوص یہ ایک سیّد ہیں بے حد بلند حال اور بڑے با کمال پورے صاحب تصرف ہیں اور میں آج کسی کو نہیں دیکھتا کہ زور مقاومت میں ان کے ہم پہلو ہو ؎

شعر

ندارو ہیچ کس آن زور بازو نہیں ہے کوئی بھی ایسا دلاور
کہ باگردی بود او ہم ترازو شجاعت میں جو ہو ان کے برابر

ایک شخص جو وحشت کا باعث تھا بولا ایسے شہر میں جو متبحر علماء اور قابلِ فخر فضلا اور درویشوں سے بھرا ہو تعجب معلوم ہوتا ہے کہ کوئی ایسی متکبرانہ و جابرانہ بات کہے دوسرا اس کے جواب کے راستہ میں نہ چلے اور سوال نہ کرے بہت ابھار کر حضرت میر کو اس پر لائے کہ محمود بہیّہ جو ایک سخت کلام اور وحشی طالب علم تھا اس کو حضرت قدوۃ الکبرا کے پاس بھیجیں کہ اس کے معنی کو دریافت کرے۔ حضرت قاضی نے فرمایا محمود بہیّہ مشائخ کی مجلس کے آداب نہیں جانتا خدا نہ کرے ایسی بات کہے جو خاطر سید کی گرانی کا سبب ہو کل میں حضرت سید کی خدمت میں جاؤں گا اور اس معنی کی تحقیق اس کلمہ کی شرح کی صورت میں جس طرح کہ مشائخ دریافت کرتے ہیں کرونگا اس طرح کہ حضرت سید کا قلب شریف گراں نہ ہو ؎

شعر

برگ گل ہر چند دارد نازکی برگ گل میں ناز کی ہر چند ہے
خاطر یارم ازان نازکتر است اس سے نازکتر ہے خاطر یار کی

حضرت قدوۃ الکبرا مقررہ وظیفوں کے بعد اپنے مبارک ساتھیوں کے ساتھ بیٹھے تھے کہ حضرت قاضی شہاب الدین کے قدم آ گئے حضرت چند قدم استقبال کو آئے اور بڑی تعظیم کر کے لا کر بٹھایا جیسا کہ حضرت کی عادت تھی کہ ہر شخص سے اس کے مشرب کے موافق برتاؤ کرتے تھے۔ بعض فقہی باریکیاں اور قابلِ غور حقائق کو باہم حل کرنے لگے اس طرح سے کہ قاضی اور ان کے ہمراہیوں کے دل کو تسکین ہو جاتی تھی بالآخر موافق

كُلُّ حِزْبٍۭ بِمَا لَدَيْهِمْ فَرِحُوْنَ ۝ [1] ہر گروہ (ان میں سے) اسی پر خوش ہے جو اسکے پاس ہے۔

مصرع: از ہر چہ میرود سخن دوست خوشتر است
جن میں ہو ذکر یار کا اچھی وہی ہے بات

---

[1] پ ۲۱ الروم ۳۲

http://Ashrafi.org

بات رفتہ رفتہ تصوف ومعرفت میں پہنچی اور عرفان کے لطیفے آ گئے جس وقت کہ حضرت قدوۃ الکبرا حقائق الٰہی ودقائق نامتناہی کو بیان کرتے تھے چہرہ مبارک وجبین اقدس میں پورا تغیر پایا جاتا تھا صوفیہ و جماعت علیہ کے کلمات اور باریکیوں کی بات اس درجہ بلند ہوئی کہ لوگوں کے ذہن میں دشواری سے آتی تھی اور موتی برسانے والی زبان کے معارف کے اثرات سے حاضرین ایسے متاثر اور خوش ہوئے کہ آپے سے باہر ہو گئے

مثنوی

سخن در حقائق بسی تیز شد	کلام حقیقت بہت تیز تھا
صدف در دقائق گہر ریز شد	صدف نکتوں پر خود گہر ریز تھا
نہ ز انسان معارف رسیدہ بلند	نہیں ہیں بشر سے معارف بلند
کہ ادراک عالی رساند کمند	کہ ادراک عالی کا پہنچے کمند
بسی از نوادر گہر سفتہ شد	پرویا نوادر گہر خوب سا
زاسرار ناگفتنی گفتہ شد	جو تھی ان کہی اسکو بھی کہدیا
چنان مجلس از وجد آمودہ گشت	وہ جلسہ عجب وجد سے بھر گیا
کہ جان ودل از ذوق آسودہ گشت	کہ آسودہ جان اور دل ہوگیا
روان ازمی ذوق از دست شد	مئے ذوق ہاتھوں سے ایسا بہا
زہستی کہ بودہ ہمہ پست شد	کہ ہستی سے ہر ایک نیچا ہوا

حضرت قدوۃ الکبرا نے ایک گھڑی کے بعد دریائے حقائق راز سے ساحل ساز وبیابان مجاز کو عبور کیا اور قاضی کی خاطر مدارات میں آئے حضرت قاضی چاہتے تھے کہ رخصت کریں حضرت نے نور باطن سے معلوم کر کے فرمایا کہ فقراء کے چھوٹے سے کثیف گھر میں آپ کے قدم آنے کا سبب شاید کسی بات کا دریافت کرنا تھا۔ حضرت قاضی نے خوفزدہ ہو کر بڑی شرم سے عرض کیا۔

بیت

کیست بدین حضرت گردون علم	روبرو سرکار کے ہے کس میں دم
کزرہ اعراض فشار و قدم	جو چلے اعراض سے دو اک قدم
آری اگر فائدہ خویش را	ہاں اگر جو فائدہ کے واسطے
عرض رسانیم کم و بیش را	عرض کریں تھوڑا بہت آپ سے

کل بعض علماء زمانہ فضلائے شہر نے حضرت میر اور اس فقیر کے سامنے نقل کیا کہ ایسی بات حضرت سید سے نکل پڑی ہے بظاہر ابہام رکھتی ہے اب حضور کیا فرماتے ہیں فرمایا کہ اس کا مضمون تو نہایت آسان ہے کہ لفظ الناس الخ الف لام کے ساتھ صادر ہوا ہے اور الف لام عہد کے لئے بھی آیا ہے کیونکہ اکثر اہل زمانہ ہواوہوس کے بندے ہیں

http://Ashrafi.org

اور حق تعالیٰ نے ہمارے نفسانی ہواو ہوس کو ہمارا بندہ ومحکوم بنادیا ہے۔ جب اہل دنیا ہوائے نفسانی کے بندے ہوئے تو گویا ہمارے بندے کے بندے ہیں اور ہمارے محکوم کے محکوم ہیں احکام نفسانی کے کثرت کے اعتبار سے ایسا فرمایا ہے۔

حضرت قدوۃ الکبرا قریب قریب فرماتے تھے کہ بادشاہ شہر نے یوسف منزلت درویش کے حضور ایک خط بھیجا کہ مجھ سے کچھ مانگو، انہوں نے جواب میں اس رباعی کو لکھکر روانہ کردیا ؎

رباعی

از حرص و ہوا دو بندہ دارم	ہے حرص و ہوا دو بندہ میرا
در ملک خدای پادشاہم	مملوک خدائے رب اعلیٰ
تو بندۂ بندگان مائی	بندوں کا ہمارے تو ہے بندہ
از بندۂ بندگان چہ خواہم	کیا بندۂ بندگان میں یارا

دوسرے معنی ذوق سے معلوم کرسکو گے اور جس نے ذوق نہ پایا وہ مزے کو نہ سمجھا۔ حضرت قاضی نے جب مفہوم مضمون کو معلوم کیا تو نہایت پسند کیا خوش خوش روانہ ہوئے، حضرت قدوۃ الکبرا نے جانے کے بعد فرمایا کہ کون روسیاہ تھا جس نے اس بات کو علماء کی مجلس میں نقل کیا حاجی صدرالدین بھی مجلس میں بیٹھے تھے کہ حضرت کی بات کا اثر ظاہر ہوا ؎

ہر آن حکمی کہ در تقدیر رفتہ	ہر اک کی جس قدر لکھی ہے تقدیر
ہمان بیرون زوہن پیر رفتہ	زباں سے اپنے کہتا ہے وہی پیر

حضرت قدوۃ الکبرا فرماتے تھے کہ حضرت خواجہ سے میں راوی ہوں کہ ایک پیر تھے اور ان کے بہت مریدین تھے انہوں نے ہر ایک کو خاص طریقہ پر اپنے قرب سے مشرف کیا اور صاحب راز بنایا تھا ان میں سے ایک جو اسرار کے حفاظت کی اہلیت نہ رکھتا تھا اور پیر اس حقیقت کو اس سے سمجھے ہوئے تھے لیکن وہ جلدی کرتا تھا اور پوشیدہ میں حضرت پیر سے بارہا کہہ چکا تھا اور مبالغہ کیا تھا کہ میں مخلصوں سے ہوں مجھے بھی وہ بات جو اپنے مخصوصوں سے فرمایا ہے بتایئے تا کہ میری ارادت و اخلاص بھی آپ کی نگاہ بافیض میں ظاہر ہو۔ پیر نے چاہا کہ بلا آمادگی کے اس کو دوسروں سے علیٰحدہ کردکھائے فرمایا آج کی رات مجھے ایک کام ہے تم آؤ تا کہ تمھارے ساتھ اس کو کروں اور اس بھید کو خوب محفوظ رکھنا سلام کیا اور کہا میں مخلصین سے ہوں جب رات ہوئی تو آیا پیر ہاتھ پاؤں خون سے رنگا ہاتھ میں ایک تلوار لئے باہر آئے کہا میں نے فلاں مرید کو مار کر ایک بورے میں رکھدیا ہے آؤ تا کہ کسی مقام تخلیہ میں لے جاکر دفن کردیں' اس بورے کو اس شخص کی گردن پر رکھا ایک خاص مقام پر لیجا کر دفن کردیا۔ پیر جب گھر میں آئے یہ مرید جلدی سے اس شخص کے باپ کے پاس آیا کہ پیر نے کہا تھا میں نے اس کو مارا ہے جا کر بتادیا کہ پیر نے تیرے لڑکے کو مار ڈالا۔ میں نے اور پیر دونوں نے فلاں جگہ پر اس کو دفن کردیا ہے

http://Ashrafi.org

باپ نے جب یہ بات سنی اسی وقت بادشاہ کے سامنے گیا اور کیفیت واقعہ ظاہر کیا۔ بادشاہ کو پیر سے بڑی عقیدت تھی بعید از قیاس اسکو خیال کیا۔ لوگ اس مرید نمائشی مخلص کو حاضر لائے وہ بولا واقعہ ٹھیک ہے اور میں نے خود پیر کے ساتھ دفن کیا ہے کسی کو میرے ساتھ کیجئے تا کہ واقعہ کی صورت میں صاف کھولدوں۔ قصہ مختصر بادشاہ نے اپنے معتمدوں کی ایک جماعت اس کے ساتھ بھیجی۔ جب اس جگہ پر پہنچے تو معلوم کیا کہ ایک بکری کو ذبح کر کے بورے میں ڈال کر دفن کر دیا ہے۔ پیر نے اس واقعہ کی خبر پائی اس شخص کو خود جسے فرمایا تھا کہ میں نے قتل کر ڈالا ہے حاضر کر دیا اور بر سر مجمع اس مرید نمائشی مخلص کی رسوائی و بے عزتی کی ۔

محرم دولت نبود ہر سری	محرم دولت نہ ہو ہر ایک سر
بار مسیحا نہ کشد ہرخری	بار مسیحا نہ لے ہر ایک خر

پیر نے اپنی صحبت سے اس کو نکال دیا اور یہ بھی نہ کیا کہ بادشاہ کے ملازمین اس کو سزا دیں فرمایا کہ اس کی سزا یہی بہت ہے کہ میں نے اپنی صحبت سے ہٹا دیا ہے ۔

ہر کہ او از چشم مردم شد نہان	جو ہو آنکھوں سے لوگوں کی نہاں
خاک خور آمد چو اشکِ مردمان	گر پڑا وہ مثل اشکِ مردماں
چون گل از گلشن بگلخن می فتد	باغ سے گل لے چلیں آتشکدہ
زین سبتر اورا چہ باشد در جہان	اس سے بدتر اس کا کیا ہوگا سماں

نواں ادب

پیر کے سامنے اپنے اسرار کا ظاہر کرنا ہے چاہیے کہ اپنے اسرار کو واردات ظاہری و باطنی و واقعات کلی و جزوی کو پیر سے پوشیدہ نہ رکھے اور ہر کرامت و عنایت جو حق تعالیٰ اسکو عطا فرمائے کھلے لفظوں میں یا کنایہ سے حضرت پیر کی مشکل کشا اور حق نما رائے کے لئے عرض کر دے کیونکہ حضرت پیر سے بھید چھپانے کی مقدار میں اس کے باطن کے تار میں گرہ پڑ جاتی ہے کہ اس گتھی کے سبب شیخ سے طلب مدد و فتوح کا راستہ بند ہو جاتا ہے ۔

مثنوی

مر بد و نیکی کہ مراشد عیان	جو بد و نیکی ہوئی مجھ پر عیاں
در دل خود راز نکردم نہان	دل میں کیا اپنے نہ راز نہاں
ہر کہ زیاری کہ وفادار شد	جو ہے وفادار کسی یار کا
کرد نہان سرّ ز اسرار خود	محرم اسرار وہ اپنا بنا
یافت ہما نرا کہ سقیم غریب	پایا اسی کو ہے مریض غریب
کرد نہان در درون از طبیب	درد چھپائے ہے جو نزد طبیب

عقدۂ پر پیچ کہ در دل فتاد
کیست جزاز یار کہ آردکشاد
ہرکہ برد مہرشہی نام نیست
دان بہ یقین نیک سرانجام نیست
کیست کہ بی یار بمنزل رسید
دررہ بی یار چہ بمشکل کشید
اشرف بی یار درین رہ قدم
ہر کہ نہادہ ست شدہ در عدم
خیز بند گام برہ بارفیق
تا نشود یار بدریا غریق
رہ نتوان رفت یقین بی رفیق
قال رفیق ہو ثم الطریق
ہرچہ درین راہ بہ پیش آیدت
غولی ازان راہ کہ بنمایدت
صورتِ رنگین کہ نماید عذار
جلوہ دہد پیش تو ازہر کنار
نور درفشان کہ کشاید نقاب
ذرّہ دران نور بود آفتاب
نور ازو بانگ اناالحق زند
درہمہ آفاق اناالیق زند
باید مرسالک سیّار را
کزہمہ اعراض کند یاررا
یک بیک از ہرچہ بود ازنیاز
عرض دہد پیش خداوند راز
تاچہ بفرمایدش آن دیدہ را
وانچہ کند دیدہ پسندیدہ را

عقدۂ پر پیچ کہ دل میں پڑا
کون ہے جزیار کے جو کھولتا
جسپہ نہیں لطف ہے سردار کا
جان لو انجام ہے اس کا برا
کون ہے بے یار کے پہنچا وہاں
ہے رہ بے یار تو بار گراں
راہ میں بے یار کے اشرف قدم
جس نے بھی رکھا گیا وہ پھر عدم
اُٹھ قدم تو راہ میں رکھ بارفیق
تاکہ نہویار بدریا غریق
جاسکے نہ راہ میں وہ بے رفیق
کہتے ہیں ہو یار تو پھر ہو طریق
راہ میں جو کچھ تجھے پیش آگیا
غول ہے رہ کا دکھائی جو پڑا
صورت رنگین کہ جو ہو گلعذار
سامنے تیرے ہو ہر اک سمت یار
لے چمک تو کھولدے جب وہ نقاب
ذرّہ ہے اس نور کا اک آفتاب
نور اس سے بانگ اناالحق کہے
خلق میں ساری اناالیق کہے
چاہیئے یہ سالک سیّار کو
سب سے ہٹ جائے اور لے وہ یارکو
جو بھی ہو اسکے لئے راز و نیاز
عرض کرے پیش خداوند راز
تاکہ وہ فرماتا ہے کیا دیدہ کو
کرتا ہے کیا اور پسندیدہ کو

بعضی ازان لائق اقبال ہست	اُن میں سے کچھ لائق اقبال ہے
برخی ازان درحق انزال ہست	ان میں سے کچھ درپے انزال ہے
ہرچہ کہ قابل بود آن اقبلش	جو کہ ہو قابل اُسے اقبل کہو
زانچہ کہ اعراض بودانزلش	موجب اعراض کو انزل کہو
ہر کہ ازین گونہ نصیحت شنید	جس نے کہ اک گونا نصیحت سنا
رخت بدروازۂ وجدان کشید	اس کا اثاثہ در وجداں گیا

حضرت قدوۃ الکبرا فرماتے تھے جو سالک کہ اپنے واقعاتِ سلوک کو بارگاہ پیر میں عرض نہیں کرتا وہ نارگمراہی و بیابان رسوائی میں سرگرداں رہتا ہے جس طرح کہ بے دین کافر نے اپنے سلوک کے لئے کام کیا صحرائے بے دینی وکوہستان خودی میں پریشاں پھرتے ہیں۔ مروی ہے کہ ہرقل نام کا ایک مرد بنی اسرائیل میں تھا زہد وریاضت کی صفت سے مشہور بیابان توکل میں انتہا درجہ پر پہنچ کر اور طرح طرح کی سخت ریاضتیں کرتا ہوا ایک درویش کی خدمت میں سلوک کے لئے بسر کرتا تھا آنکھ جھپکنے بھر کو بھی شغل باطنی سے آسودہ نہ ہوتا تھا ۔

شعر

چنان در شغل باطن بود مشغول	تھا ایسا شغل باطن میں وہ مشغول
کہ دل از خورد و پوشش داشت معزول	کہ دل تھا کھانے اور کپڑے سے معزول

ایک رات حجرہ میں مشغول تھا دونور سفید اور سیاہ ظاہر ہوئے اور اس کا جھنڈا وہاں پہنچا کہ عالم کو ڈھانپ لیا ۔

بیت

چو رنگ تیرہ و روشن برآمد	سیہ اِک رنگ نکلا ایک اجلا
زنور روز و شب روشن ترآمد	وہ نور روز و شب سے بڑھ کے نکلا

دل میں اس طرح یقین کیا کہ دن کا پیدا کرنے والا سفید نور ہے اور رات کا بنانے والا سیاہ نور ہے اہرمن ویزدان کہنے کا مصداق یہی ہے اور ان انوار کا حال زاہد سے نہ کہا۔ جب ایک مدت تک اسی عقیدہ پر مصر رہا اور یقین کرلیا تو زاہد سے منکر ہو گیا اور بحث کرنے لگا نئے مذہب کی بنیاد کھڑی کردی۔ حضرت قدوۃ الکبرا فرماتے تھے بے چارہ مجذوب شیرازی نے بھی اس بیابان کی خبر دی ہے ۔

شعر

دوراست سرآب درین بادبان ہوشدار	اس صحرا میں پانی ہے بہت دور خبردار
تاغول بیابان نفریبدز سرابت	دکھلا کے سراب آنکھ کو شیطاں نہ دے دھوکا

پیر کی رہبری کے بغیر اس وحشی اور دشوار گذار جنگل کو طے کرلینا ممکن ہی نہیں ہے ۔

http://Ashrafi.org

مثنوی

کیست درین منزل حیرت فزائ — کون ہے اس منزل حق کا بھلا
راہ نماید بخدا جز خدائ — ہاں بخدا جز بخدا رہنما
ہرکہ درین راہ بہ بی نور روئ — چمکتا نہیں جس کا اس رہ میں رو
گام زند خیرہ شود سو بسوئ — رکھے وہ قدم تو پھرے سوبسو
در دو جہان راہ نماتر زپیر — پیر سے بڑھکر نہیں ہے رہنما
ہیچ کسی نیست زمن یادگیر — دو جہاں بھر میں نہیں ہے شک ذرا
وصل اگر بایدت ای راہ رو — وصل تجھکو راہرو گرچاہیئے
گفتۂ اشرف شنو وراہ رو — گفتۂ اشرف کو تو سن راہ لے

دسواں ادب

یہ ہر قسم کے اداب صوفیہ پر مشتمل ہے جوان میں مریدوں کے لئے رائج ہیں اس لئے مرید کو چاہئے کہ جو کچھ پیر سے نقل کرے تو سننے والے کی سمجھ کے موافق نقل کرے اور جس بات میں کوئی پوشیدگی و باریکی ہو اور سننے والا اس کی حقیقت تک نہ پہنچے تو نہ کہے جیسا کہ فرمایا نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے تکلّمو النّاس علیٰ قدرِ عقو لھم۔(کلام کرو لوگوں سے ان کی عقل کے موافق)

شعر

سخن باہر کسی باید بقدر فہم او گفتن — سخن ہر شخص سے اسکی سمجھ کا چاہئے کہنا
چہ دریا بند انعام از رموز نکتۂ دانا — بھلا چوپائے کیا سمجھیں رموز نکتۂ دانا

کیونکہ جس بات کا مطلب سننے والا نہ سمجھے وہ فائدہ نہیں دیتی بلکہ نقصان کا خیال ہے اور ممکن ہے کہ سننے والے کا عقیدہ پیر کے حق میں خراب ہوجائے۔ حضرت قدوۃ الکبرا فرماتے تھے کہ مرید کو پیر کی طرف پیٹھ کرنے سے بچنا چاہیئے اور اس کی طرف پاؤں نہ پھیلائے اور سامنے بیٹھنے کو کسی طرح ترک نہ کرے جیسا کہ مشائخ رحمہم اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ سامنے بیٹھنا بہتر ہے مل کر قریب بیٹھنے سے اور پیر کی طرف گھورنے سے پرہیز کرے بلکہ اپنی نگاہ کو اکثر اوقات قدم پر یا زانو پر رکھے۔ کیونکہ پیر کو گھورنا دلیری اور خود بینی ہے۔ حضرت قدوۃ الکبرا سفر کعبہ کے ارادہ سے کمر بستہ ہوئے جب مبارک قدموں نے خطۂ اودھ کو مشرف کیا تو شیخ شمس الدین کے عبادت خانہ میں اترنا ہوا جب ہر طرح کی خدمت و مہمانی کرلی تو حضرت قدوۃ الکبرا سے عرض کیا کہ اس سفر میں کرم فرما کر اپنی ہم رکابی کے شرف سے بندہ کو مشرف فرمایئے کہ مبارک قدموں کی جدائی کے صدمات برداشت کرنا ممکن نہیں ہے فرمایا جس طرح آپ کا دل چاہے میں کرنے کو تیار ہوں لیکن یہ ملک جو اس خانوادہ کے مریدین واصحاب وخلفاء سے بھرا ہوا ہے خالی رہا جاتا ہے، جب بھائی شمس الدین کے مبارک قدم یہاں ہوں تو اس دیار کے لوگ اُن کے روشن رخسار کے نظارہ سے فائد مند ہوں ۔ اسی گفتگو

میں کچھ راستہ خطۂ اودھ سے ہمراہ جارہے تھے حضرت قدوۃ الکبرا نے بڑے اصرار سے حضرت شیخ شمس الدین کو قصبۂ منگلسی سے رخصت کیا اور بعض نصیحتیں وقت کے مناسب فرماتے تھے اور آخر میں یہ فرمایا کہ جو فتوح اس سفر میں خدائے مفتح الابواب اور بزرگان اہل عرفان سے مجھکو پہنچے گا وہ خدانے چاہا تو تم کو نصیب ہوگا جب شیخ شمس الدین منگلسی سے رخصت ہوئے تو شعر پڑھنے کے طور پر یہ ابیات پڑھتے تھے اور روتے تھے ۔

ابیات

فراق روئ مبارک مرا چنان باشد	فراق روئے مبارک کا ہے مجھے ایسا
کہ بہر آدم از روضہ چنان باشد	تھا جیسے حضرتِ آدم کو خلد کا چھٹنا
بل آنچنا نست فراق جمال میمونت	ہے ایسا بلکہ فراق جمال پاک حضور
کہ وقت مرگ روان از بدن روان باشد	کہ وقت موت بدن سے ہو جیسے جان جدا
زچشم مردم چون نور میشود بیرون	ہے ہوتا آنکھ سے لوگوں کے نور جب باہر
چگونہ روشنی چشم مردمان باشد	تو اب ہو کیسے بھلا نور اور نظارہ
زچشم ما و جمال تو فرق دانی چیست	ہے میری آنکھ میں اور تیرے حسن میں کیا بعد
ہمانقدر فرقی کان بفرقدان باشد	جو فرق ان دو ستاروں میں ہے بحکم خدا
ہمان نصیب بود بہر باز رخسارت	مجھے وہی ترے رخسار سے ہے مل جاتا
کہ برگ گل چمن ازماہ آسمان باشد	گل چمن پہ جو ہے ماہ آسماں کی عطا
مرا کہ ذرّۂ نور تو شمس کرد جدا	تمھارے نور کے ذرّہ نے مجھکو شمس کیا
چگو نہ ذرّۂ خورشید درجہان باشد	تو کیسے ذرّہ ہو خورشید سے جہاں میں جدا

قصبۂ منگلسی سے خطۂ اودھ تک حضرت قدوۃ الکبرا کی طرف پیٹھ نہ کی اسی طرح الٹے پاؤں راستہ پر چلتے تھے جب سفر سے حضرت لوٹے تو موافق اس کے کہ سخی نے جو وعدہ کیا پورا کیا جو تبرکات مختلف مشائخ سے پائے تھے شیخ شمس الدین کے سپرد کیا اتنا کہ ایک پیسہ کسی درویش غار نشیں سے پایا تھا وہ بھی ان کو دے دیا ہاں بے شک بزرگوں کا وعدہ ایسا ہی ہے ۔

مثنوی مولوی

وعدۂ باشد حقیقی دلپذیر	وعدے ہوتے ہیں حقیقی دلپسند
وعدۂ باشد مجازی طاسہ گیر	وعدے ہوتے ہیں مجازی باگزند
وعدۂ اہل کرم گنج روان	وعدۂ اہل کرم گنج رواں
وعدۂ نا اہل شد رنج روان	وعدۂ نا اہل ہے غم کا مکاں

http://Ashrafi.org

ان کلمات شریفہ ومقامات لطیفہ کا جامع ہر چند کہ دامن ہندوستان اور اطراف زمانہ وجوانب ملک میں بزرگان عصر وا کابر دہر کی خدمت میں پہنچا اوراس گروہ کے طرح طرح کے آداب برتے اور دیکھا سنا لیکن کسی مرید نے پیر کی اور طالب نے مطلوب کے ادبوں کا لحاظ ایسا نہیں کیا ہے جس طرح کہ حضرت قدوۃ الکبرا نے اپنے پیر کی نسبت کیا ہے اس وقت سے کہ حضرت حضور پیرومرشد کی ارادت سے مشرف ہوئے ہیں جب تک کہ سفر آخرت فرمایا ہے ہرگز ان کی طرف پاؤں نہیں پھیلایا اور نہ تھوک ڈالا ۔

بیت

فرو تر نباشد برخسار آب — گھٹے گا نہ رخسار کا آب و تاب
کہ افگندہ تف بر رخ آفتاب — کیا کس نے تف بر رخ آفتاب

اگر چہ سرحد مغرب میں دو ہزار فرسنگ مسافت ہوتی ۔کوئی بارہ برس متفرق طور پر درگاہ عالم پناہ حضرت پیرومرشد میں رہے تھے شہر جنت آباد میں بول وبراز نہ کیا ۔

چو فردوسم دہد یار از عنایت — کرم سے یار گر فردوس دیدے
نباید کرد در وی بول و غایت — براز و بول اس میں پھر نہ کیجئے
ازان روزی کہ او گندم چریدہ — اسی دن سے کہ ہے گیہوں کو کھایا
سراز فردوس عالی برکشیدہ — تھا اپنا ہاتھ جنت سے اٹھایا

حضرت نورالعین فرماتے تھے کہ شاہ شجاع کرمانی نے ایک مدت تک چشت میں قیام کیا زمانۂ قیام میں ہرگز چشت میں اپنا وضو نہیں توڑا ۔حضرت قدوۃ الکبرا ایک راستہ میں ساتھیوں کی جماعت کے ساتھ گذر رہے تھے ۔نظر مبارک ایک کتّے پر پڑی جو اصحابِ کہف کا پتہ دیتا تھا فرمایا غالبًا یہ وہ کتا ہے جس کو حضرت پیرومرشد کے آستانہ پر میں نے دیکھا تھا بڑے شوق سے زبان مبارک سے بلایا کتا آیا اور حضرت کے پیچھے چلنے لگا جب قیام گاہ پر پہنچے تو کچھ کھانا اپنے کپڑے میں رکھکر کتے کو حضرت نے کھلایا ۔

سگی کز آستان یار وکوی دل ربا آید — کوئی کتا مکان وکوچۂ دلدار سے آئے
چنان باشد کہ گہ گہ اشنا براشنا آید — تو ایسا ہے کہ جیسے یار ملنے یار سے آئے

حضرت قدوۃ الکبرا فرماتے تھے کہ مرید کو پیر کے سامنے پاؤں نہ پھیلانا چاہیئے اور نہ نفل وظیفوں میں مشغول ہونا چاہیئے کیونکہ کوئی شغل پیر دلپذیر کے رخسار کے نظارہ ودید سے بڑھکر نہیں ہے ۔

کسی بکوچۂ مقصود جان گذر دارد — وہی تو کوچۂ مقصود میں گذر رکھے
کہ بردو ابروی چون طاق تو نظر دارد — جو طاق ابرو پہ تیرے ہو اک نظر رکھے
ہر آنکہ عارف و ماہر بود عبادت را — جو ہوے جانتا پہچانتا عبادت کو
دل از نظارۂ رویت چگو نہ بردارد — وہ کیسے دل کو نظارہ سے دور کر رکھے

حضرت قدوۃ الکبرا فرماتے تھے کہ حضرت شیخ ابوسعید ابوالخیر کا ایک مرید تھا اس کو پیر کے وحدت نما و کثرت ربا رخسار کے دیدو مقابلہ کے سوا دوسرا کام نہ تھا۔ رات دن اس کام میں لگا ہوا تھا ان کے پوشیدہ وعلانیہ دیدار کی مداومت کرتا تھا۔ ایک دن شیخ کے ایک ساتھی نے رشک وانکار کے طور پر اس سے کہا کہ چہرہ مبارک کا دیکھنا حضرت شیخ کے تمام ساتھیوں اور دوستوں کا طریقہ وحصّہ ہے لیکن تو اس کام میں بہت مبالغہ کرتا ہے اور اس قدر انہماک ظاہری اعمال وافعال کا مانع ہوجاتا ہے اور اس بے چارہ نے جواب میں یہ رباعی پڑھی ۔

رباعی

تا روی ترا بدیدم ای شمع طراز	جب رخ کو ترے دیکھا اے شمع طراز
نہ کارکنم نہ روزہ دارم نہ نماز	کچھ کام نہ کیا نہ روزہ نہ نماز
چون باتو بوم مجازمن جملہ نماز	تو ساتھ ہو گر مجاز ہو میری نماز
وربی تو بوم نماز من جملہ مجاز	گر تو ہی نہیں نماز ہے میری مجاز

یہ ایک شمہ تھا اس بزرگ گروہ کے آداب کا کہ صوفیوں نے اس کی پابندی کی ہے۔ اگر مرید اس کی پابندی کرے تو جو مقصود ہے رحمت الٰہی کے انوار کا پہنچنا اور آثار و برکت کا اترنا وہ صحبت پیر کے وسیلہ سے نازل ہوگا اور ہر وقت فیض پہنچے گا صدقہ میں نبی اور باکمال اولاد کے۔